| نمبر شمار | نام خاندان | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| | | | | آں صدر دہات وفیابان تہیا پول ؛ مارا چو فیل بند حباب و کتاب کرد<br>یارب نصیب ہیچ مسلماں دگر مباد ؛ ظلمیکہ آں برہمن خانہ خراب کرد<br>تحقیق داں کہ آں خر عیسیٰ مردہ است ؛ در سایہ رسید علف خورد و خواب کرد |
| | | راجہ رامداس نروری | منصب ہزاری سہ صد ذات | شاہجہانی دور میں خدمات انجام دیں۔<br>جب عالمگیر سریر آرائے سلطنت ہوا تو راجہ سنہ [illegible]<br>میں شاہزادہ محمد سلطان کے ہمراہ مہم شجاع پر مامور<br>ہوا۔ اور مہم آسام پر بھی تعینات ہو۔ اس مہم سے<br>فارغ ہو کر شمشیر خاں کے ہمراہ مہم افغانہ پر تعینات<br>ہوئے۔ اور کامیاب ہو کر منصب سے مفتخر کیا گیا۔ |
| | | چودھری ناتھ رائے مورث راجہ بہادر راجہ برج نرائن رائے رئیس پڈرونہ | رئیس پڈرونہ ضلع گورکھپور | سنہ [illegible]ھ میں سند شعر معافی اُن سوم کے<br>لئے عطا ہوئی جن کی دائیگی چودھری صاحب کو<br>رنجیدہ رکھتی تھی (ملاحظہ ہو سند دستخطی اسحاق خاں<br>ناظم فرید محی الدین محمد اورنگزیب بادشاہ غازی)<br>ذیقعدہ سنہ [illegible]ھ میں اُن کو دوسری سند عطا ہوئی<br>جس کے ذریعہ سے اُن کی حکومت پرگنہ سدھوا<br>(سرکار جونپور) میں منتقل ہوگئی (ملاحظہ ہو سند<br>موجودہ دفتر ریاست پڈرونہ)<br>۲۵۔ شوال سنہ [illegible]ھ سند نان کار عطا ہوئی۔<br>(ملاحظہ ہو اصل سند)<br>۲۲ ذیقعدہ سنہ [illegible]ھ کو دوسری سند بابتہ عطیہ نان |

| نمبر شمار | نام خاندان | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
|---|---|---|---|---|
| | | | | نے اس کے ملک میں پناہ لی اور اسی جلا وطنی میں راجہ نے اپنی نور دیدہ شہزادہ کے عقد میں دی (صفحہ ۲۳۱ پروفیسر سرکار جلد دوم) اولاً شاہزادہ کو حوالہ کرنے سے انکار کیا لیکن ان کا لڑکا منڈی سنگھ اور دربار ی مل گئے اور انہوں نے شاہزادہ کو حوالہ کر دیا اور ملازمت شاہی میں داخل ہوئے۔ ۱۶۷۶ء میں ہمراہ لودی خاں کابل تعینات ہوتے۔ |
| ۱ | - | راجہ امر سنگھ نرودی | ہزار پانصدی ذات ہزار سوار (شاہجہانی) | قلعدار نرور اور پھر جاگیردار ہوئے۔ سنہ ۱۴ جلوس |
| ۱ | | انی رائے پنڈت | دو ہزاری ذات ہزار سوار | صدر دفتر کے صیغہ حساب تنخواہ کا دیوان اعلیٰ (اکاؤنٹنٹ جنرل) مقرر ہوا شاہزادوں اور عالیشان امراسے لیکر سپاہی تک سب کی تنخواہ کا حساب کتاب اس کے ذمہ تھا۔ لوگ رعایت چاہتے تھے کہ پنڈت جی نے رعایت کا سبق نہیں پڑھا تھا۔ اس لئے لوگ سخت الفاظ کہکر کلیجہ ٹھنڈا کرتے تھے۔ عالمگیر کے مشہور و معروف معتمد علیہ امیر نعمت خاں عالی بھی کسی معاملہ پر ناراض ہو گئے اور ہجو لکھ ماری۔ ملاحظہ ہوں چند شعر۔ اے وائے چوں کنم کہ الٰہی زمرشد عتابے ہیں غم مرازدہ سو مہر مخیو د خواب کرد |

| نمبر شمار | نام خاندان | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
|---|---|---|---|---|
| | | | | کے خلاف لڑا اور پھر دربار عالمگیری میں حاضر ہوکر ندامت کا اظہار کیا۔ قصور معاف ہوا منصب بحال کیا گیا۔ مالوجی اور پرسوجی کی تیس اور بیس ہزار سالانہ پنشن ہوگئی۔ سنہ ۱۰۷۲ھ میں انتقال کیا نہایت لائق اور خلیق تھا۔ اس کا آباد کیا ہوا پورہ مالوجی حیدرآباد میں ہے۔ |
| ۱۰۱ | | راج سنگھ راٹھور | | سنہ ۲۰ جلوس میں خلعت کے ساتھ دو ہزار نقد انعام بھی مرحمت ہوا۔ |
| ۱۰۲ | | رائے مکرند | ناظم بریلی | بریلی کے ناظم تھے سنہ ۱۲ جلوس میں صوبۂ بنگال میں تعینات ہوئے۔ |
| ۱۰۳ | | راجہ مان دھاتا | تھانہ دار غور | سنہ ۲۰ جلوس میں غور بند کا تھانہ دار تھا۔ |
| ۱۰۴ | | راجہ جسونت سنگھ بوندیلہ | خلعت و نقارہ | سنہ ۲۱ جلوس میں چنپت بوندیلہ کی سرکوبی پر مامور ہوا۔ اور سنہ ۲۹ جلوس میں خلعت کے ساتھ فیل اور نقارہ مرحمت ہوا۔ |
| ۱۰۵ | | راجہ اودت سنگھ | دو ہزار پانصدی ذات ہزار پانصد سوار | اورچہ کا زمیندار سنہ ۳۳ جلوس میں خطاب راجگی سے مفتخر ہوکر منصب ہزار و پانصدی سے سرفراز ہوا۔ سنہ ۳۶ جلوس میں دو ہزار پانصدی ہزار و پانصد سوار سے سربلند ہوکر ایرج کی فوجداری پر مامور ہوا۔ |
| ۱۰۶ | | پرتھی سنگھ | | جموں کا راجہ تھا۔ شاہزادہ سلیمان شکوہ |

| نمبر شمار | [illegible] | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
|---|---|---|---|---|
| | | | | سہ ہزار ذات وسہ ہزار سوار سے سرفراز ہوا۔ |
| ۹۴ | | شیو سنگ | دوہزار ذات دو سو سوار | سنہ ۵۰ھ میں قلعداری وفوجداری آٹھیری سے قلعدار جالنہ ہوا۔ اور منصب میں ترقی ہوئی اولاً منصب ہزاری تھا اور رفتہ رفتہ دوہزاری ہوگیا |
| ۹۵ | | پرتھی سنگھ راٹھور | | سنہ ۵۰ھ خلعت کے ساتھ دو ہزار روپیہ نقد انعام مرحمت ہوا۔ |
| ۹۶ | | عالم سنگھ زمیندار | قدرت خطاب راجگی | اُجین کا زمیندار تھا اور معرکۂ اجین میں شریک تھا۔ فتح کے بعد اُس کو خطاب راجگی سے سرفراز کیا گیا اور صوبۂ اُجین کی حکومت پر سرفراز ہو کر انعام وخلعت وغیرہ مرحمت ہوا۔ |
| ۹۷ | | راجہ کلیان بھدوریہ | | |
| ۹۸ | | مان سنگھ ہاڈا | | ایام شہزادگی کے ملازم تھے اور معرکۂ سموگڈھ میں حق نمک ادا کر کے جان دی۔ |
| ۹۹ | | منشی ہر رائے | | سب سے بڑے تجارتی شہر سورت کے ناظم تھے اور سید سعد اللہ بزرگ سے اُن کو خاص عقیدت تھی |
| ۱۰۰ | | مالوجی بھونسلہ | منصبدار پنجہزاری | مالوجی اور پرسوجی مہابت خاں کے ذریعہ سے دربار شاہجہانی میں حاضر ہوئے اور اُن کا چھوٹا بھائی کھیلوجی دولت نظامیہ سے مل گیا پرسوجی دکھن میں شاہزادہ اورنگ زیب کے ساتھ مامور ہوا لیکن شاہزادہ داراشکوہ کے اشارہ سے دربار چلا آیا۔ اُجین اور سموگڈھ میں عالمگیر |

| نمبر شمار | نام خاندان | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
|---|---|---|---|---|
| | | | | سے سرفراز کیا گیا۔ |
| ۸۶ | | بھاگو بنجارہ | پنجہزاری ذات چہار ہزار سوار | مرہٹوں سے ساز کرکے سنہ ۴۲ھ میں بھاگ گیا اور سنہ ۴۹ھ میں حاضر ہوکر قصور کا اعتراف کرکے ملتجی ہوا قصور معاف ہوکر منصب بحال کیا گیا۔ |
| ۸۷ | | سوبھان | پنجہزاری ذات دو ہزار سوار | سنہ ۴۳ھ میں منصب سے سرفراز ہوکر علم و نقارہ خلعت و انعام سے سرفراز کیا گیا۔ |
| ۸۸ | | دلپت رام | منصبدار | سنہ ۴۴ھ میں خلعت انعام اور منصب سے سرفراز کیا گیا |
| | | بنداجی سیواجی بھونسلہ کا چچازاد بھائی | سہ ہزاری ذات دو ہزار سوار | تھانہ داری بدیا نچگاؤں پر منصب دو ہزار پانصد پر مامور تھا سنہ ۴۷ھ میں منصب میں ترقی ہوئی۔ دکھن میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ |
| ۹۰ | | ستر سال بندیلہ | | سنہ ۴۸ھ |
| ۹۱ | | کانھوجی | شش ہزاری ذات شش ہزار سوار | سنہ ۴۹ھ میں منصب میں ترقی ہوئی ملازمان شاہی سے تھا۔ دکھن کی مہم میں شاہی فوج کے ساتھ غنیم پر شیرانہ حملہ سے صفیں درہم برہم کیا کرتا تھا۔ |
| ۹۲ | | پسران مان سنگھ | ۵۰۰ صدی | سنہ ۴۹ھ میں دربار میں حاضر ہوکر منصبدار ہوئے اور کام کرتے رہے۔ لیکن قدردان بادشاہ نے رحلت کی۔ پھر ان کی قدر نہ ہوئی جس کا جدھر سینگ سمایا چلدیا۔ |
| ۹۳ | | مکنا ویسمکھ | ۵۰۰ ذات | نصرت آباد کا ناظم تھا۔ اور سنہ ۵۱ھ میں منصب |

| نمبر | نام خاندان | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
|---|---|---|---|---|
| | | | | سنہ ۴۲ میں فوت ہوا۔ اسکے لڑکے بھولا ناتھ کا عالمگیر کے مزاج میں دخل تھا۔ اور مزاجداں بھی تھا۔ آخر میں مسلمان ہوکر اخلاص کیش کے نام سے مشہور ہوا۔ اور بجائے باپ کے مقرر ہوا۔ |
| ۸۴ | | درگاداس راٹھور | سہ ہزاری دو ہزار سوار | مہاراجہ جسونت سنگھ جودھپور کی سرکار میں ملازم تھا اور اُن کے مرنے کے بعد اپنی چرب زبانی سے تمام راجپوتوں کو بادشاہ کے خلاف بھڑکا کر شاہزادۂ اکبر کو بادشاہ کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا۔ اور جب فتنہ فرو ہوا تو اکبر کے نوزائیدہ بچے بلند اختر کو لیکر پہاڑوں میں چلا گیا۔ سنہ ۴۲ میں شجاعت خاں صوبہ دار گجرات کے توسل سے ہاتھ بندھے ہوئے دربار میں حاضر ہوا۔ خطا بخش اور عفو پذیر بادشاہ نے قصور معاف کر کے ملازمان شاہی میں داخل کیا خلعت وجمدھر مرصع عطا کر کے منصب سے سرفراز فرمایا۔ سنہ ۴۹ میں شاہزادۂ محمد اعظم کی فوج سے بلا اجازت چلا گیا۔ لیکن واپس آکر معافی چاہی اور قصور معاف ہوا۔ |
| ۸۵ | | سیوا دتلیہ | شش ہزاری پنجہزار سوار | سنہ ۴۲ میں منعم خاں کے ذریعہ سے ملازمت شاہی میں داخل ہوکر خلعت منصب اور علم |

| نمبر شمار | نام خاندان | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
|---|---|---|---|---|
| | | | | حاضر ہو کر فقیروں اور غریبوں کو فاتحہ دلا کر کھانا تقسیم کیا۔ |
| ٧٩ | | بدن سنگھ | پسران سنبھاجی منصبدار | ۳۳ سنہ جلوس میں اپنے بھائی، ماں اور دادی کے ساتھ گرفتار ہو کر آئے اور اعزاز کے ساتھ گلال باڑی میں ٹھہرائے گئے منصب سے سرفراز ہوئے۔ انعام خلعت، اسپ با ساز طلا، انگشتری مرصع انعام میں عطا ہوئے سب کے واسطے علیحدہ علیحدہ منصب اور وظیفے مقرر کر کے قلعہ دولت آباد میں رہنے کا حکم دیا۔ اور سب کی سرکار کے لئے علیحدہ علیحدہ متصدی مقرر ہوئے۔ یہ عالمگیری برتاؤ تھا۔ لیکن اس کا معاوضہ کیا ملا۔ پڑھو اور غور کرو کہ عالمگیر کی اولاد کے ساتھ آخر میں کیسا برتاؤ کیا گیا۔ |
| ٨٠ | | رائے مرلیدھر دیوان سرکار شائستہ خاں | | خلعت ماتم مرحمت ہو کر نقد انعام سے سرفراز کئے گئے اور ۳۰ سنہ جلوس میں ملازمان شاہی میں داخل ہوئے۔ |
| ٨١ | | رامچندر تھانہ دار گن لوٹن | دو ہزاری پانصد ذات سوار دو اسپہ سہ اسپہ سہ ہزاری | ۴۰ سنہ جلوس میں دو ہزاری اور ۴۳ سنہ جلوس میں سہ ہزاری پر ترقی پائی۔ |
| ٨٢ | | دوندی راؤ | ہزار و پانصدی ذات | ۴۰ سنہ جلوس میں تربیت خاں کے توسل سے ملازمت شاہی میں داخل ہو کر منصب مذکور پر سرفراز ہوا۔ |
| ٨٣ | | چترمل | | کل ممالک کے وقائع نگاراں کا افسر تھا۔ |

| نمبر شمار | نام خاندان | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| | | | | الماس جڑے ہوئے تھے اور سونے کی انگوٹھیاں<br>جڑاؤ اور جمدھر اور اسپ مع زین طلا کے عطا ہوا۔<br>سنہ [illegible]ھ میں بہادر جی کی لڑکی سے نہایت دھوم<br>دھام کے ساتھ شادی کر دی۔ سرپیچ مینا کار اور<br>جیغہ مرصع قیمتی دس ہزار روپیہ کا مرحمت ہوا۔<br>سنہ ۱۱۱۸ھ میں اپنے اتالیق کیساتھ قلعہ بخشندہ کی تسخیر<br>پر متعین ہوا۔ اور اسی سال بادشاہ نے انتقال کیا<br>اور مہاراجہ ساہو جی کو شاہزادہ محمد اعظم نے مطلق<br>العنان کر دیا۔ راجہ ساہو جی احمد آباد پہنچا۔ جہاں عالمگیر<br>نے انتقال کیا تھا۔ اور محتاجوں کو کھانا تقسیم کیا اور<br>پھر خلد آباد جاکر مزار پر حاضر ہوا اور بہت کچھ خیرات<br>کی۔ کھانا پکوا کر فاتحہ دلایا۔<br>دیکھو عالمگیر نے بھی وہی برتاؤ کیا جو اس کے<br>آبا و اجداد مغلوب دشمن کے ساتھ کرتے آئے<br>تھے جو صوفیانہ برتاؤ کیا گیا اس کی نظیر ہندوستان کیا<br>بلکہ دنیا کی تمام تاریخیں پیش کرنے سے عاری ہیں۔<br>دیکھو سات سال کی عمر سے عالمگیر کے قریب تھا<br>لیکن اس نے اس کو مسلمان نہیں کر لیا۔ بلکہ ہندو<br>ہی رہنے دیا۔ اور وہ برتاؤ کیا کہ راجہ ساہو جی<br>نے ایصال ثواب کے لحاظ سے اس کی مزار پر |

| نمبر شمار | نام خاندان | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| ۷۵ | | مانکوجی دکھنی | دوہزاری ذات ہزار سوار | سنہ ۳۰ میں حاضر دربار ہوا اور سنہ ۳۱ میں منصب عطا ہوا۔ |
| ۷۶ | | محمد ہی راج پسر جسونت سنگھ | منصبدار | ۱۳ سالہ منصبدار تھا۔ طاعون میں موت ہوئی تاریخ طاعون (قیامت بود یا شور و باد) خلعت علم نقارہ وغیرہ سب ہی کچھ ان کو عنایت ہوا تھا۔ |
| ۷۷ | | راجہ ساہوجی پسر مہاراجہ سنبھاجی بھونسلہ | ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار | سنہ ۱۱۰۱ھ میں سات برس کی عمر تھی اپنے باپ سنبھاجی کے ساتھ قید ہو کر دربار عالمگیری میں پیش ہوا۔ منصب ہفت ہزاری ذات۔ ہفت ہزار سوار سرفراز ہوا اور خطاب راجگی سے مفتخر ہو کر خلعت۔ جمدھر مرصع۔ اسپ و فیل اور علم۔ نقارہ مرحمت ہوا۔ اور اس کی سرکار کے لئے دیوان و بخشی علیحدہ مقرر کئے گئے۔ نواب ذوالفقار خاں نصرت جنگ کو اتالیق مقرر کیا گیا۔ منصب کی تنخواہ کے مطابق زرخیز پرگنے جاگیر میں مرحمت ہوئے اور احاطہ گلال باڑی میں (جہاں شاہی خیمے نصب ہوتے تھے) اس کی ماں اور دادی کے خیمے نصب کرائے گئے۔ مرتے دم تک عالمگیر نے اس کے ساتھ وہی برتاؤ رکھا جو شاہزادگان [illegible] تیموریہ کے ساتھ کیا جاتا تھا۔<br>سنہ ۴۷ھ میں خلعت اور [illegible] کی پہنچی خبر |

| نمبر شمار | زمینداران | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
|---|---|---|---|---|
| ٦٦ | | جری سنگھ برادر جری سنگھ زمیندار دیوان گڈھ | خلعت مرحمت ہوا | سنہ ۲۵ھ میں حاضر دربار ہوئے۔ |
| ٦٧ | | ملوک چند رائے رایاں | منصب ذات ہفت صد سوار | شاہزادہ محمد اعظم کی سرکار میں دیوان تھے۔ سنہ ۲۹ھ میں خطاب رائے رایان مرحمت ہوا۔ سنہ ۲۹ھ ہی میں فوت ہوئے۔ پہاڑ سنگھ گوڑ کی بغاوت نزاع اجین میں فرو کی۔ اور منصبدار ہوکر رائے رایان کے خطاب سے سرفراز کئے گئے۔ |
| ٦٨ | | بوجی عموزاد برادر سنبھاجی راجہ | دو ہزاری ذات ایک ہزار سوار | سنہ ۲۲ھ میں خلعت واسپ مرحمت ہوکر منصب سے سرفراز ہوئے۔ |
| ٦٩ | | اوچیا جی نانا دسیوا جی | پنجہزاری ذات دو ہزار سوار | سنہ ۱۹ھ میں خلعت، علم، نقارہ، اور پہونچی مرصع اور فیل عطا ہوکر منصب سے سرفراز کیا گیا۔ |
| ٧٠ | | الیوجی قلعدار سالہیر | دو ہزاری دو ہزار سوار | سنہ ۳۰ھ میں حاضر دربار ہوا خلعت، علم طوغ نقارہ، اسپ وفیل اور بیس ہزار انعام نقد مرحمت ہوکر منصب پر سرفراز کیا گیا۔ |
| ٧١ | | امیاجی | خلعت فیل عطا ہوا | |
| ٧٢ | | اکھوجی | ایضاً | |
| ٧٣ | | لکھ سنگھ چیداوت | خلعت و انعام | سنہ ۲۹ھ میں خلعت و انعام عطا ہوا۔ |
| ٧٤ | | بابوجی کھوریا | | سنہ ۳۰ھ میں منصب اضافہ ہوکر خلعت و انعام مرحمت ہوا۔ فتح بیجاپور میں نمایاں کام کئے۔ |

| نمبر | نام خاندان | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| | | | | ذمہ داری کا عہدہ تھا۔ اس لئے کہ گوالیار کا قلعہ وہ جگہ تھی جہاں خاندان شاہی کے شاہزادے معتوب ہوکر نظربند کئے جاتے تھے۔ |
| ۶۰ | " | گھنشیام داس جھالا | ہفت صدی ذات پانصد سوار | سنہ ۱ھ میں حاضر دربار ہوکر منصب سے سرفراز کئے گئے۔ ابتدا میں مہاراجہ اودے پور کی سرکار میں ملازم تھے۔ |
| ۶۱ | سیسودیہ | گردھرداس | | ملازمت شاہی میں داخل ہوکر دہلی میں تعینات ہوئے۔ سنہ ۱۱۱۶ھ میں حسن پاشا حاکم بصرہ کے استقبال کے انتظام میں لاہوری دروازہ پر دوسرے امیر سے جھگڑا ہوگیا۔ تلوار چلی۔ اور یہ کام آئے۔ |
| ۶۲ | گوڑ | منوہرداس گوڑ | پانصدی ذات دوصد سوار | سنہ ۱۰۸۰ھ میں خطاب راجگی سے سرفراز ہوئے۔ قلعدار شولاپور بنے۔ دیکھئے دکھن میں مرہٹوں اور دیگر مسلمان بادشاہوں سے معرکہ آرائیاں ہورہی تھیں اور راجہ صاحب شولاپور اسی قلعے کے قلعہ دار تھے اور انتہا نہ کرنا کس کو کہتے ہیں |
| ۶۳ | | چھپاجی ملازم راجہ سنبھاجی | خلعت عطا ہوا | سنہ ۲۵ھ میں |
| | | جسونت راؤ | منصب چہار ہزاری | منصب سنہ ۲۵ھ میں عطا ہوا۔ |
| ۶۴ | | دکھنی | چہار ہزار سوار | سنہ ۲۵ھ میں خلعت مرحمت ہوا۔ |
| ۶۵ | | جگدیو رائے پرچاودوں رائے | | سنہ ۲۵ھ میں حاضر دربار ہوئے۔ |

| نمبر | نام خاندان | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
|---|---|---|---|---|
| ۵۱ | مرہٹہ | بہادر سنبھاجی پسر سیواجی بھونسلہ | شش صد سوار شش ہزاری شش ہزار سوار | سنہ میں پنجہزاری ذات پنجہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ بہ سنہ میں ترقی منصب ہوئی۔ اکثر انعام خلعت و نقارہ سے سرفراز ہوتے۔ |
| ۵۲ | " | نیتو زاباد سیواجی | سہ ہزاری ذات دو ہزار سوار | مسلمان ہوکر محمد قلیخاں ہوئے اور شاہی خدمات بجالاتے رہے۔ |
| ۵۳ | | کیرت سنگھ بھتیجہ بیکا نیری | انعام و خلعت | سنہ میں راجہ رام سنگھ کے ہمراہ مہم آسام میں تعینات ہوکر خلعت سے سرفراز ہوتے |
| ۵۴ | " | رگھا مرہٹہ | انعام و خلعت | ایضاً |
| ۵۵ | بھورتیہ | رگھوناتھ سنگھ بھورتیہ | منصب ہزاری ذات سہ صد سوار | سنہ ۱۲ میں منصب میں ترقی ہوکر جدہر قیمتی ایک ہزار انعام میں مرحمت ہوا۔ مہم آسام میں نمایاں خدمت انجام دیتے تھے۔ |
| ۵۶ | جودھپور | کنور بھوپت سنگھ پسر جسونت سنگھ | خلعت | سنہ ۱۴ میں خلعت مرحمت ہوا۔ |
| ۵۷ | | کیسر سنگھ برادر راجہ رام سنگھ | " | ایضاً |
| ۵۸ | | رائے لال چند | دیوان خالصہ | سنہ میں تشخیص مالگذاری و تصفیہ مقدمات کے واسطے کابل تعینات ہوئے۔ |
| ۵۹ | | بکرم سنگھ گوالیری | دو ہزار پانصد ذات | سنہ میں خلعت مرحمت ہوکر جدہر مرصع اسپ با ساز طلا انعام میں مرحمت ہوکر قلعداری گوالیار پر مامور کیے گئے۔ یہ اس زمانہ میں بڑی |

| نمبر شمار | نام خاندان | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
|---|---|---|---|---|
| ۵۰ | بہدادر | راجہ کلیان سنگھ | نو صدی ذات | سنہ ۲۴ جہ میں قلعہ چتوڑ کا قلعدار ہوا۔ سنہ ۲۶ جہ میں باپ کے مرنے کے بعد خطاب راجگی سے سرفراز ہو کر ارجن سنگھ ہاڈا کی سرکوبی پر مامور ہوا۔ اور صلہ میں خلعت انعام اور اضافہ منصب سے سرفراز ہوا۔ سنہ ۲۶ جہ میں مہم بیجاپور میں شریک ہو کر اپنی تلوار کے جوہر دکھلائے سنہ ۴۷ جہ میں منصب سہ ہزاری و ہزار سوار پر سرفراز ہو کر (قلعہ سحرنا دکھانا) جیسے مشہور قلعہ کا قلعدار رہا۔ یہ انتہائی اعتبار کا بین ثبوت ہے سنہ ۳۲ جہ میں اضافہ منصب کے ساتھ فوجداری ایرچ پر مامور ہوا۔ عالمگیر کے زمانہ تک زندہ رہا۔ بڑے دبدبہ کا امیر تھا اور بادشاہ کی نظر میں بڑی توقیر اور عزت تھی جہاں مسلمان امیروں کی ریاستیں تباہ اور برباد ہوئیں۔ یہ مشہور ریاست بھی مرہٹوں کے عروج کے زمانہ میں ختم ہو گئی۔ لیکن ریاست کی صورت کسی قدر قائم ہے۔ برٹش گورنمنٹ نے کچھ مواضعات معافی میں دے رکھے تھے۔ اور کچھ نقد عطا ہوا۔ مل ملا کر قریب ایک لاکھ سالانہ آمدنی ہے۔ موضع ٹونواں تحصیل [illegible] صدر مقام ہے۔ سنہ ۴۰ جہ میں منصب میں اضافہ ہوا۔ |

| نمبر شمار | نمبر خاندان | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
|---|---|---|---|---|
| | | | | سنہ ۱۰۶۸ھ کی جنگ سموگڈھ میں شاہزادہ داراشکوہ کے ساتھ تھا شکست کے بعد بارگاہ عالمگیری میں حاضر ہوا۔ اور سبھکرن بوندیلہ کے ہمراہ چنپت بوندیلہ کی مہم پر تعینات ہوا۔<br>سنہ ۱۰[illegible]ھ میں کامل خاں کے ساتھ مہم یوسف زئی پر تعینات ہو کر مورد تحسین و آفریں ہو کر اضافۂ منصب سے سرفراز کیا گیا۔ یہ خدمات انجام دیتا رہا اور جوہر شناس بادشاہ اس کی عزت افزائی کرتا رہا سنہ ۱[illegible]ھ میں راہی ملک عدم ہوا۔<br>میرے محترم مولوی سعید احمد صاحب تیار مارہروی۔ تاریخ امرائے ہنود میں تحریر فرماتے ہیں کہ اورنگ زیب کو سموگڈھ کا قریب ترراستہ بذریعہ گھاٹ موضع گھونسلی پرگنہ باہ ضلع آگرہ اسی راجہ نے بتلایا تھا یا اس کے اشارہ سے اسکے کسی رشتہ دار نے بتلادیا تھا۔ اور اس طرح اورنگزیب چنبل کو آسانی سے عبور کرکے سموگڈھ آگیا۔ اگر کہیں چنبل کے عام گھاٹ دھولپور سے عبور کرنا ہوتو داراشکوہ کے راجپوت سپاہی اورنگزیب کے دانت کھٹے کر دیتے۔ |
| ۴۹ | 〃 | راؤ اودت سنگھ<br>پسر مہان سنگھ | سہ ہزاری ذات<br>سہ ہزار سوار | راجہ مہاسنگھ کا بیٹا۔ باپ کی زندگی میں ملازمت شاہی میں داخل ہو گیا۔ |

| خدمات | منصب عالمگیری | نام راجہ | بیہر خاندان | نمبر شمار |
|---|---|---|---|---|
| موجودہ زمانہ کی تقسیم کے مطابق تحصیل باہ ضلع<br>آگرہ کا کل علاقہ اور کچھ علاقہ چنبل پار ریاست<br>گوالیار کا بھدادر میں شامل ہے۔ بھدوریہ ٹھاکر<br>قدیم سے دلاوری اور شجاعت میں مشہور ہیں۔ اس<br>قوم کی بنوائی ہوئی گڑھیاں بھنڈ (ریاست گوالیار)<br>نیاہٹ (ضلع آگرہ) کچورہ (تحصیل باہ آگرہ) اور<br>خوبصورت عمارتیں اب بھی موجود ہیں اور بلحاظ صناعی<br>و خوبصورتی قابل دید ہیں۔<br>اکبر نے بدن سنگھ کو اس قوم کا سردار مقرر کر کے<br>راجگی کے خطاب اور منصب سے سرفراز کیا۔ اس<br>کے بعد یکے بعد دیگرے راجہ ہوتے رہے اس<br>خاندان نے اطاعت شعاری اور جانبازی کو اپنا<br>ایمان بنا لیا اور اکبر اعظم کے جانشینوں نے اس کو<br>اپنے کلیجے سے لگائے رکھا تھا بڑے بڑے منصب عطا<br>کئے۔ عہد شاہجہانی میں ہندوستان کے اندر اور<br>باہر اپنی تلوار کے جوہر دکھلاتا رہا۔ راجہ بدن سنگھ<br>کی وفات کے بعد اُن کے لڑکے راجہ مہاسنگہ کو<br>خطاب راجگی اور منصب سے سرفرازی بخشی گئی۔<br>کابل وغیرہ میں تعیناتی کے بعد سنہ ۱۳ جلوس شاہجہانی<br>میں منصب کا اضافہ ہوا۔ | ہزاری ذات<br>ہشت صد سوار<br>و پانصد سوار<br>دو اسپہ<br>سہ اسپہ | راجہ مہاسنگہ<br>بھدوریہ | بھدادر | ۴۸ |

| نمبر شمار | نام خاندان | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| | | | | ہی سے شاہزادگی کے زمانہ کا یار وفادار تھا۔ جب شاہجہانی آفتاب طلوع ہوا تو اس کی بڑی مان دان ہوئی۔ پنجہزاری امیر ہوا۔ اسکے مرنے کے بعد اس کا لڑکا راجہ بیٹھل داس راجہ ہوکر امیر ہوا۔ شاہی خدمات انجام دیں اور منصب پر منصب اور انعام پاتا رہا۔ اس کا لڑکا راجا نروده راجہ ہوا۔ شاہجہانی سرکار سے نقارہ، علم، منصب انعام واکرام سب ہی کچھ پایا۔ اور سنہ ۲۲ میں ان کی تنبیہ پر مامور کیا گیا۔ اور سموگڈھ کے بعد عالمگیری دربار میں آیا۔ منصب بحال ہوا اور ترقی آئندہ ہوئی اس لئے کہ ان کا خاندان جاں نثاری کے لئے ضرب المثل تھا۔ شجاع کی مہم پر تعینات کیا گیا راستہ ہی میں قضا کر گیا۔ |
| ۴۶ | گوڑ | ہرجس پسر راجہ بیٹھل داس | منصبدار۔ | بڑے بھائی کو حکومت ملی اور ان کو منصب عطا ہوا عہد عالمگیری میں ملازمت شاہی میں داخل تھا اور خدمات انجام دیتا رہا۔ |
| ۴۷ | | ہیرا سنگھ نبیرہ بیٹھل داس | | بغاوت پر آمادہ ہو گیا اور سنہ ۔۔ میں مہم بھیجنا پڑی اور یہ مارا گیا۔ |

| نمبر شمار | نام خاندان | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمت |
|---|---|---|---|---|
| | | | | بڑی مشکل سے راجہ نے اس مہم کو سر کیا۔ سنہ ۴۲ میں سرحد غزنین پر بجائے شہامت خاں کے تعینات ہوا۔ اور اسی سال راہی ملک بقا ہوا۔ اسکی وفات کا بادشاہ کو عرصہ تک صدمہ رہا۔ |
| ۴۴ | | راجہ پہاڑ سنگھ | | راجہ جگت کا لڑکا جو باپ کے ساتھ مہم بدخشاں میں شریک تھا۔ آخر میں مسلمان ہو گیا اور بادشاہ نے مرید خاں کے خطاب سے سرفراز کیا۔ مدتوں غوربند کی تھانہ داری پر مامور رہا۔ صاحب مآثر الامرا تحریر کرتے ہیں کہ اُسکی اولاد اُس کے وطن شاہ پور بہروپیں پر جو تاراگڈھ سے پچھم طرف واقعہ ہے قابض چلی آتی ہے اور ان میں جو گدی نشین ہوتا ہے مرشد خاں کے خطاب سے موسوم کیا جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو امرائے ہنود در عہدِ مغلیہ) |
| ۴۵ | گوڑ خاندان | راجہ انرودھ گوڑ پسر راجہ بیٹھل داس | سہ ہزاری ذات سہ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ | راجہ بیٹھل داس گوڑ کا لڑکا تھا کسی زمانہ میں یہ لوگ میواڑ اور مارواڑ کے راجہ تھے لیکن جب راٹھور ٹھاکروں کا زور ہوا تو یہ وہاں سے خارج ہو کر چھوٹے چھوٹے مقامات پر قابض ہوئے۔ راجہ گوپال داس شاہجہاں کے بچپن |

| نمبر شمار | نام خاندان | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
|---|---|---|---|---|
| | | | | پر بکر شاہزادگان داراشکوہ اور عالمگیر کے<br>ساتھ تعینات ہوا سنہ ۱۰۶۵ھ اور سنہ ۲۹ میں<br>جموں چلا گیا سنہ ۱۰۶۹ھ میں سموگڈھ کے بعد<br>حسب الطلب شاہزادہ داراشکوہ کی خدمت<br>میں نہایت ہوشیاری کے ساتھ حاضر ہوا۔<br>خلیل اللہ خاں کے ذریعہ سے دربار عالمگیری<br>میں حاضر ہوکر منصب سہ ہزار و پانچصدی<br>ذات و سہ ہزار پانچصدی سوار سے سرفراز<br>ہوکر سرحد سری نگر پر متعین ہوا تا کہ شاہزادہ<br>سلیمان شکوہ کو کوہستان سرینگر سے لائے<br>جب داراشکوہ و مہاراجہ جسونت سنگھ کا طلبیدہ<br>نواح اجمیر میں آکر مقابل ہوا تو زبردست لڑائی<br>ہوئی جس کی فتح کا سہرا راجہ روپ۔ شیخ<br>میر۔ مرزا راجہ اور دلیر خاں کے سر بندھا۔<br>سنہ ۲ھ میں مکرر سری نگر کی مہم پر تعینات کیا<br>گیا اور اسی کی معرفت سے شاہزادہ سلیمان<br>شکوہ، کنور رام سنگھ کے سپرد ہوا۔ اس<br>جلاوطنی میں راجہ سری نگر نے اپنی لڑکی کی<br>شادی شہزادہ سلیمان شکوہ کے ساتھ کردی تھی اور |

| نمبر شمار | نام خاندان | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
|---|---|---|---|---|
| | | | | مرحمت ہوکر راجہ رام سنگھ کے ہمراہ آسام تعینات<br>ہوا۔ اور واپسی پر سنہ ۱۲ھ میں فوجدار خاں فوجدار<br>متھرا کے ساتھ متھرا میں تعینات ہوکر انتقال کیا |
| ۴۳ | خاندان راجہ باسو | راجہ راج روپ پسر راجہ جگت سنگھ | سہ ہزار پانصد ذات۔ سہ ہزار پانصد سوار | شاہجہانی امیر تھا۔ ان کی قدیم ریاست<br>پنجاب کے شمالی پہاڑوں میں دوآبہ سے ملی<br>ہوتی تھی اور اکبر کی نابالغی کے زمانہ میں بیرم<br>خاں نے اس کو فتح کرلیا تھا۔ یہاں کے راجہ<br>دولت تیموریہ کی جان نثاری کا دم بھرتے<br>رہے۔ دو ایک مرتبہ قدم بھٹکا ضرور مگر فوراً<br>سنبھل بھی گئے۔ راجہ راج روپ۔ راجہ باسو<br>کا پوتا اور راجہ جگت سنگھ کا بیٹا تھا۔ سنہ ۱۹ھ<br>شاہجہانی میں منصب اور خطاب راجگی سے<br>سرفراز کیا گیا۔ اور پرگنہ جموں کی خاندانی<br>حکومت مرحمت کی گئی۔ کانگڑہ کے قریب موضع<br>دھمڑی میں ان کے دادا نے عالیشان قلعہ<br>اور دیگر عمارتیں تعمیر کراکے جہانگیر نورالدین<br>کے نام پر نورپورہ نام رکھا تھا۔ راجہ نے<br>بھی اپنے زمانہ میں بہادرانہ کام کئے اور سہ<br>ہزاری منصب سے سرفراز ہوئے۔ مہم قندھار |

| نمبر شمار | نام خاندان | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
|---|---|---|---|---|
| ۴۱ | سیسودیہ | راجہ رتن سنگھ عرف راجہ اسلام خاں پسر گوپال سنگھ | منصبدار | سنہ ۴۲ھ میں مختار خاں صوبہ دار مالوہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ اور پرگنہ رام پور بدستور جاگیر میں رہا۔ عالمگیری بساط الٹ گئی راجہ نے اجین وغیرہ پر قبضہ کر لیا اور لڑائی میں مارا گیا۔ یہ لڑائی سارنگپور (بھوپال۔ اجین ریلوے لائن) کے قریب سنہ ۱۱۲۲ھ میں ہوئی |
| ۴۲ | " | بیرم دیو سیسودیہ | سہ ہزاری ذات سہ ہزار سوار | سورج مل سیسودیہ کا لڑکا اور رانا امر سنگھ کا پوتا تھا سنہ ۲۱ھ شاہجہانی میں حاضر ہو کر منصبدار ہو کر رفتہ رفتہ ترقی کرتے کرتے سہ ہزاری منصبدار ہو گیا۔ اور سنہ ۳۱ھ میں شاہزادہ اورنگ زیب کے ہمراہ دکھن مامور ہوا لیکن شاہجہان کی بیماری کے زمانہ میں اور امرائے متعینہ دکھن کے ہمراہ ان کو بھی شاہزادہ داراشکوہ نے واپس طلب کر لیا سموگڈھ میں داراشکوہ کی فوج کی ہراول تھی اور شکست کے بعد عالمگیری دربار میں حاضر ہوا۔ مہم دوم داراشکوہ اور شجاع کے مقابلہ میں تعینات ہوا۔ امتحان میں پورا اترا تو دکھن میں مامور کیا گیا سنہ ۲ھ میں خلعت |

| نمبر شمار | نام خاندان | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| | | | | گھر چلا گیا۔ پھر حاضر ہو کر قصور معاف کرایا اور دکھن میں مامور ہو کر مرزا راجہ جے سنگھ کے ساتھ کارہائے نمایاں انجام دیتا رہا۔ سنہ ۱۱ میں قلعہ ساٹھیر کی لڑائی میں کام آیا۔ |
| ۳ | سیسودیہ | راؤ محکم سنگھ پسر راؤ امر سنگھ | یک ہزار ذات سے ہزار پانچصدی ذات وسہ دا | ساٹھیر کی لڑائی میں باپ تو کام آتے اور لڑکا دشمنوں کے قبضہ میں آگیا۔ رہائی پاکر بہادر خاں کوکہ کے ذریعہ سے حاضر ہوا اضافہ منصب اور خطاب راؤ سے سرفراز کیا گیا۔ اور آخر عمر تک وفاشعاری کے ساتھ خدمات انجام دیتا رہا۔ |
| ۴۰ | 〃 | راؤ گوپال سنگھ پسر راؤ محکم سنگھ | منصبدار | سنہ ۲۳ باپ کے مرنے کے بعد حاضر دربار ہو کر ملازمان شاہی میں داخل ہوا خلعت مرحمت ہو کر جاگیر پرگنہ رام پور بدستور قصبہ میں رہی۔ شاہزادہ بیدار بخت کے لشکر سے بلا اجازت وطن چلا گیا اور پھر حاضر ہو کر قصور معاف کرایا۔ گولاس کی قلعداری پر مامور کیا گیا۔ دوبارہ قصور کیا۔ معطل ہو کر طلبی ہوئی۔ لیکن مرہٹوں سے جا ملا۔ اور حاضر نہیں ہوا جلاوطنی کی حالت میں جان دی |

| نمبر شمار | پشتہائے خاندان | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
|---|---|---|---|---|
| ۲۵ | سیسودیہ | راجہ مان سنگھ | | دربار عالمگیری میں حاضر ہوئے۔ خلعت اور منصب سے سرفراز کیے گئے۔ |
| ۲۶ | " | جہان سنگھ | | |
| ۲۷ | " | انوپ سنگھ | | |
| | | پسران راجہ رائے سنگھ | | |
| | | سیسودیہ | | |
| ۲۸ | " | راؤ امر سنگھ چندراوت | ہزار پانصدی و ہزار سوار | رائے چاندو کا پوتا اور رائے درگا داس اکبری کا پرپوتا تھا [illegible] شاہجہانی میں بجائے راجہ روپ سنگھ لاولد کے منصب اور خطاب راؤ سے سرفراز کیا۔ اور شاہزادہ دارا شکوہ کی سفارش سے منصب میں اضافہ ہو کر دکن تعینات ہوا لیکن ۱۰۶۸ھ میں شاہزادہ دارا شکوہ نے جہاں اور امیروں کو واپس طلب کر لیا تھا۔ یہ بھی واپس لایا گیا۔ اور مہاراجہ جسونت سنگھ کے ہمراہ اجین تعینات ہوا شکست کے بعد اپنے وطن رام پور چلا گیا پرگنہ رام پور متصل قلعہ چتور واقعہ ہے۔ جو کہ راؤ امر سنگھ کی جاگیر میں تھا۔<br>سموگڈھ کی لڑائی کے بعد دربار میں حاضر ہو کر مہم شجاع پر تعینات ہوا لیکن اثنائے |

| نمبر شمار | [illegible] ریاست | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| | | | | نقد خلعت۔ سرپیچ وغیرہ مرحمت فرماکر دوہزاری<br>ذات ہزار سوار سے سرفراز کیا جوان ہوکر راجہ<br>رائے سنگھ ہوا۔ یہ خدمات پر خدمات انجام دیتا تھا<br>اور قدردان بادشاہ منصب میں اضافہ کرتا رہتا تھا<br>جنگِ اجین میں مہاراجہ جسونت سنگھ کے ساتھ<br>موجود تھا لیکن عین جنگ میں اورنگزیبی غلبہ<br>دیکھ کر کھسک گیا۔<br>سموگڈھ کی لڑائی کے بعد دربار میں حاضر<br>ہوکر شاہی خدمات انجام دینے لگا جنگ دوم<br>داراشکوہ میں شریک ہوا۔ اور کھجوہ کی لڑائی<br>میں بھی موجود تھا۔ عالمگیر کو اس پر پورا بھروسا تھا<br>سنہ میں مرزا راجہ کے ہمراہ سیواجی<br>بھونسلہ کی مہم پر تعینات ہوا۔<br>سنہ میں مہم بیجاپور میں شریک ہوکر<br>کارگذاری کا حق ادا کیا۔ اور حسن کارگذاری کے<br>صلہ میں منصب پنجہزاری پنجہزار سوار پانچسو دو<br>اسپہ سہ اسپہ سے سرفراز کیا گیا۔<br>سنہ میں شاہزادہ معظم کے ہمراہ دکھن<br>تعینات ہوا۔ اور ۱۶ سنہ میں وفات پائی۔ |

| نمبر | نام ریاست | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
|---|---|---|---|---|
| | | ( | ،، | سنہ ۲۴ میں شاہزادہ محمد اعظم شاہ کے توسل سے قصور معاف ہوا منصب بحال ہوا اور ملک مفتوحہ واپس کیا گیا اور اسی سال رانا نے انتقال کیا۔ |
| ۲۸ | اُدے پور | رانا جے سنگھ پسر رانا راج سنگھ | ،، | سنہ ۲۴ خلعت تعزیت مرحمت ہو کر منصب پنجہزاری پر سرفراز کیا گیا۔ |
| ۲۹ | ،، | کنور اندر سنگھ پسر رانا راج | دو ہزار ذات ہزار سوار | سنہ ۲۴ میں حاضر دربار ہو کر منصبداروں میں داخل ہوئے۔ اور دکھن میں سرفروشی کرتے رہے۔ سنہ ۴۸ میں سہ ہزاری ہوئے۔ |
| ۳۰ | | سنگھ بہادر سنگھ پسر رانا راج سنگھ | ایضاً | |
| ۳۱ | | کنور بہادر سنگھ | | سنہ ۲۴ میں حاضر دربار ہوئے اور انعام سے مالامال کئے گئے۔ |
| ۳۲ | ،، | کنور پرتھی سنگھ برادر نمبر ۳۱ | | ایضاً |
| ۳۳ | ،، | راجہ بھیم سنگھ برادر راجہ جے سنگھ | پنجہزاری امیر | سنہ ۲۴ میں حاضر دربار ہوئے۔ اور سنہ ۲۵ میں دکھن کی مہم میں تعینات ہوئے ہمراہ شاہزادہ محمد اعظم سنہ ۳۰ محاربات میں شریک ہوتے رہے۔ سنہ ۳۰ میں انتقال کیا۔ |
| ۳۴ | سیسودیہ | راجہ رائے سنگھ سیسودیہ | پنجہزاری ذات پنجہزار سوار پانچسو دو اسپہ سہ اسپہ | رانا امر سنگھ کا پوتا تھا۔ شاہجہانی دور کا آغاز ہوا بادشاہ کو اُنکے باپ کی خدمات و رفاقت کا بہت کچھ خیال تھا رائے سنگھ اُس وقت بچہ ہی تھا۔ لیکن بیس ہزار انعام |

| نمبر شمار | نام خاندان | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
|---|---|---|---|---|
| ۲۷ | اودے پور | رانا راج سنگھ پسر رانا جگت سنگھ پسر رانا کرن سنگھ پسر رانا امر سنگھ پسر رانا پرتاب سنگھ پسر رانا اودے سنگھ پسر رانا سنگرام | پنجہزاری ذات پنجہزاری | رانا سنگرام کی بابر سے لڑائی ہوئی اور تیمور یہ خاندان نے نمایاں فتح حاصل کی۔ اکبر نے حملہ کر کے رنتن بھنور اور چتوڑ کے قلعہ فتح کئے۔ اکبر کی ڈپلومسی نے کچھ کام نہ دیا وہ ایک فتح کرتا رہا لیکن فرمانروائے اودے پور نے سر نہ جھکانا تھا نہ جھکایا۔ ہر مرتبہ پہاڑوں میں جا چھپا۔ جہانگیری زمانہ میں شاہزادہ خرم نے نمایاں فتح حاصل کی اور اودے پور کے راجہ کو قابو میں لے آیا۔ رانا دربار میں آئے بڑی آؤ بھگت ہوئی۔ کنور جگت سنگھ دکھن پر مامور ہوئے اور رانا کرن کی وفات کے بعد منصب پنجہزاری ذات و سوار سے مفتخر ہو کر خطاب رانا سے سرفراز کئے گئے۔ سنہ ۲۶ میں رانا جگت سنگھ نے انتقال کیا اور صاحبقران ثانی نے راج کنور کو رانا راج سنگھ کا خطاب دیکر پنجہزاری منصب عطا فرمایا۔ اور اودے پور کی گدی پر بٹھا دیا۔<br>سنہ ۲۲ عالمگیری میں جب دھپپور رٹھالوں کے ساتھ رانا نے بھی بغاوت کی شاہی فوجیں مامور ہوئیں۔ رانا کو پکڑ نہ سکیں وہ پہاڑوں میں جا چھپے اور شاہی فوجیں تمام ملک پر قابض ہوگئیں۔ |

| نمبر شمار | نمبر پیڑھی | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
|---|---|---|---|---|
| | | راجچند جہانگیری شہزادی اسکی صاحبزادی داخل حرم جہانگیری ہوئیں | پانچصد سوار | لیکن جب شاہجہاں کا دور آیا تو سرداری قوم بندیلہ کا منصب راجہ دیبی سنگہ کو مرحمت ہوکر اور چہ کی حکومت عطا ہوئی۔<br>شاہجہانی عہد میں کام کئے اور صلہ پاتے رہے کابل قندھار کے معرکوں میں شریک ہوکر نام پیدا کیا۔ اجین سے کسی وجہ سے مہاراجہ جسونت سنگہ نے ان کو قید کر دیا۔ فتح کے بعد رہائی حاصل کر کے بارگاہ عالمگیری میں حاضر ہوئے اور منصب دو ہزاری ذات دو ہزار پانصد سوار سے سربلند کئے گئے سموگڈھ وغیرہ کے میدانوں میں جوہر دکھائے اور فوجداری بہیلسہ پر مامور ہوئے۔<br>سنہ ۱۰ ج میں شمشیر خاں کے ہمراہ مہم یوسف زئی پر مامور ہوئے سنہ ۱۳ ج میں محمد امین خاں قلعہ دار کے ساتھ کابل تعینات ہوئے اورنگ آباد میں چاردیواری کے باہر پچھم اور دکھن گوشہ میں راجہ کا آباد کیا ہوا پورہ ان کے نام سے مشہور ہے |
| | ۲ | راجہ جسونت سنگہ | خلعت ونقارہ | سنہ ۲۹ ج میں نقد انعام مرحمت ہوا۔<br>سنہ ۲۱ ج میں پسران چنپت بوندیلہ کی تنبیہ پر مامور ہوا۔ |

| نمبر شمار | نمبر پشت | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
|---|---|---|---|---|
| | | پسر راجہ پہاڑ سنگھ | | اُس کا جانشین مقرر ہو کر خطاب راجگی سے موصوف ہوا۔ اور معرکۂ اجین میں ہمراہ مہاراجہ کے موجود تھا لیکن موقعہ کے وقت کھسک گیا۔<br>سموگڈھ کے بعد دربار عالمگیری میں حاضر ہوکر مورد نوازش ہوا۔ اور کھجوہ کی لڑائی میں جانبازی کا حق ادا کیا۔<br>سنہ ۴ جلوس میں خان خاناں (میر جملہ) کے ساتھ ساتھ مہم آسام اور کوچ بہار میں متعین ہوا اور متھرا پور کی لڑائی بڑی بہادری سے لڑکر غنیم کی فوج کو پسپا کیا۔<br>سنہ ۷ جلوس میں سیواجی کی مہم پر دکھن متعین ہوا اور پھر مہم بیجاپور میں شریک رہا۔<br>سنہ ۲۳ جلوس میں قلعہ سیوانہ سیواجی سے فتح کیا۔ اور صلہ میں فرمان تحسین مرحمت ہوا اور منصب میں اضافہ کیا گیا۔<br>سنہ ۲۴ جلوس میں شاہزادہ اکبر کے تعاقب پر مامور ہوا۔ |
| ۲۵ | | راجہ دیبی سنگھ پسر راجہ بھارت شاہجہانی پسیر | دو ہزاری پانصد ذات دو ہزار | اور اندچھ کی گدی قدیم سے راجہ دیبی سنگھ کے مورث کے قبضہ میں چلی آتی تھی جہانگیر نے راجہ نرسنگھ دیو کو مرحمت فرمائی۔ |

| نمبر شمار | خاندان | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| | | | | سے سرفراز ہوا۔ سنہ ۳۰ میں اودنی (امتیاز گڈھ) کا قلعدار ہوا۔ منصب دو ہزار پانچصد ذات ہزار و پانچ صد سوار اور نقارہ مرحمت ہوا۔ سنہ ۳۴ میں منصب میں پچاس ہزار پانچصد سوار دو ہزار پانصد ذات کا اضافہ ہوا۔ اور سنہ ۴۹ میں سہ ہزار ذات و سہ ہزار سوار سے مفتخر ہوا۔ عالمگیر کے بعد محمد اعظم شاہ نے پنجہزاری منصب پر سرفراز کیا۔ اور شاہزادگان کی لڑائی میں ہراول کا سردار تھا۔ بہادری سے لڑ کر مارا گیا۔ |
| ۲۱ | بوندیلہ | راجہ اندرمن پسر راجہ پہاڑ سنگھ پسر نرسنگ دیو | پانچصد ذات چہار صد سوار (راجہ) | راجہ پہاڑ سنگھ شاہجہانی چہار ہزاری منصبدار تھے سنہ ۱۰۶۴ھ میں انتقال کیا اندرمن اور سبحان سنگھ دو بیٹے چھوڑے۔ اندرمن بجائے اپنے باپ کے پانچصد ذات و چہار صد سوار کے منصب سے سرفراز کیا گیا۔ عہدِ عالمگیری میں خطاب راجگی سے مفتخر ہو کر امارت کے درجہ پر پہنچا اور سنہ ۳۰ میں فوت ہو گیا باپ کے مرنے کے بعد سنہ ۳۲ شاہجہانی میں |

| نمبر شمار | [illegible] خاندان | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
|---|---|---|---|---|
| | | | | ناظم کے ہمراہ صوبۂ کابل میں تعینات ہوا۔ سنہ ۱۱ ج میں طلب ہوکر دھنی پر مامور کیا گیا اور پھر راٹھہ صوبہ کی فوجداری پر تعینات ہوا۔<br>سنہ ۲۰ ج میں بہادر گڈھ میں خدمات شاہی انجام دے رہا تھا کہ بیمار ہوکر وطن چلا گیا اور سنہ ۲۱ ج میں انتقال ہوا۔ |
| ۲۲ | بوندیلہ | راؤ دلیپ سنگھ<br>راؤ سبکرن بوندیلہ | سہ ہزار ذات<br>سہ ہزار سوار | سنہ ۱۱ ج میں منصب دو صد پنجاہی ہشتاد سوار پر سرفراز ہوا۔<br>پھر سنہ ۲۱ ج میں پانصدی ذات پانصد سوار کے منصب سے سرفراز ہوکر دکھن تعینات کیا گیا۔ اور دوبارہ شاہزادۂ محمد اعظم کے ہمراہ دکھن گیا۔ ضلع کونکن میں اس محنت اور جانفشانی کے ساتھ کام کیے کہ منصب میں حسب سفارش حسن علی خاں عالمگیری اضافہ ہوا۔ سنہ ۲۴ ج میں حسن خدمات کے صلہ میں ہفت صدی ہفت صد سوار پر ترقی پائی۔<br>سنہ ۲۹ ج میں غازی الدین خاں فیروز جنگ کے ساتھ شاہزادۂ محمد اعظم کو اپنی جان پر کھیل کر رسد پہنچائی۔ خطاب راؤ اور اضافہ منصب |

| نمبر شمار | نام خاندان | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
|---|---|---|---|---|
| | | | | پر سرفراز فرمایا۔ یہ راجہ اپنے باپ کی زندگی میں شاہی منصب داروں میں تھا۔ اور اپنے حسنِ خدمات سے سب کو گرویدہ کئے ہوئے تھا۔ وطن کی حکومت پر سرفراز ہونے کے بعد ہی ذوالفقار خاں نصرت جنگ کی ماتحتی میں شاہی خدمات انجام دیتا رہا۔ بادشاہ کو اس کی ذات پر بڑا بھروسہ تھا بتاریخ [illegible] میں اس کو خدمتِ خاص سپرد ہوئی۔<br>یلشکر خاں فیروز جنگ سے راجہ رام پسر سیواجی بھونسلہ کے اہل و عیال کو شاہی لشکر میں لانے کے لئے مامور ہوا۔ |
| ۱ | خاندان بوندیلیہ اوڑچھہ | راؤ سبکرن بوندیلہ پسر بھگوانداس پسر نرسنگھ دیو (قاتل ابوالفضل) | ہزاری ذات | شاہزادگی کے زمانہ کا رفیق تھا کھمنا کی تسخیر پر مامور ہوا اور اس کی دلاوری اور حسنِ تدبیر سے وہ ملک فتح ہو کر ممالکِ شاہی میں شامل ہوا۔ منصب ہزاری پر سرفراز کیا گیا جنگ اجین و گولڈھ اور کھجوہ میں عالمگیر کے رفاقت میں جانفشانیاں کیں اور سرفراز ہوتا رہا۔ اس کے بعد چنپت بندیلہ کی سرکوبی پر مامور ہوا [illegible] میں مرزا راجہ جے سنگھ کے ساتھ مہم سیواجی اور بیجاپور میں شریک ہوا۔ [illegible] میں محمد امین خاں |

| نمبر شمار | خاندان | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| ۱۹ | خاندان راٹھور بھورتیہ بیکانیری | راجہ انوپ سنگھ بھورتیہ پسر راؤ کرن | دو ہزار پانچصدی دو ہزار سوار | باپ کی زندگی میں دکھن کی مہم میں شریک رہا اور نمایاں خدمات انجام دیں۔ سنہ ۱۷ج میں بصلہ حسن خدمات بہادر خاں کوکہ کی سفارش پر خطاب راجگی مرحمت ہوا سنہ ۱۹ج میں دکھن کی لڑائیوں میں خاص نام پیدا کیا اور سنہ ۲۱ج میں اورنگ آباد کا صوبہ دار مقرر ہوا سیواجی بھونسلہ نے آکر شورش برپا کی راجہ انوپ سنگھ نے اپنی بساط سے زیادہ کر دکھایا اور اپنی تھوڑی سی جماعت لیکر مقابلہ کیلئے میدان میں آموجود ہوا لیکن قدرت کا تماشا دیکھو کہ اسی وقت خانجہاں بہادر ناظم دکھن معہ اپنی فوج کے سیواجی کا پتہ لگاتے ہوئے موقعہ پر پہونچ گئے اور سیواجی مہاراج موقعہ سے بلا لڑے ہوئے چلدیئے سنہ ۳۰ج میں نصرت آباد سکھر کا قلعہ دار اور فوجدار ہوا سنہ ۳۳ج میں امتیاز گڈھ (ادرنی) کی حکومت پر سرفراز کیا گیا اور سنہ ۳۵ج میں تبدیل ہوکر منصب دو ہزار پانچصدی و دو ہزار سوار سے سرفراز کیا گیا۔ |
| ۲۰ | بیکانیری | راجہ سروپ سنگھ | ہزار پانچصدی | انوپ سنگھ کے مرنے کے بعد اُس کے بیٹے سروپ سنگھ کو بادشاہ نے بیکانیر کی موروثی حکومت |

| نمبر شمار | نمبر خاندان | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| | | | | کی مہمات میں شریک ہوتے۔<br>سنہ ۱۰۶۷ھ میں جب شاہجہاں بیمار ہوئے تو شاہزادہ داراشکوہ نے تمام امرائے متعینہ مہم دکھن کو دربار میں واپس طلب کر لیا۔ اُن میں راؤ کرن بھی تھے مگر یہ دکھن سے بیکانیر چلے گئے۔<br>سنہ ۱ عالمگیری میں امیر خاں خوافی ان کی سرکوبی کے واسطے مامور ہوتے۔ راؤ کرن اُن کے ساتھ دربار میں آئے قصور معاف ہوا منصب پر بحال ہو کر دکھن میں تعینات کیے گئے۔<br>سنہ ۹ میں زمیندار چاندہ کی سرکوبی پر تعینات ہوتے وہاں کوئی ایسا قصور سرزد ہوا کہ جاگیر بیکانیر، سرداری قوم اور منصب، سے برطرف کر دیئے گئے اور سنہ ۱۰ میں بیمار ہو کر بمقام اورنگ آباد انتقال کیا۔<br>اورنگ آباد میں چار دیواری کے باہر دکھن اور پچھم کے گوشہ میں ان کا آباد کیا ہوا پورہ ہے جو اسی نام سے مشہور ہے۔<br>راؤ کرن کے چھ لڑکے تھے سوا تی راؤ اور انوپ سنگھ کے علاوہ سب نے لاولد انتقال کیا۔ |

| نمبر شمار | نام خاندان | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
|---|---|---|---|---|
| | | | | ہزاری ذات۔ نصرت جنگ ذوالفقار خاں کی سفارش سے اضافہ کیا گیا۔ مرہٹوں کی لڑائی میں ذوالفقار خاں کے ساتھ جانفشانی اور اخلاص سے خدمات انجام دیں اور اُن کے صلہ میں سنہ ۴۴ ج میں نقارہ مرحمت ہو کر سنہ ۴۷ ج میں منصب دو ہزاری پانچصد ذات و سوار سے سرفراز فرمائے گئے اور مومیدانہ کی زمینداری مرحمت ہوئی۔ عالمگیر کے بعد ان کا منصب چہار ہزاری ہوا۔ یہ اور ان کی اولاد اخلاص کے ساتھ خاندان مغلیہ کے خدمات انجام دیتے رہے ان کے خاندان کے ماتھے پر بدخواہی اور بغاوت کا داغ نہ لگنا تھا نہ لگا۔ یہ بڑی بات ہے۔ |
| ۱۸ | راٹھور کھبوتیہ بیکانیری | راؤ کرن راٹھور | سہ ہزاری ذات سہ ہزاری سوار | شاہجہاں کے زمانہ میں منصب سہ ہزاری ذات سہ ہزار سوار پر مفتخر ہوا۔ جب دولت آباد کی حکومت شاہزادہ اورنگ زیب کو مرحمت ہوئی تو یہ شاہزادہ موصوف کی ماتحتی میں دکھن میں تعینات رہ کر وہاں |

| نمبر | خاندان | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| | | | | لڑتا بھڑتا جا پہنچا۔ اور شجاعت کے ساتھ لڑکر شاہزادۂ داراشکوہ پر قربان ہوگیا۔ کوٹہ اس کی جاگیر میں تھا۔ جب عالمگیر کا ملک پر قبضہ ہوا تو اسی راؤ مکند سنگھ کا لڑکا جگت سنگھ دربار میں حاضر ہوا۔ اور باپ کا جانشین مقرر کیا گیا۔ دیکھو عالمگیر نے باپ کا بدلہ بیٹے سے نہیں لیا۔ جب سنہ ۲۵ (۱۰۹۲ھ) میں اس نے لاولد انتقال کیا تو بادشاہ نے اُس کے چچا کشور سنگھ کو اس کا جانشین مقرر کر کے کوٹہ کی گدی پر بٹھایا۔ |
| ۱۶ | ہاڈا کوٹہ | راؤ کشور سنگھ | | سنہ ۲۵ (۱۰۹۲ھ) عالمگیری میں بادشاہ نے ان کو بجائے راؤ جگت سنگھ کے کوٹہ کی حکومت پر سرفراز فرمایا۔ یہ راؤ مکند سنگھ شاہزادۂ محمد اعظم شاہ کے ساتھ مہم بیجاپور میں تعینات ہوئے اور اس مہم میں زخمی ہوئے سنہ ۳۰ میں شاہزادہ محمد اعظم کے ہمراہ مہم حیدرآباد میں مامور ہوئے۔ |
| ۱۷ | | رام سنگھ ہاڈا راجہ کوٹہ | دوہزاری پانچصد ذات | سنہ ۳۰ میں نقارہ مرحمت ہوکر اسی سال فوت ہوئے بجائے اپنے باپ کے کوٹہ کی حکومت پر سرفراز ہوئے اور منصب شش صدی سے |

| نمبر شمار | نام خاندان | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
|---|---|---|---|---|
| ۱۴ | خاندان ہاڈا بوندی | راؤ بدھ سنگھ پسر انرودھ سنگھ کوٹہ و بوندی | سہ ہزاری ذات | سنہ ۲۶ میں درجن سنگھ ہاڈا نے بوندی پر حملہ کیا۔ بادشاہ نے راؤ انرودھ سنگھ کو خلعت۔ اسپ و فیل اور نقارہ مرحمت فرماکر دکھن سے بوندی واپس کیا۔ اور مغل خاں کو معہ فوج کے امداد کے لئے ساتھ کیا۔ درجن سنگھ شکست کھاکر پہاڑوں میں چھپا۔ اور بوندی پر راؤ انرودھ سنگھ کا قبضہ ہوگیا۔<br>یہ راؤ انرودھ سنگھ بہادر شاہ وطن کی حکومت پر سرفراز ہوکر کے ساتھ صوبہ کابل میں تعینات ہوا۔ عالمگیر کی وفات کے بعد بہادر شاہ نے منصب میں اضافہ کرکے خطاب راج رام سے سرفراز کیا۔ کوٹہ اور مومیدانہ کی زمینداری انعام میں مرحمت فرمائی۔<br>بدھ سنگھ کے بعد ان کے لڑکے امید سنگھ اور ان کے بیٹے کشن سنگھ مسند نشیں ہوتے |
| ۱۵ | ایضاً | جگت سنگھ ہاڈا پسر مکند سنگھ پسر مادھو سنگھ پسر راؤ رتن ہاڈا | | مکند سنگھ ہاڈا۔ راؤ ستر پال ہاڈا کے عزیز قریب تھے جس طرح راؤ ستر پال سموگڈھ میں عالمگیر کے مقابلہ میں جان توڑ کر لڑے تھے۔ اسی طرح راؤ مکند سنگھ دھرمات پور کی لڑائی میں اورنگ زیب کے ہاتھی کے پاس |

| نمبر شمار | نام خاندان | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
|---|---|---|---|---|
| | | | | کے ہمراہ شاہزادہ شجاع کے تعاقب پر مامور ہوا اس کے بعد صوبہ دکھن میں مقرر ہوا۔ [illegible] میں امیرالامرا شائستہ خاں کے ساتھ محاصرۂ قلعہ جالنہ (اسلام آباد) میں شریک ہوا۔ مہاراجہ جسونت سنگھ کے ہمراہ سیوا جی بھونسلہ کی مہم پر تعینات ہوا اور جب اُنکے بجائے مرزا راجہ مامور ہوا تو یہ اخلاص اور عقیدتمندی کیساتھ اُن کے ساتھ کام کرتا رہا [illegible] میں چاندہ کی مہم میں شریک ہوا اور اورنگ آباد میں [illegible] میں فوت ہوا۔ اس کی بہن کی شادی مہاراجہ جسونت سنگھ کے ساتھ ہوئی تھی۔ مہاراجہ نے اپنی رانی کو دکھن بلاکر اپنر دباؤ ڈالا۔ مگر راؤ بھاؤ سنگھ نے جادۂ اطاعت سے انحراف نہ کیا اور مہاراجہ کی کوشش دکھن میں علَم بغاوت بلند کرنے کی رائیگاں ہوئی۔ راؤ نے ایک وفا شعار راجپوت کی طرح اپنی جان دی۔ |
| ۱۳ | خاندان ہاڈا بوندی | راؤ انرودھ سنگھ پسر کشن سنگھ | | راؤ بھاؤ سنگھ لاولد مرے تو عالمگیر نے ان کے بھائی بھگوت سنگھ کے پوتے انرودھ سنگھ کو بوندی کی حکومت پر سرفراز فرمایا۔ |

| نمبر شمار | نام خاندان | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
|---|---|---|---|---|
| | | | | ضبط اور گنجایش اس کو کہتے ہیں۔<br>عالمگیر کا مقولہ بالکل صحیح ہے ؎<br>ہیچ دانی کہ شیر مردی چیست<br>شیر مرد زمانہ دانی کیست<br>آنکہ با دشمناں تواند ساخت<br>دان کہ با دوستاں تواں زیست |
| ۱۲ | خاندان ہاڈا بوندی | راؤ بھاؤ سنگھ ہاڈا<br>پسر ستر پال<br>پسر گوپی ناتھ<br>پسر راؤ رتن<br>ہاڈا | منصب<br>سہ ہزاری | ہاڈا جوان۔ راجپوتوں کی گوت ہے<br>راؤ ستر پال کا لڑکا تھا۔ ستر پال کو جو ارادت<br>اور عقیدت شاہزادہ داراشکوہ کے ساتھ<br>تھی اُس کا یہ کرشمہ تھا کہ یہ راجہ جان ہتھیلی پر<br>لئے ہوئے اپنے بہادر راجپوت فوج کے<br>ساتھ عالمگیری فوج پر دلیرانہ حملہ آور ہوا لیکن<br>جان عزیز کھوئی اور سموگڑھ کا میدان عالمگیر<br>اور مراد کے ہاتھ رہا۔<br>سموگڑھ کے بعد راؤ بھاؤ سنگھ دربار عالمگیری<br>میں حاضر ہوا خطا بخش اور عذر پذیر شاہزادہ<br>نے نظر عنایت سے گریز نہ کیا۔ خطاب<br>راؤ کے ساتھ علم و نقارہ مرحمت فرما کر<br>سہ ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب<br>مرحمت فرمایا اور شاہزادہ محمد سلطان |

| نمبر | نام خاندان | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| | | | | تک پہونچ گئے بہادری کے ساتھ ہاتھی پر حملہ کیا اور مارے گئے۔<br>راجہ مان سنگھ اسی سوما کا لڑکا تھا اور باپ کے مارے جانے کے بعد بارگاہِ عالمگیری میں حاضر ہو کر ملازمانِ شاہی میں داخل ہوا کشن گڈھ بدستور جاگیر میں رہا۔ اور پورہ مانڈل کی فوجداری سپرد ہوئی۔<br>۳۵ جلوس عالمگیری میں ذوالفقار خاں نصرت جنگ کے ہمراہ جنجی کی تسخیر پر متعین ہوا۔ قلعہ مذکور کی فتح میں، ذوالفقار خاں کا بازو رہا۔<br>۴۳ جلوس میں منصب سہ ہزاری سے مفتخر ہوا اور اپنے آقائے نعمت کی وفات تک شاہی خدمات بجا لاتا رہا۔ باوجودیکہ راجہ روپ سنگھ عالمگیر کے کٹر دشمن تھے۔ لیکن عالمگیر نے ان کے لڑکے سے منہ نہ موڑا۔<br>اگر سموگڈھ میں عالمگیری فوج ٹوٹ نہ پڑتی تو راجہ روپ سنگھ نے شہزادۂ عالمگیر کا کام ہی تمام کر دیا تھا۔ |

| نمبر شمار | نام ریاست | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| | | | | سنہ ۴۰ ج میں منصب سہ ہزاری و دو ہزار<br>سوار سے سرفراز کیا گیا۔<br>شہنشاہ عالمگیر کے انتقال کے بعد شاہزادہ<br>اعظم نے پنجہزاری منصب عطا فرمایا اور خانگی<br>لڑائی میں اُن سے کام لینا چاہا۔ یہ سر جھکا کر نکلے<br>اور سیدھے جودھپور چلدیئے۔ |
| ۱۱ | راٹھور<br>کشن گڈھ | راجہ مان سنگہ<br>پسر راجہ<br>روپ سنگہ | منصب<br>سہ ہزاری<br>ذات | راجہ روپ سنگہ مہاراجہ جسونت سنگہ کے<br>چچا زادبھائی تھے جب ہری سنگہ اُن کے چچا<br>نے لاولد انتقال کیا تو حضرت صاحبقران ثانی<br>نے راجہ روپ سنگہ کو خلعت و اسپ عطا کرکے<br>کشن گڈھ کی حکومت مرحمت فرمائی اور اُسی<br>عہد میں عالم و نقارہ مرحمت ہوکر رفتہ<br>رفتہ منصب میں ترقی کرتے کرتے چار ہزاری<br>تک پہنچے۔<br>قلعہ چتوڑ کے انہدام کے لئے مامور ہوئے اور<br>اسی سال پرگنہ مانڈل گڈھ سرکار چتوڑ جاگیر میں<br>مرحمت ہوا راجہ روپ سنگہ شاہزادہ دارانشکوہ<br>کے دست راست تھے۔ اور سموگڈھ میں دلاوران<br>زمانہ کے حوصلہ سے بھی بڑھ کر لڑے۔<br>فوں کو چیرتے ہوئے اورنگ زیب کے ہاتھی |

| نمبرشمار | قوم و ریاست | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
|---|---|---|---|---|
| | | | | مرزا راجہ جے سنگھ کے ہمراہ سیواجی بھونسلہ کی مہم پر تعینات ہوئے اور حسن خدمات کے صلہ میں خلعت۔ اسپ۔ نقد انعام سے سربلند۔<br>سنہ ۹ھ میں مرزا راجہ کے ہمراہ مہم بیجاپور پر تعینات ہوئے۔ سنہ ۱۱ھ میں شاہزادہ معظم کے ہمراہ دکھن میں مامور ہوئے سنہ ۱۲ھ میں عبدالکریم میانہ کے مقابلہ میں صفیں درست کر رہے تھے۔ کہ موت آگئی۔ اور یہ نامی وفادار راجہ اس دار فانی سے چل بسا۔ |
| ۱۰ | راٹھور جودھپور | راجہ اندر سنگھ پسر راجہ رائے سنگھ | سہ ہزار ذات سہ ہزار پانچصد سوار | راجہ رائے سنگھ کا لڑکا اور راو امر سنگھ کا پوتا تھا۔ سنہ ۱ھ عالمگیری میں باپ کے انتقال کے بعد ملازمت شاہی میں داخل ہوا سنہ ۲۲ھ میں مہاراجہ جسونت سنگھ کے مرنے کے بعد خطاب راجگی سے موصوف ہوکر سرداری قوم راٹھور اور حکومت جودھپور پہ سرفرازی ہوئی۔<br>خلعت خاصہ شمشیر معہ ساز مرصع۔ اسپ معہ ساز طلائی اور فیل و علم اور نقارہ مرحمت ہوا۔<br>سنہ ۲۴ھ میں شاہزادہ اکبر کے تعاقب پر مامور ہوا۔ اسکے بعد دکھن کی مہمات میں متعین رہا۔ |

| نمبر شمار | نام قبیلہ | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
|---|---|---|---|---|
| | | | | تو پھر مہاراجہ نے سر اٹھایا لیکن نواب نظام الملک آصف جاہ آ گئے اور مہراجہ نے اطاعت پر کمر باندھ لی سنہ ۱۱۴۵ھ میں اُن کے بیٹے نے باپ کا کام تمام کر دیا اور خود جودھپور کے حاکم بن بیٹھے۔ |
| ۹ | راٹھور | راجہ رائے سنگھ<br>پسر اُدامر سنگھ<br>پسر راجہ گج سنگھ<br>راٹھور | | سنہ ۱۰۶۸ھ میں سموگڈھ کی لڑائی کے بعد متھرا کے مقام پر بارگاہِ عالمگیری میں حاضر ہو کر خلیل اللہ خاں کے ساتھ داراشکوہ کے تعاقب پر مامور ہوئے۔<br>اس کے بعد کھجوہ کی لڑائی میں شریک ہو کر جوہر دکھائے اور جب مہاراجہ جسونت سنگھ بادشاہی کارخانجات لوٹ کر کھجوہ سے جودھپور چل دئے تو عالمگیر نے راجہ رائے سنگھ کو ایک لاکھ روپیہ نقد مرحمت فرما کر خطاب راجگی سے سرفراز کیا۔ خلعت۔ اسپ۔ فیل۔ شمشیر مرصع۔ اور نقارہ عطا کر کے قبیلہ راٹھور کا سردار مقرر کیا۔ اور جودھپور کی حکومت کا امیدوار بنایا۔<br>جب جسونت سنگھ کا قصور معاف ہوا تو راجہ اندر سنگھ دربار میں طلب ہو کر جنگ دوم داراشکوہ میں شریک ہوئے۔ سنہ جلوس میں |

| نمبر شمار | نام خاندان | نام راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
|---|---|---|---|---|
| | راٹھور جودھپور | عمدۂ راجگان مہاراجہ جسونت سنگھ راٹھور پسر راجہ گج سنگھ راٹھور پسر راجہ سورج سنگھ | ہفت ہزاری ذات ہفت ہزار سوار پنجہزار دو اسپہ سہ اسپہ | واقعات کے لئے ملاحظہ ہوں صفحات ماقبل |
| | | مہاراجہ اجیت سنگھ پسر مہاراجہ جسونت سنگھ | | جودھپور میں مسجدیں توڑوادیں اور اذان کی ممانعت کی۔ مسلمانوں پر جب علانیہ مظالم ہوئے تو عالمگیر اُس جانب متوجہ ہُوا۔ مہاراجہ شکست کھاکر پہاڑوں میں جاچھپے اور عالمگیر کے مرنے کے بعد پھر ملک میں واپس آکر پُرانا آموختہ دوہرانا چاہا۔ لیکن بہادر شاہ کا زمانہ تھا فوراً ہی علاج ہوگیا۔ قصور معاف ہوکر منصبدار ہوگئے اور مختلف صوبوں میں تعینات رہے۔ ۲۲ ذوالحجہ ۱۱۲۷ھ کو نہایت دھوم دھام سے اپنی لڑکی کی شادی فرخ سیر کے ساتھ کی یہ آخری راجپوت لڑکی تھی۔ جو خاندانِ مغلیہ کے محلسرا میں داخل ہوئی۔ شادی کے بعد گجرات صوبہ داری کا پروانہ مہاراجہ اجیت سنگھ کو ملا۔ پھر سادات بارہہ سے سازش کرکے داماد کے قتل میں شریک ہوئے اور صوبۂ اجمیر کی صوبہ داری ملی۔ جب سادات کی بساط اُٹھ |

| نمبر شمار | نام خاندان | نام امیر و راجہ | منصب عالمگیری | خدمات |
|---|---|---|---|---|
| | | | | اُجین۔ جے پور۔ شاہجہاں آباد میں ۲۰۔۲۰ لاکھ روپیہ کے صرفہ سے اجرامِ فلکی کے مشاہدہ کے واسطے رصدگاہیں قائم کیں لیکن راجہ ۳۰ سال کے اندر ہی مرگئے۔ اس لئے یہ عظیم الشان علمی کام ناتمام رہا۔<br>انبر سے چار کوس کے فاصلہ پر شہر جے پور آباد کیا۔ یہ شہر صفائی اور خوشنمائی کے لحاظ سے بے نظیر ہے۔ |
| | کچھواہہ | بجے سنگھ اور راجہ جے سنگھ | عالمگیری امیر شاہ عالم نے سہ ہزاری ذات وسوار کے منصب پر سرفراز فرمایا | بجے سنگھ کا خطاب مرحمت ہو کر منصب سے سرفراز اور کابل شاہزادہ معظم کے ہمراہ تعینات کئے گئے۔ اپنی خدمات سے شاہزادہ کو خوش رکھا۔ جب معظم شاہ بہادر شاہ ہوئے تو ان کا ستارہ چمکا اور سہ ہزاری منصب مرحمت ہوا۔ شاہ عالم کو دونوں بھائی عزیز تھے۔<br>بجے سنگھ کا پیر جادۂ اطاعت سے بہک گیا اور جلدی راہِ راست پر آبھی گیا۔ لیکن راجہ بجے سنگھ نے تمام عمر اطاعت شعاری کو اپنا مسلک رکھا۔ اور آباو اجداد کے طریقہ پر رہے۔ |

| نمبر شمار | جس خاندان سے | نام امیر | منصب عہد عالمگیری | خدمات |
|---|---|---|---|---|
| | | | | اس صلہ میں دو ہزار ذات دو ہزار سوار پر<br>سرفراز ہوتے (دیکھو یہ تو نابالغ تھے۔ انکو عالمگیر<br>نے مسلمان کیوں نہ کر لیا؟)<br>بادشاہ کے انتقال کے وقت زندہ رہے<br>اور شاہ عالم بہادر شاہ کے زمانہ میں مہاراجہ<br>اجیت سنگھ سے سازباز کر لی لیکن پھر سنبھل گئے<br>اور تمام عمر خلوص کے ساتھ خاندان مغلیہ کے<br>خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۰ رشعبان ۱۱۵۶ھ<br>کو وفات پائی۔<br>راجہ جے سنگھ علم دوست تھے اُن کو علمی<br>قدردانی کا شوق تھا۔ زبان برج بھاشا کی<br>حسن وخوبی اُنہیں کی قدردانی اور کمال پُرری<br>سے ظاہر ہوئی۔ تمام ہندوستان کے عالم<br>فاضل۔ گنوان پنڈت انکے علمی دربار میں موجود تھے<br>لاکھوں روپیہ خرچ کر کے دہلی اور نواح دہلی<br>میں برج بھاشا کے شوق کو پھیلایا۔<br>علمائے ہاندنی شرح چغمنی وغیرہ کتب ہندسہ<br>کا عربی سے بھاشا میں ترجمہ کرایا۔<br>انہیں راجہ نے مرزا خیر اللہ بیگ کے ذریعہ<br>۔۔۔ جو علوم ریاضی میں بے نظیر عالم تھے |

| خدمات | منصب عہد عالمگیری | نام امیر | نام خاندان | نمبر شمار |
|---|---|---|---|---|
| ۱۵ ربیع الآخری ۱۰۹۵ھ کو بجائے اپنے باپ کے خطاب راجگی سے موصوف ہوکر منصب ہزاری ذات وچہار صد سوار مرحمت ہو اور اسی سال راٹھوروں کی تنبیہہ پر مامور ہوئے اس کے بعد اسلام آباد (متھرا) کی فوجداری پر سرفراز ہوکر سنہ ۴۴ جلوس ۱۱۱۱ھ میں وفات پائی۔ دربار عالمگیر سے ان کے بیٹے بجے سنگھ کو خطاب، راجہ جے سنگھ مرحمت ہوا جو راجہ جے سنگھ سوائی کے نام سے مشہور ہیں۔ | منصب ہزاری وچہار صد سوار | راجہ بشن سنگھ پسر راجہ کشن سنگھ کچھواہہ | کچھواہہ | ۴ |
| سلطنت مغلیہ کے دور آخری کے مشہور ارکان سلطنت تھے معزز خاندان کچھواہہ کے سردار، راجہ بشن سنگھ کے بیٹے اور مرزا راجہ جے سنگھ کے پرپوتے باپ کے مرنے کے وقت ہزاری ذات ہشت صد سوار کا منصب تھا۔<br>سنہ ۴۴ جلوس ۱۱۱۱ھ میں باپ کے مرنے کے بعد منصب ہزار پانصدی دو ہزار سوار پر مفتخر ہوکر خطاب جے سنگھ سے موصوف ہوئے۔ اور یہ نام ایسا چمکا کہ اصل نام غائب ہوگیا۔<br>سنہ ۴۵ جلوس میں عمدۃ الملک اسد خاں کے ساتھ قلعہ کھلنا (بخرلنا) کی تسخیر پر مامور ہوئے۔ اس وقت تک سن بلوغ کو بھی نہ پہنچے تھے لیکن اپنے حملہ ہائے شیرانہ [illegible] | دو ہزاری ذات دو ہزار سوار | دھیراج راجہ جے سنگھ سوائی پسر راجہ بشن سنگھ | کچھواہہ | ۵ |

| خدمات | منصب عہد عالمگیری | نام امیر | نام خاندان | نمبر شمار |
|---|---|---|---|---|
| خلعت موجد بر شمشیر معہ ساز مرصع۔ اسپ عربی معہ ساز طلا۔ فیل معہ جھول زرلنبت وساز نقرہ مرحمت ہوا۔ اور اسی سال منصب پنجہزاری ذات و پنجہزاری سوار سے مفتخر ہوکر آسام کی مہم پر تعینات ہوئے اور خلعت مرحمت ہوا۔<br>سنہ ۱۲ میں منصب کے ایک ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر ہوئے۔<br>سنہ ۱۳ پنجہزاری ذات پنجہزاری سوار دو اسپہ سہ اسپہ سنہ ۱۹ ج ۱۰۸۶ھ خلعت و اسپ کے ساتھ بیش قیمت جواہرات مرحمت ہوئے اور اسی سال وفات پائی۔ | | | | |
| باپ کی زندگی ہی میں ملازمت شاہی میں داخل ہوئے اور صوبہ کابل میں تعینات سنہ ۱۳ میں حاضر دربار ہوئے بادشاہ نے خلعت اور سرپیچ مرصع مرحمت کیا۔ سنہ ۱۵ میں خلعت و شمشیر و اسپ و فیل اور نقد انعام سے سرفراز ہوئے۔ سنہ ۲۰ میں راجہ رام سنگھ کے مرنے کے بعد کابل سے دربار میں آئے خلعت و جاگیر اور خطاب راجگی سے مفتخر ہوکر اپنے وطن چلے گئے۔<br>سنہ ۲۵ میں خانہ جنگی میں زخمی ہوکر دو دن بعد ربیع الآخر سنہ ۱۰۹۰ھ کو انتقال کیا۔ | منصب ہزاری و چہار صد سوار | راجہ کشن سنگھ پسر راجہ مان سنگھ | کچھواہہ | ۳ |

| نمبر شمار | جز خانداں | نام امیر | منصب عہد عالمگیری | خدمات |
|---|---|---|---|---|
| | | | | **یادگاریں**<br>۱۔ اورنگ آباد میں ان کا آباد کیا ہوا جے سنگھ پورہ چہار دیواری کے باہر غرب رویہ موجود ہے<br>۲۔ اکبر آباد میں انہوں نے نفیس عمارتیں تعمیر کرائی تھیں۔<br>ایک عمدہ باغ ۱۰۰ بیگہ اراضی میں واقع تھا یہ عمارتیں اور لیکن اب نام و نشان باقی نہیں۔ |
| [illegible] | | کنور رام سنگھ پسر مرزا راجہ | پنجہزاری ذات پنجہزاری سوار | شاہجہانی منصب سہ ہزاری تھا۔<br>سموگڈھ کے بعد بارگاہِ عالمگیری میں حاضر ہوئے سنہ ۳ میں شاہزادہ سلیمان شکوہ کو کشمیر سے لائے اور انعام مرحمت ہوا۔<br>سنہ ۸ میں سنبھاجی پسر سیواجی ہمراہ لیکر دربار میں حاضر ہوئے اور اسی سال سیواجی کے استقبال کے لئے بھیجے گئے جو مرزا راجہ کے ذریعہ سے امان کے طالب ہو کر اطاعت کا [illegible] اٹھا چکے تھے۔<br>سنہ ۱۰ میں مرزا راجہ کی وفات پر خطاب راجگی سے مفتخر ہو کر منصب چہار ہزاری سے سرفراز کئے گئے۔ باپ کی کل جاگیر مرحمت ہو گئی |

# فہرست امرائے ہنود در عہد عالمگیر

(از مولوی سعید احمد صاحب مارہروی)

| نمبر شمار | نام خاندان | نام امیر | منصب عہد عالمگیری | خدمات |
|---|---|---|---|---|
| ۱ | کچھواہہ | مرزا راجہ جے سنگھ کچھواہہ (جے پور) | ہفت ہزاری ہفت ہزار ذات | سموگڈھ کی لڑائی کے بعد بمقام متھرا عالمگیری دربار میں حاضر ہوتے انعام اور جاگیر مرحمت ہوئی اور داراشکوہ کے تعاقب پر مامور کئے گئے سنہ ۱۰۷۰ و سنہ ۱۰۷۱ھ سیواجی مہراج کی مہم پر مامور ہوئے بسنہ ۱۰۷۵ھ قلعہ پورندھر اور کوکن کے دیگر مشہور قلعے فتح کئے سیواجی مہراج نے صلح کے لئے درخواست کی جو منظور ہوئی تفصیل کی ضرورت نہیں اور مرزا راجہ کی سفارش پر سنبھاجی کے نام پنجہزاری ذات پنجہزاری سوار کا منصب مرحمت ہوا اسی سال بیجاپور کی مہم پر مامور ہو کر کامیاب رہے ۲۰ محرم سنہ ۱۰۷۸ کو برہان پور پہنچکر اس دار ناپائیدار سے رخصت ہوگئے بادشاہ کو بہت صدمہ ہوا۔<br>راجہ مرزا علم سنسکرت میں مہارت رکھتے تھے۔ ترکی فارسی اور عربی زبانوں سے واقف تھے ۔ |

میں ہونی چاہیئے جو مضبوطی کے ساتھ حکومت کرسکے لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ فرخ سیر نے فتح کے بعد جہاندار شاہ اور امیر الامرا ذوالفقار خاں جو آصف الملک کے بیٹے نواب نصرت جنگ کو قتل کردیا اور فتح کے شادیانے بجاتے شاہانہ جلوس کے ساتھ ۲۳ ذوالحجہ ۱۱۲۳ھ کو دھلی میں داخل ہوا۔

جلوس میں جہاندار شاہ کی نعش ہاتھی پر تھی اور ہاتھی کی دم سے امیر الامرا نصرت جنگ کا سر بندھا ہوا تھا۔ ہاتھی کے پیچھے اسد خاں ننگے سر ننگے پیر آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے سر جھکاتے دہلی کی سڑکوں پر جا رہے تھے۔

خاندان کی مستورات مجبور کی گئیں اور انھوں نے بھی جلوس میں شریک ہوکر عبرت بین آنکھوں کے سامنے فاعتبروا یا اولی الابصار کا نقشہ پیش کردیا۔ انھیں اسد خاں کی سیادت اور بزرگی پر شاہنشاہ اورنگ زیب کا اس قدر اعتقاد تھا کہ ایک موقعہ پر جب مہم فتح نہیں ہوتی تھی تو گھبرا کر اسد خاں کو اس طرح لکھا:۔

"آں فدوی خود سید و کریم النفس است اگر بحضور قلب دعا کنند گنجایش دارد"

فرخ خاں نے اسد خاں کو پنشن دیکر نظر بند کردیا اور اسی نظر بندی کی حالت میں ۱۱۲۹ھ میں ۹۰ سال کی عمر میں اُن کا انتقال ہوا۔ اُن کی نعش بڑے تزک و احتشام سے شاہی مرقد سے خاندانی مقبرہ میں سپرد خاک ہوئی سے

صاحب نظرے کجاست تا درنگرد

کاں صولت و جبروت بہ ایں می ارزد؟

بجائے عمدۃ الملک جعفر خاں، دستور منظم کے سرفراز ہوئے۔ ہفت ہزاری منصب مرحمت ہو کر عمدۃ الملک کے خطاب سے عزت افزائی کی گئی۔ تلوار میں یہ زور تھا کہ لشکر اعدا پر گرتے اور دم کی دم میں میدان جنگ میں صفیں درہم برہم کر دیتے تھے اور مسند وزارت پر بیٹھ کر قلم میں وہ روانی آجاتی تھی کہ پیچیدہ سے پیچیدہ گتھیاں دم کے دم میں سلجھا دیتے تھے۔ دکھن کی لڑائیوں میں انھوں نے بڑا نام پیدا کیا۔ عالمگیر کو ان کی ہر ادا پسند تھی۔ بادشاہ پرست تھے مگر اپنے معروضات دربار میں بے خوف و خطر پیش کرتے رہتے اور حضرت عالمگیر ان کی بات کو کان دھر کر سنتے اور توجہ کے ساتھ حکم دیتے تھے۔ ان کی وزارت نے عہد عالمگیری میں چار چاند لگا دیئے تھے۔

وزیرے چنیں شہریارے چناں
جہاں چوں نگیرد قرارے چناں

یہ وزیر اور مدار المہام ہی نہ تھے بلکہ خلوت اور جلوت کے بیٹھنے والے۔ رقعات عالمگیری پڑھنے سے معلوم ہو جائیگا کہ دربار عالمگیری میں ان کا کیا درجہ تھا۔ ان کی بات کی کیا قدر تھی اور ان کی شخصیت کا کیا اثر تھا۔ امیر الامرا کا خطاب مرحمت ہوا۔ محمد ابراہیم سے نواب عمدۃ الملک امیر الامرا۔ آصف الدولہ اسد خاں بہادر فدوی خاص کے خطابات عطا ہوئے۔ عالمگیر کے انتقال کے بعد شاہ عالم نے ان کو وکیل مطلق کا منصب مرحمت فرمایا۔ جو وزارت عظمیٰ کے درجہ سے بڑھا ہوا تھا۔

جہاندار شاہ کا زمانہ آیا تو فسق و فجور کا دور دورہ ہوا۔ مگر ان کی آؤ بھگت میں کمی نہ ہوئی۔ فرخ سیر نے حملہ کیا تو انھوں نے جہاندار شاہ کو نظر بند کر دیا محض اس غرض سے کہ ہندوستان کی باگ ایسے بادشاہ کے ہاتھ

سو گواروں کو مرحمت ہوکر ماتم سے نکالا گیا نعش آگرہ لائی گئی اور دریائے جمنا کے کنارے ایک عالیشان مقبرہ میں دفن کیے گئے۔

یہ عمارت اس وقت بھی موجود ہے۔ اور جعفر خاں کے مقبرہ کے نام سے مشہور ہے۔

## عمدۃ الملک امیر الامرا محمد ابراہیم اسد خاں مدار المہام

باپ کا نام خان قر خاں تھا۔ اُن کے خاندان کی دربار ایران میں بڑی قدر و منزلت تھی۔ لیکن شاہ عباس صفوی نے اپنے عہد میں اس خاندان کو اس قدر تنگ کیا کہ ان کے باپ وطن کو خیر باد کہہ کر مع اپنے بیٹے اسد خاں کے وارد ہندوستان ہوئے۔ یہاں دور جہانگیری کی آخری منزل تھی بڑی آؤ بھگت ہوئی یمین الدولہ صادق خاں کی لڑکی سے عقد ہو گیا۔ جب شاہجہانی عہد آیا تو اپنے آبائی خطاب ذوالفقار خاں سے مفتخر کیے گئے۔ اور منصب سہ ہزاری مرحمت ہو گیا۔ لیکن اسی زمانہ میں ٹھٹھہ آباد میں گوشہ نشینی اختیار کر لی اور وہیں سنہ [illegible]ھ میں راہی ملک بقا ہوئے۔

ابراہیم خاں انہی قتلغ خاں سہ ہزاری کے بڑے صاحبزادہ تھے۔ شاہجہان نے وزیر آصف خاں (ابوطالب شائستہ خاں کے والد) کی لڑکی سے ان کا عقد کر کے بخشی دوئم کے منصب پر سرفراز فرمایا رفتہ رفتہ سہ ہزاری ہو گئے جب عالمگیری آفتاب چمکا تو چہار ہزاری منصب ہوئے اور ترقی کرتے کرتے ۲۶ رجب [illegible]ھ کو وزارت کلی کے منصب پر

کو منصب ماتم مرحمت فرما کر ان الدین خاں بنا دیا۔ اور کچھ دنوں کے بعد اعتماد خاں
کا خطاب مرحمت ہوگیا۔ اعتماد خاں نے تمام عمر بادشاہ پرستی اپنا شعار رکھا۔

## عمدۃ الملک مدار المہام جعفر خاں

صادق خاں میر بخشی کا لڑکا آقا طاہر وصلی کا پوتا اور یمین الدولہ آصف خاں
مدار المہام کا بھانجا اور داماد تھا۔ عہد شاہجہانی میں منصب پنجہزاری پر فائز تھے
مگر جب عہد عالمگیری میں فاضل خاں کا انتقال ہوا تو اس وقت یہ صوبہ مالوہ
کے صوبہ دار تھے۔ سیاحت کشمیر سے واپسی پر عالمگیر نے ان کو مدار المہامی
کے منصب کے لئے انتخاب فرما کر طلبی کا حکم جاری کیا۔ اور ۳ ربیع الاول سنہ
جلوس میں جعفر خاں نے پانی پت کے مقام پر شرف باریابی حاصل کیا۔
اور عمدۃ الملک کا خطاب مرحمت ہوکر منصب مدار المہامی پر فائز ہوئے مدار المہامی
کی خدمات اس خوش اسلوبی اور ایمانداری سے انجام دیں کہ عالمگیر کو کبھی اعتراض
کا موقعہ نہ ملا۔ مشکل کاموں کو چٹکی بجاتے کرتے تھے۔ جب بیماری
کی وجہ سے بستر علالت پر صاحب فراش ہوگئے تو بادشاہ بلا ناغہ ان کی
عیادت کو جاتے تھے۔ عمر نے وفا نہ کی اور بمقام دہلی ۲۵ ذوالحجہ ۱۰۸۱ھ میں
اس دار فانی سے کوچ کیا۔

تین روز تک برابر شاہی مطبخ سے کھانا ان کے سوگواروں کے لئے بھیجا
گیا اور شاہزادگان اکبر و محمد اعظم کو تعزیت کے لئے ان کے لڑکے نامدار خاں
اور کامگار خاں کے پاس بھیجکر کلمات تسلی آمیز کہلا بھیجے۔ بعد خلعت ماتم،

ان کو عزیز رکھتے تھے جب کشمیر چلے تو راجہ مدار المہام بھی ہمرکاب تھے لیکن کشمیر کے قریب پہونچکر ۱۱ر ذیقعدہ ۱۰۳۷ھ کو راجہ نے دائمی مفارقت اختیار کی۔

عہد عالمگیری میں اُن کا منصب دو ہزار پانصدی ذات اور پانصد سوار تھا۔ اور خطاب راجہ سے مفتخر تھے۔

## مدار المہام فاضل خاں

نام ہی کے فاضل نہ تھے بلکہ فی الحقیقت فاضل اجل، جامع علوم دینی دنیوی تھے اور جامعیت علوم اور معاملہ فہمی میں یگانۂ روزگار۔ اور علم نجوم میں پوری دستگاہ رکھتے تھے۔ اکثر احکام از روئے نجوم ایام شاہزادگی میں عالمگیر کو لکھ کر دیئے تھے۔ وہ بجنسہٖ پورے ہوئے۔ جو واقعہ مہم دکھن میں خواص پورہ کے مقام پر پیش آیا۔ فاضل خاں نے برسوں پہلے اس کی پیشین گوئی کردی تھی۔

اوائل عہد عالمگیری میں میر سامان کے عہدہ پر فائز رہے جب مدار المہام رائے رایان راجہ رگھوناتھ نے انتقال کیا تو بادشاہ کی نظر انتخاب انہیں پر پڑی اور ۱۲ر ذیقعدہ ۱۰۷۳ھ کو ۷۰ سال کی عمر میں قلمدان مدار المہامی اُن کے سپرد ہوا۔ لیکن عمر نے وفا نہ کی اور ۲۷ ر ذیقعدہ کو راہی ملک بقا ہوئے۔ جو مقبرہ اپنے لئے لاہور میں بنوا گئے تھے۔ اُسی میں دفن ہوئے۔ عالمگیر کو اُنکے انتقال کا اس قدر صدمہ ہوا کہ عید گلابی نہیں منائی۔ مرحوم کے کوئی اولاد نہ تھی لیکن اسی زمانہ میں مرحوم کے برادر زادہ برہان الدین ایران سے آئے ہوئے تھے۔ اُن

## عالمگیری مدارالمہام

### رائے رایان راجہ رگھوناتھ داس

راجہ رگھوناتھ داس حساب کتاب اور معاملہ فہمی میں بے نظیر تھا۔ نواب سعداللہ خاں کی سرکار میں عام متصدیوں میں ملازم ہوئے اور ترقی کرتے کرتے اُن کی نیابت پر پہنچے جو کام دیا گیا وہ شوق کے ساتھ انجام دیا۔

کمال کے قدر دان حضرت صاحبقران ثانی کو اُن کی ذہانت اور قابلیت بھا گئی اور مدارالمہام کی سرکار سے اُن کی خدمات شاہی دربار میں منتقل ہوئیں ایک ہزار ذات اور چار سو سوار کا منصب مرحمت ہو کر رائے کے خطاب سے سرفراز کئے گئے۔

نواب سعداللہ خاں کے انتقال کے بعد کچھ دنوں کے لئے مدارالمہام ہو گئے لیکن پھر خالصہ شاہی کی دیوانی پر واپس آئے۔

سموگڈھ کی لڑائی کے بعد عالمگیری دربار میں حاضر ہوئے۔ کھجوہ اور جنگ دوم دارا شکوہ میں راجہ نے قلم کے بجائے تلوار ہاتھ میں لی۔ اور خوب مردانگی کے جوہر دکھلائے۔ عالمگیر کے دل پر نقش ہو گیا کہ راجہ صرف قلم ہی کا مالک نہیں بلکہ تلوار کا بھی دھنی ہے۔

عہد عالمگیری میں راجہ مستقل طور پر مدارالمہامی کے منصب اعلیٰ پر فائز رہے اور اپنے خدمات خیر خواہی اور ایمانداری کے ساتھ انجام دیتے رہے خدمات کے صلہ میں راجہ کا خطاب مرحمت ہوا۔ قابلیت اور خیر خواہی کی وجہ سے عالمگیر

ہے۔ ناظرین خود ہی فیصلہ کرلیں گے کہ اس میں قصور کس فریق کا ہے!

عالمگیر نے اطلاع پاکر بخشی الملک سربلند خاں کو ان راجپوتوں کی سرزنش کے واسطے بھیجا اور خود اجمیر ہو کر شاہزادہ محمد اکبر کو ایک بڑی فوج کے ساتھ اس مہم پر تعینات کیا۔ جب راجپوت اس عظیم الشان فوج سے گھر گئے تو انہوں نے درگا داس نامی راجپوت کی چرب زبانی سے فائدہ اٹھا کر شہزادہ محمد اکبر کو سلطنت کا سبز باغ دکھلایا اور شہزادہ اس خوشنما جال میں پھنس کر ستر ہزار فوج کے ساتھ باپ کی جانب بڑھا۔ بادشاہ کے پاس خاص عملہ و خدمتگار ملا کر آٹھ سو آدمی سے زیادہ نہ تھے کوئی اور بادشاہ ہوتا تو جان بچا نہ سکتا۔ لیکن عالمگیری ڈپلومیسی نے سب کو بچا دکھلایا۔ راجپوت فوج بھاگ نکلی، شاہزادہ اکبر نے جلا وطنی اختیار کی اور اسی حالت میں مرا۔ اس فتح کے بعد راجپوتانہ بالکل ٹھیک ہوگیا۔ اور عالمگیر نے مشہور راجہ امرسنگھ والی جودھپور کے پوتے راجہ اندرسنگھ کو راجہ کے خطاب سے سرفراز فرماکر خلعت خاصہ علم ذوالفقارہ شمشیر مرصع اور دیگر لوازمات شاہی مرحمت فرماکر جودھپور کی گدی پر متمکن کیا۔ اور اس طرح سے حق حقدار کو پہنچا۔

عالمگیر پر الزام ہے کہ اس نے جودھپور کے نابالغوں پر ایسے مظالم کئے کہ راجپوتانہ کے راجہ مہاراجہ بدظن ہوگئے۔ اس واقعہ کے بعد پھر کبھی مغلیہ جھنڈے کے نیچے لڑتے نہیں گئے۔ لیکن فہرست کے ملاحظہ سے جو ہم نے آگے کتاب کے آخر میں درج کی ہے معلوم ہوگا کہ عالمگیر کے مرتے دم تک راجپوت مہاراجہ مغلیہ مہموں میں ساتھ رہے۔ خود مہارانا اودے پور کے بھائی مہاراجہ بھیم دکھن کی لڑائیوں میں ساتھ رہے اور مغلیہ فوج کے پہلو بہ پہلو رہ کر اپنا نام پیدا کر گئے۔

ان کی امیرانہ یادگار سے جمنا کے کنارہ موضع گھٹواسمیں جو شہر آگرہ کے نواح میں ہے۔ مہاراجہ کی کچہری کا مکان موجود ہے۔ اور راجہ جسونت سنگھ چھتری کے نام سے مشہور ہے۔ اورنگ آباد دکھن میں چہار دیواری کے باہر مشرق دیہ ان کا آباد کیا ہوا پورہ موجود ہے۔ اس کے قریب ہی ایک عمدہ عمارت بنائی تھی جس کے نشانات اب بھی کچھ باقی ہیں ایک تالاب بھی ہے۔

سلطنت تیموریہ کا قاعدہ تھا کہ منصبدار صوبہ دار کی وفات کے بعد اُن کے وارث سوگواری میں بیٹھتے تھے۔ اور وقت مقررہ کے بعد جس درجہ منصبدار ہوتا تھا اُسی درجہ کا امیر یا شاہزادہ اسکے مکان پر جاکر بادشاہ کی جانب سے تعزیت کی رسم ادا کر کے خلعت پہنا کر ماتم کدے سے باہر نکالتا تھا۔ اور پھر بادشاہ کی قدمبوسی کے بعد منصب مرحمت ہوا کرتا تھا

مہاراجہ جسونت سنگھ کے انتقال کے بعد مہاراجہ کے عزیز اور پسماندگان اُنکی بیگمات کو بلا اطلاع لیکر کابل سے چلدیئے۔ جب دریائے اٹک پر پروانہ لیے بغیر مانگا گیا تو میر بحر پر حملہ کر کے اُس کو زخمی کیا۔ تلوار چلی اور چونکہ سرکاری آدمی کم تھے اس لئے مارے گئے۔ رانیاں دریائے اٹک اتر کر پنجاب میں آگئیں۔ عالمگیر کو اطلاعات کی خبر ہوتی رہی جب یہ قافلہ دہلی پہنچا تو تنبیہً پہرہ لگادیا گیا راجپوتوں نے حماقت پر حماقت یہ کی کہ مصنوعی رانیاں اور راجکمار بناکر چھوڑ گئے اور رانیوں کو معہ لڑکوں کے لیکر جودھپور چلدیئے اور وہاں جاکر اس قدر فساد مچایا کہ تمام راجپوتانہ میں بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی مسجدیں شہید کی گئیں۔ راجہ اندر سنگھ راٹھور حاکم جودھپور اور محمد طاہر خاں فوجدار نے خیریت اسی میں دیکھی کہ کان دباکر اجمیر واپس ہوئے۔ صورت حال سے حضرت عالمگیر کو خبر دی جنہوں نے بلا کسی تنقید کے معاملہ کی صورت پیش کردی

چل پڑگئی۔ لیکن عالمگیر کے چہرہ پر شکن نہ آئی۔ باقیماندہ فوج سے شاہزادہ
شجاع کو شکست دیکر مہاراجہ کی طرف رخ کیا۔ اور کھجوہ سے اجمیر پہونچ گیا۔
پروفیسر سرکار نے خوب کہا ہے: دغابازی اور نمک حرامی ہر ملک اور
قوم میں معیوب ہے لیکن ایک راجپوت کے لئے بہت زیادہ شرمناک۔ کھجوہ
سے واپس آکر مہاراجہ نے شاہزادہ داراشکوہ کو سبز باغ دکھا کر گجرات سے
طلب کیا اور جب شاہزادہ نواحِ اجمیر میں آگیا تو مہاراجہ [illegible] دوبارہ
میں حاضر ہوئے۔ اور مرزا راجہ رام سنگھ کی سفارش سے دوبارہ قصور
معاف کرا لیا منصب بحال ہو کر صوبہ گجرات کی حکومت پر مامور ہوتے بیچارے
داراشکوہ نے پھر تقدیر آزمائی کی اور پانسہ خلاف پڑا۔ مہاراجہ ۱۰۷۱ھ میں
سیواجی کے مقابلہ کے لئے بھیجے گئے۔ دھرمات پور کی خفت نے یہاں بھی
چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ اور سیواجی سے ساز کر گئے۔ مہاراجہ بلندی پر بہت
کچھ زور ڈالا۔ اگر انہوں نے وفاشعاری کے جادہ سے قدم باہر نہ نکالا۔ اور
جوانمردی کے ساتھ سیواجی کا مقابلہ کرکے اُن کا قافیہ تنگ کرتے رہے۔ جب
عالمگیر کو خبر پہونچی تو مہاراجہ کو دکھن سے واپس طلب کرلیا۔ مگر کوئی سزا نہیں دی۔
۱۰۷۶ھ میں شاہزادہ معظم کے ہمراہ کابل اور ۱۰۷۷ھ میں دکھن مامور
کئے گئے اور بعد جمرود اور مضافات کابل کی حکومت اُن کے سپرد ہوئی۔
اور اسی جگہ ۶ ذی الحجہ ۱۰۸۸ھ کو انتقال کیا۔
دکھن کی آخری تعیناتی کے بعد سے مہاراجہ نے راستبازی اپنا مسلک
قرار دیدیا تھا اور سچ تو یہ ہے کہ مرتے دم تک اپنے عہد پر قائم رہے۔

کا مقابلہ دہرات[51] پور (نواح اُجین) میں ہُوا۔ مہاراجہ نے استقلال کے ساتھ مقابلہ کیا۔ راجپوت رام رام کا نعرہ لگاتے ہوئے شاہزادہ اورنگزیب کے لشکر میں گھسے چلے جاتے تھے۔ اور کھیرے ککڑی کی طرح کٹتے اور گرتے تھے لیکن حملہ پر حملہ کرتے ہی رہے۔ باوجود بہادری کے قسمت نے یاوری نہ کی۔ آٹھ ہزار راجپوتوں میں صرف پانچسو کی جان بچی۔ اور باقی قتل ہوئے۔ مہاراجہ خود بھی زخمی ہوکر جودھپور چلے گئے۔ اور خانہ نشین ہو گئے جب سموگڈھ کا میدان بھی اورنگزیب کے ہاتھ رہا تو مہاراجہ نے گھوڑے دوڑانے شروع کئے۔ اور مرزا راجہ رام سنگھ کی وساطت سے دربار عالمگیری میں حاضر ہوئے۔ قصور معاف ہوکر منصب بحال ہوگیا اور سپہ سالاری کا عہدہ قائم رکھا گیا۔

معافی کے بعد مہاراجہ جسونت سنگھ عالمگیر کی ہمرکابی میں شجاع کے مقابلے کے لئے کھجوہ[52] گئے۔ دونوں فوجیں آمنے سامنے پڑی تھیں۔ نہ معلوم کیا بات مہراجہ کے دل میں سمائی کہ شجاع سے ملکر اورنگزیب کی فوج پر آدھی رات کو شبخون مارا اور شہزادہ محمد سلطان کی فوج اور دوسرے امیروں کو غفلت کی حالت میں لوٹتے ہوئے جودھپور چل دئے۔ فوج میں ہل

[51] اس فتح کی یادگار میں دہرات پور کا نام فتح آباد رکھا گیا۔ اور یادگار میں عالمگیر نے سرائے اور مسجد بنوا کر ایک عمدہ باغ بھی نصب کیا باغ کا اب پتہ نہیں البتہ شکستہ مسجد کے قریب جنگل واقعہ ہے اور یہی کسی زمانہ میں باغ ہوگا سرائے کے بھی آثار باقی نہیں ہیں فتح آباد۔ اجین۔ اندور ریلوے لائن پر واقعہ ہے اور ریلوے جنکشن ہے۔

[52] فتح پور اور کانپور (E.I.R) کے درمیان ریلوے اسٹیشن بندکی سے ۹ میل پر ہے اور ضلع فتحپور میں تحصیل کا ہیڈ کوارٹر ہے یہاں شاہی عمارتیں اس وقت بھی موجود ہیں۔

## ۱۱- مہاراجہ جسونت سنگھ والی جودھپور

مہاراجہ جسونت سنگھ شاہجہاں کے ماموں زاد بھائی راجہ گج سنگھ کے چھوٹے لڑکے تھے۔ راجہ نے ۲ محرم سنہ ۱۰۴۸ھ کو انتقال کیا اور وصیت کے مطابق بادشاہ نے جسونت سنگھ کی تخت نشینی منظور کرکے خلعت اسپ و نقارہ اور خطاب راجگی سے مفتخر کیا۔

راجہ گج سنگھ کے دلیل مطلق تھا کر گج سنگھ منصب ہزاری اور چہار صد سے سرفراز ہو کر نو عمر راجہ کے اتالیق مقرر ہوئے۔ جوان ہو کر راجہ جسونت سنگھ نے سلطنت کی خدمت انجام دی۔ لیکن ننہالی قرابت کی وجہ سے ان کے مزاج میں شوخی اور بیباکی زیادہ تھی۔ اور شاہزادوں کو خطر میں نہ لاتے تھے۔ جس وقت اورنگزیب اور مراد کی آمد آمد کا شہرہ ہوا تو شاہزادہ دارا شکوہ کو ایک معتبر سپہ سالار کی ضرورت پیش آئی اور ان کی نظر انتخاب مہاراجہ پر پڑی۔ مہاراجہ کو ایک لاکھ نقد انعام دیا گیا۔

اور ہفت ہزاری منصب سے سرفراز فرما کر حکومت صوبۂ مالوہ ان کو تفویض ہوئی۔ یہ اپنا لشکر لیکر اجین پہونچے۔ اور دکھن کی متحدہ فوج کا انتظار کرنے لگے۔ اورنگزیب بھی پہونچ گیا اور قاصد مصالحت کے لئے دوڑنے لگے لیکن کچھ مفید نتیجہ نہ نکلا۔ ۲۲ رجب سنہ ۱۰۶۸ھ کو دونوں فوجوں

کو سرفراز فرمایا۔

جب بہادر شاہ کا زمانہ آیا۔ تو خطابات پر "امیرالامرا صمصام الدولہ" کا اضافہ ہو کر ہفت ہزاری منصب مرحمت ہوا۔ اور دکھن کی صوبہ داری پر مامور ہوئے۔ جہاندار شاہ کے زمانہ میں بھی ان کا دبدبہ قائم رہا لیکن بادشاہ کے فسق و فجور سے تنگ تھے۔ تنزی زیادہ بڑھی اور فرخ سیر نے حملہ کر کے شاہی فوج کو شکست دی اُس وقت امیرالامرا نے اپنے بوڑھے باپ کو مشورہ دیا کہ دکھن چل دینا چاہئے۔ مگر انہوں نے نہ مانا اور اُن کی رائے کے مطابق جہاندار شاہ کو گرفتار کر کے فرخ سیر کے دربار میں لے گئے۔ نذر قبول ہوتی مگر جہاندار شاہ اور یہ دونوں مارے گئے چونکہ باپ کی رائے پر عمل کرنے کی وجہ سے قتل ہوئے تھے اس لئے کسی نے یہ تاریخ فوت لکھی ہے:

"ابراہیم اسمٰعیل را قرباں نمود"

۱۱۲۴ھ

چونکہ ان کے کوئی اولاد وغیرہ نہ تھی اس لئے بے نام و نشاں رہے۔

"زبرج اسد رو نمود آفتاب"

محمد اسمٰعیل کی شادی اپنے ماموں نواب شائستہ خاں امیر الامرا کی لڑکی سے
ہوئی تھی لہذا حضرت عالمگیر کے خالہ زاد بھائی بھی تھے۔

عالمگیر کی نگرانی میں تعلیم پائی تھی۔ اس لئے بڑے پایہ کے امیر نکلے ان
کے ہاتھوں سے دکن اور کرناٹک کے سب قلعے فتح ہوتے اور مرہٹوں کا اس
درجہ استیصال ہوا کہ پاؤں رکھنے کو جگہ باقی نہیں رہی۔ انہوں نے جان
توڑ کر مشکل مہمات سر کیں۔ عالمگیر نے ان کو اعتقاد خاں نصرت جنگ بہادر
دلیر جنگ کے خطابات سے سرفراز فرما کر پنجہزاری منصب سے مفتخر کر دیا۔ اور
علم و نقارہ بھی مرحمت ہوا۔ نصرت جنگ نے دکن کا مشہور قلعہ جنجی فتح کیا تو
راجہ رام پسر مہاراجہ سیواجی اپنے اہل و عیال اور بوڑھی ماں کو چھوڑ کر قلعہ
سے بھاگ گیا۔ فتح کے شادیانے بجے۔ ناصر علی نے خوشخبری سنکر فوراً قصیدہ
نصرت جنگ کی مدح میں لکھا جس کا پہلا شعر ہے

اے شان حیدری ز جبین تو آشکار

نام تو در نبرد کند کار ذوالفقار

شاعر انعام سے مالا مال کر دیا گیا۔ لیکن دن ہی بھر میں سب خرچ کر ڈالا اور
رات کو چارپائی پر لیٹا تو کوڑی پاس نہ تھی۔ اب ایسے دینے والے کہاں
اور لینے والوں کی تو بفضلہ اس زمانہ میں بھی کمی نہیں۔

عالمگیر کے زمانہ میں نصرت جنگ کا ششہزاری منصب ہو گیا تھا
اور بخشی الملک سربلند خاں کے انتقال کے بعد عالمگیر نے اس عہدہ جلیلہ پر ان

طریقہ سے دکھن کے ملک پر حکومت کرتے ہے۔ اور کسی کو آنکھ ملا کر بات کرنے کی بھی جرأت نہ ہوئی۔ سیر چشم اور فیاض تھے۔ ان کی سخاوت، اور عالی ہمتی کا شہرہ سن کر عرب، عجم، توران، اور خراسان کے علماء اور فضلائے سنہ دیگر ارباب علم و فن کشاں کشاں ان کے دربار میں آتے تھے۔ اور علیٰ قدر مراتب ہر شخص کے ساتھ سلوک کیا جاتا تھا۔

امیرالامرا۔ آصف جاہ اول۔ دین پرور، نکتہ نواز، کرم گستر تھے۔ شاعری سے بہت ذوق تھا اور صاحب دیوان تھے۔ جب وزارت عظمیٰ کے منصب پر فائز ہوکر دہلی آئے تو اپنی غزل کا یہ شعر ؎

کے سوئے تین میرود آں دستِ حنائی
امروز کہ آئینہ گلزار بدست است

پیش کر کے خواہش ظاہر کی کہ غزل پوری کی جائے اور علامہ بلگرامی نے فوراً اسی بحر میں قصیدہ لکھ کر پیش کیا جو بہت پسند کیا گیا۔ قصیدہ کا پہلا شعر یہ ہے ؎

تا حسن ترا شعلۂ انوار بدست است     مہ راہمہ شب کاسہ گدا وار بدست است

اگر عالمگیر کے بعد میر قمرالدین کا قدم دکھن میں نہ ہوتا تو دکھن میں آج حیدر آباد کی ریاست نہ ہوتی۔

## ۱۰۔ خان نصرت جنگ ذوالفقار خاں

محمد اسمٰعیل نام تھا۔ عمدۃ الملک، نواب اسد خاں کے لڑکے مہرالنساء بیگم بنت آصف خاں کے بطن سے ۱۰۶۶ھ میں پیدا ہوئے۔ تاریخ ولادت:۔

سلطنت باہمی نزاع کے عالم میں تھے۔ نہ عالمگیری دبدبہ تھا۔ اور نہ صاحبقرانی شوکت وسطوت۔

نظام الملک دہلی پہونچے تو فضل علی خاں نے یہ قطعہ پیش کیا ؎

صد شکر کہ ذات دیں پناہی آمد　　رونق دہ ملک و بادشاہی آمد

تاریخ رسیدنش بگوشم ہاتف　　گفت آیت رحمت الٰہی آمد

دہلی پہونچکر حکم ملا کہ مرہٹوں کے اُٹھتے ہوئے طوفان کو روکا جائے۔ نظام الملک دھلی سے آگرہ ہوتے ہوتے قنوج اور مکن پور پہونچے اور دریائے جمنا کو کالپی کے نیچے عبور کیا۔ اور بھوپال کے نواح میں پہونچکر مرہٹوں کو شکست دی۔ اسی وقت نادر شاہ کی آمد آمد کا غلغلہ اٹھا۔ نظام الملک اس خبر کو سنکر فوراً دہلی لوٹ پڑے اور نادر شاہ کے ہاتھوں سے دھلی کا برباد ہونا اپنی آنکھوں سے دیکھ کر دکھن واپس ہوئے ترچنا پلی و کرناٹک کے ملک فتح کر کے اپنے معتمد قاضی نواب انوار الدین خاں گوپا موی کے سپرد کئے۔ اس سے پوری فراغت بھی حاصل نہیں ہوئی تھی کہ احمد شاہ درانی کی آمد آمد کی خبریں پاکر لشکر آراستہ کرنے لگے۔ برہان پور میں فوج کا اجتماع ہوا موت نے حملہ کر دیا اور نظام الملک مغلوب ہوکر ۴ جمادی الثانی ۱۱۶۱ھ کو بمقام برہان پور راہی ملک بقا ہوئے۔ مرقد شریف شیخ برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پائین دفن ہوئے۔

علامہ غلام علی آزاد بلگرامی تحریر فرماتے ہیں کہ تیموری امیروں میں ان سے زیادہ دبدبہ اور سطوت کا امیر ہندوستان میں نہیں گذرا۔ باید و شاید

فتح جنگ کے خطاب سے مفتخر کیا۔ امیر الامرا میر حسن علی خاں سے تعلقات میں برابر کشیدگی رہی جب محمد شاہ کا دور آیا تو بادشاہ گروں کا دور دورہ ختم ہوا اور نظام الملک فتح جنگ خاں دوراخاں وزارت عظمیٰ کے عہدۂ جلیلہ پر فائز کئے گئے اور خدمات کے معاوضہ میں صوبۂ گجرات اور مالوہ شامل صوبہ داری دکھن ہوکر ان کو مرحمت ہوئے۔

چونکہ محمد شاہ کے دربار کا رنگ بے رنگ ہو رہا تھا اس لئے ان کی اصلاح کی کوشش بیکار ہوئی۔ یہ عالمگیری نقشہ جمانا چاہتے تھے اور وہاں الٹتی بساط تھی۔ تنگ آکر دکھن چلے گئے۔ غیر حاضری کے زمانہ میں ان کی مخالفت دربار میں ترقی کرتی گئی۔ اور فوج کشی کرکے حاسد اور خود غرض درباریوں نے ان کو دکھن میں ختم کر دینا چاہا۔ وہ زمانہ بھی نظام الملک کے لئے بہت ہی پُر آشوب تھا۔ ایک طرف تو مرہٹوں سے لڑائی ٹھنی ہوئی تھی اور دوسری جانب سے یہ شاہی گولہ۔ لیکن خدا کو دکھن میں اسلام کا نام رکھنا منظور تھا اس لئے بوڑھے نظام الملک نے تمام دقتوں پر فتح پائی اور خود غرض درباری شکست کھا کر دہلی بھاگ گئے اگر یہ نہ ہوا تو یہ شعر؎

برسرِ تربتِ ما چوں گذری ہمت خواہ  که زیارت گہِ رندانِ جہاں خواہد بود

آج کس طرح اورنگ زیب کے مزار پر صادق آسکتا تھا۔

سلطنت مغلیہ کا ستارہ ڈوب رہا تھا اور محمد شاہ عجیب کشمکش و پیچ میں تھے۔ نظام الملک کی یاد پھر آئی اور فرمان کے ساتھ خطاب آصف جاہ کے مرحمت ہونے کی مبارکباد بھیجکر جلد دہلی پہونچنے کی تاکید کی۔ اب دربار اور

زبان کی ٹوٹی پھوٹی کشتی کی ناخدائی فرماتے ہیں ؎

اے در بقائے عمر تو نفعِ جہانیاں
باقی مباد ہر کہ نخواہد بقائے تو

خاں فیروز جنگ کی شادی نواب عمدۃ الملک سعد اللہ خاں (مدار المہام شاہجہانی) کی لڑکی سے ہوئی تھی جس کے بطن سے میر قمر الدین خاں نظام الملک آصف جاہ اول پیدا ہوئے۔

---

## ۹

# میر قمر الدین قلیچ خاں

یہ نواب فیروز جنگ کے بیٹے تھے اور سنہ ۱۰۸۲ھ میں پیدا ہوئے۔ وفا شعاری اور بہادری ان کی آبائی میراث تھی۔ جوان ہو کر خدمات بجا لائے۔ دکھن میں عمدہ عمدہ خدمات انجام دیں۔ اور عالمگیر کے دست راست بنے رہے منصب میں ترقی ہوتی گئی اور بالآخر پنجہزاری منصب سے مفتخر ہو کر ۱۱۱۸ھ میں انگوٹھی مرحمت ہوئی جس پر ان کا خطاب قلیچ خاں کندہ کرا دیا گیا تھا۔

جب قائم سالار رحلت کر گیا اور بہادر شاہ کا زمانہ آیا تو انکو خان دوراں خاں کا خطاب مرحمت ہو کر صوبہ اودھ کی حکومت سپرد ہوئی۔ جہاندار شاہ کے عہد میں خانہ نشین ہو گئے۔ جب فرخ سیر سریر آرائے سلطنت ہوا تو ان کو ہفت ہزاری منصب دیگر صوبہ داری دکھن مرحمت فرمائی۔ اور نظام الملک

ہیں سپہ سالاری کی بُری طرح خبر لی گئی۔ لیکن حُسنِ طلب سمجھکر بادشاہ نے اُن کی آرزو پوری کر دی۔

عالمگیر کے آخر زمانہ میں فیروز جنگ برار کے صوبہ دار تھے اور انتقال کے دن ایلچپور میں تھے۔ عالمگیر کے انتقال کے بعد شاہزادہ محمد اعظم نے تاجِ شاہی سر پر رکھ لیا۔ اور بادشاہ کے مقابلہ کا انتظام کرنے لگے فیروز جنگ نے بادشاہ کی وصیتوں کو یاد دلاکر ان کو باز رکھنا چاہا۔ شاہزادہ نے سخت جملے استعمال کئے جس کی وجہ سے تمام تورانی امیر بگڑ گئے۔ اور اس مہم میں شریک نہیں ہوئے۔ آخر میں اعظم شاہ کو روزِ بد دیکھنا پڑا اور جان بھی گئی۔

بہادر شاہ نے اپنے عہد میں فیروز جنگ کو صوبہ دار گجرات مقرر کر دیا۔ اس فتح نصیب امیر نے ۱۱۲۲ھ میں بمقام احمد آباد داعیِ اجل کو لبیک کہا اور نعش انہیں کے بنوائے ہوئے مقبرہ (اجمیری دروازہ کے قریب) دہلی میں سپرد خاک ہوئی۔

شیخ شہاب الدین کا اخلاق اخلاقِ محمدی کا نمونہ تھا۔ باوفا اور فتح نصیب تھے، جہاں گئے فتح ہاتھ باندھے ہوئے موجود۔ نابینائی کی حالت میں بھی فوج کی سرداری کر کے ملک اور قلعے فتح کئے۔ خطاب اور انعام سے سرفراز ہوئے ایسی مثال آجکل معدوم ہے۔ خان فیروز جنگ کی وفاشعاری کا سکہ عالمگیر کے دل پر ایسا بیٹھا ہوا تھا کہ ایک موقعہ پر جب حاسدوں نے پیچ مارا تو عالمگیر نے فوراً یہ جواب دیا "حاشا کہ برخان فیروز جنگ کہ از کجا تا کجا بایں حال رسید۔ گمانِ کفرانِ نعمت کہ کفر است کردہ شود"۔ انہیں خان فیروز جنگ کی یادگار آصف جاہ نظام الملک امیر الامرا میر عثمان علی خاں اس گئے گذرے زمانہ میں اردو

اقبال غالب رہا۔ اس خدمت کے صلہ میں خطاب فیروز جنگ اور نقارہ مرحمت ہوا۔

شاہزادہ محمد اعظم بیجاپور کا محاصرہ کئے ہوتے تھے لشکر میں قحط پڑ گیا۔ کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ رسد لیکر جائے۔ مگر فیروز جنگ نے بیڑا اٹھایا اور جان پر کھیل کر رسد پہنچائی۔ قلعہ بیجاپور فتح ہو گیا۔ اور بادشاہ نے فیروز جنگ کو "فرزند ارجمند بے ریو درنگ" کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ دیکھئے عالمگیر کس محبت کے ساتھ فیروز جنگ کی اس خدمت کا اعتراف کرتا ہے۔

"بدستیاری فرزندبے ریو ورنگ غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ مفتوح شد"

حیدرآباد کے محاصرہ میں بھی نمایاں خدمات انجام دیں اور فتح حیدرآباد کے بعد منصب ہفت ہزاری وہفت ہزار سوار مرحمت ہوا۔

دکھن میں طاعون کا مرض نمودار ہوا جس کا اثر کان، زبان اور آنکھ پر پڑتا تھا۔ فیروز جنگ اس مرض میں مبتلا ہو کر آنکھوں سے ہاتھ دھو بیٹھے یہ سب کچھ ہوا۔ مگر خدمات اسی تندہی اور جاں نثاری کے ساتھ انجام دیتے رہے جوان کا شعار تھا۔ سنتا گھوڑپڑہ مرہٹہ جرنل کا سران کے ذریعہ سے دربار میں پیش ہوا۔ ایسی سزائیں تو ممالک مفتوحہ میں آج بھی کمیاب نہیں ہیں؟

فیروز جنگ کی جاگیر شہزادہ بیدار بخت کے صوبہ میں تھی۔ عالمگیر نے ایک مرتبہ فیروز جنگ کی فوج کا جائزہ لیا اور منظوری سے زیادہ سامان پا کر ضبط کر کے شاہزادہ کو عتاب نامہ بھیجا۔ اس واقعہ کا ذکر ایک رقعہ میں موجود ہے۔ پرچہ نویسوں نے خبر دی کہ خان فیروز جنگ اپنے آپ کو سپہ سالار لکھے

آئے۔ عالمگیری عہد میں چار ہزاری منصب اور خان قلیچ خاں کے خطاب سے سرفراز ہو کر صدا لصدور ہو گئے۔ گولکنڈہ کے محاصرہ میں موجود تھے۔ اور گولہ سے زخمی ہو کر ۲۴ ربیع الاول ۱۰۹۸ھ گولکنڈہ ہی میں انتقال کیا۔ ان کی قبر چین قلیچ خاں کے مقبرہ کے نام سے نواح گولکنڈہ میں اب بھی موجود ہے۔ ان کے لڑکے شہاب الدین خاں عہد عالمگیری میں تو ران سے آئے اور صدی منصب سے مفتخر کئے گئے۔ جس زمانہ میں کہ شاہی فوجیں راجپوتانہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھیں اور شاہزادہ اکبر کی نقل و حرکت کا شاہی لشکر میں کچھ پتہ نہ تھا، عالمگیر نے ان کو مامور کیا۔ اجنبی ملک اور غیر مانوس زبان کبھی کا ہیکو ہندوستان آئے تھے اور یہاں کی زبان سے کیا واقفیت تھی۔ لیکن ہوشیار شہاب الدین گئے اور چودھویں دن واپس آئے لشکر میں روانگی کے بعد داخل ہو کر عالمگیر سے حالات عرض کئے اور بادشاہ نے خوش ہو کر فرمایا ؎

چوں لعل ہر کہ خون جگر خورد و صبر کرد
زیب کلاہ افسر اقبال میشود

درگا داس راٹھور اور دیگر شورش کنندگان کی گوشمالی ان کے سپرد ہوئی۔ اس خدمت کو بھی خوب انجام دیا۔ اور صلہ میں دارو غگی عرض مکرر کے عہدہ پر مامور ہوئے۔ دکن کی مہم میں اپنے جانبازانہ حملوں سے غنیم کا منہ پھیر دیا اور عالمگیر نے صلہ میں شہاب الدین سے غازی الدین خان بنادیا ماہیٹری کے مشہور قلعہ کے سامنے مرہٹوں سے لڑے اور آخر میں عالمگیری

جب خوشحال صوبہ داری کریں گے تو پُرانے امیر اور خانہ زاد طنبورہی بجائیں گے تو اور کیا کام کریں گے؟

دیکھیے کہاں وہ دبدبہ او رسطوت تھی اور کہاں یہ نوبت پہونچی اور صرف پانچ سال کے عرصہ میں ملک میں نہ کوئی انتظام باقی رہا۔ نہ رعیت پروری نہ تنظیم رہی اور نہ علم وہنر کی قدردانی۔ دکھن کا انتظام تو منہ ہیں دور خاص دار السلطنت اور ملحقہ علاقوں میں کیا کچھ نہ ہوتا رہا۔ لیکن کسی کے کان پر جوں نہ رینگی۔ کہاں کے واقعہ نگاری اور کیسی پرچہ نویسی سلطنت عیش وعشرت کے لیے تھی یا دردسری کے لئے۔ جو کچھ عالمگیر نے برسوں پہلے رقعوں میں لکھا تھا۔ اس کا ایک ایک حرف صحیح نکلا۔ ظاہر ہے کہ جب اولاد ایسی ہو تو عالمگیر نیک نام کیسے رہ سکتا تھا۔ سچ ہے یہ قصور عالمگیر ہی کا ہے۔ کیوں اس نے ایسی وسیع سلطنت قائم کی۔ اگر تھوڑا ملک ہوتا تو اولاد دیکھ بھال لیتی کہاں کشمیر کہاں داکن کھیڑہ۔ کجا کابل اور کجا بنگالہ۔ بھلا اس کا انتظام کس کے بس کا تھا۔ اس لئے اولاد نے جلد سے جلد گلو خلاصی کرکے جس کا ملک تھا اسی کے حوالہ کر دیا خود وبال سے بچے اور حضرت عالمگیر کو عقبیٰ کے بازپرس سے بچایا۔ یہ کچھ تھوڑا احسان ہے!

## ۸۔ خان فیروز جنگ

شہاب الدین نام تھا۔ اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ کی اولاد سے تھے۔ ان کے والد خواجہ محمد عابد عہد شاہجہانی میں ہندوستان

قدم رکھا۔
چونکہ ذوالفقار خاں نصرت جنگ کی مدد سے تخت نصیب ہوا تھا،
اسلئے اُن کا طوطی خوب بولا۔ امیر الامرا ہوئے منصب میں اضافہ ہوا کاروبار
سلطنت ان کے مشورہ سے انجام پاتے۔ عالمگیری امیر کنارہ کش ہو گئے
اور نظام الملک گوشہ نشینی سے باہر نہ نکلے۔
جہاندار شاہ کے زمانہ میں فسق و فجور کی بنیاد پڑی بھانڈوں اور قوالوں
کا دور دورہ ہوا قریب تھا کہ قاضی قرابکش اور مفتی مینوش ہوں لیکن ؎
جب تغافل اپنا شیوہ خفتہ قسمت نے کیا          ادھی سامان بیداری مشیت نے کیا
شاہزادہ فرخ سیر عظیم الشان (بہادر شاہ کا لڑکا) نے جو صوبہ بہار کا صوبہ
دار تھا حملہ کر دیا سموگڈھ کے میدان میں لڑائی ہوئی۔ جہاندار شاہ کو شکست
ہوئی اور قتل کیا گیا سلطنت مغلیہ میں جہاندار شاہ سے پہلے کوئی بادشاہ
فاسق اور کینہ پرور نہ تھا۔ ؎

پیری میں نہ کس طرح کروں سیر جہاں کی
دن ڈھلتے ہی ہوتا ہے تماشہ گذری کا

جہاندار شاہ بڑھاپے میں لال کنورکسبی پر فریفتہ ہو کر ہر قسم کے افعال
بیجا کا مرتکب ہوا کسبی کے بھائی خوشحال کو پنجہزاری منصب اور صوبہ داری
اکبر آباد سے مفتخر فرمایا جب خوشحال منصب اور صوبہ داری سے سرفراز
ہونے کے بعد خوشحال خاں ہو گئے تو امیر الامرا ذوالفقار خاں نے جماعت سے
کام لیکر دربار میں عرض کیا کہ اب خانہ زادوں کو طنبوری مرحمت ہونا چاہئے۔

زخم صاف کئے آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور بھرائی ہوئی آواز سے کہا۔
افسوس میں یہ حالت دیکھنے کے لئے زندہ رہا۔

ناعاقبت اندیش شاہزادہ نے جھلا کر اپنے بھائی کو جواب دیا کہ اور کس حالت
میں دیکھنا چاہتے تھے۔ مجھے تخت چاہیئے یا تختہ فوراً ہی غصہ کی وجہ سے خون
میں جوش پیدا ہوا اور ٹانکے کھل گئے۔ اس طرح سے شاہزادہ کام بخش نے
بھائی کے زانو پر داعیِ اجل کو لبیک کہا۔

اگر اعظم شاہ اور کام بخش جادۂ اعتدال سے قدم باہر نہ نکالتے تو تیموریہ
خاندان کی جو دھاک دکھن میں بندھ چکی تھی۔ اُس کا صدیوں تک اٹھانا کوئی
آسان اور معمولی کام نہ تھا۔ لیکن

"آزما ست کہ بر ماست"

# معزالدین جہاندار شاہ

بہادر شاہ کا لڑکا تھا۔ نظام بائی کے بطن سے ۱۰ رمضان المبارک ۱۰۷۱ھ
بروز چہار شنبہ پیدا ہوا۔ آنکھ کھلی تو مدبر اور جری امیروں کی گود میں جہان بانی
اور جہانبانی کی تعلیم جیسی چاہیئے تھی وہ عالمگیر نے دی۔

عالمگیر کے زمانہ میں حالت درست رہی۔ مگر بہادر شاہ کے زمانہ میں ان
کے جوہر کھلے۔ جب تک بہادر شاہ زندہ رہے کسی طرح سے آگ دبی رہی لیکن
اُن کے مرنے کے بعد ہی بھائیوں میں لڑائیاں شروع ہو گئیں۔ اور
معزالدین نے سب بھائیوں پر غالب آکر ۵۲ سال کی عمر میں تخت شاہی پر

وفات کے کچھ دنوں پہلے عالمگیر نے صوبجات حیدر آباد اور بیجاپور ان کو مرحمت فرماکر حکم دیا تھا کہ شاہی خیمہ کے سامنے سے نقارہ بجواتے ہوئے اپنے صوبہ کو جائیں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ ملک ان کو بشرط اطاعت بادشاہ وقت وادائے خراج مرحمت ہوا ہے۔ انھوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔

ان کے اور شہزادۂ اعظم کے لئے عالمگیر نے جو کچھ انتظامات مدتوں پہلے تجویز کر رکھے تھے اور شاہزادۂ معظم کو عملی جامہ پہنانے کے قبل ہی عالمگیر آگاہ کر چکے تھے اور شاہزادہ نے بھی اس پر اپنی رضامندی ظاہر کردی تھی لیکن عالمگیر کی وفات کے بعد ہی انھوں نے بہادر شاہ کو شہنشاہ تسلیم نہیں کیا۔ اور اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کر دیا۔

بہادر شاہ نے فوج کشی کی اور نواح حیدر آباد میں لڑائی کا نقشہ جم گیا مگر ہی انصاف کرو کہ نو مفتوحہ ملک میں ابھی پورا تسلط و اقتدار نہیں ہوا تھا۔ اور ضرورت تھی کہ متفقہ کوشش سے کارفرمائی کی جاتی تو قبضہ مضبوط و مستحکم ہو جاتا لیکن یہ کچھ تو نہ ہو سکا مگر عالمگیر کے مرتے ہی خانہ جنگیاں شروع ہو گئیں مرہٹوں نے ایک فریق کا ساتھ دیا۔ کام بخش کو شکست ہوئی اور زخمی ہو کر بے کسی کی حالت میں بہادر شاہ کے سامنے پیش ہوتے۔

بہادر شاہ کو اپنے بھائیوں اور عزیزوں کے ساتھ جو محبت تھی اس کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ کے صفحات خالی ہیں چنانچہ جب کام بخش بہادر شاہ کے سامنے لائے گئے تو بہادر شاہ نے ان کا سر زانو پر رکھکر ٹانکے دلوائے

ہمایوں میں ۱۷ ربیع الاول ۱۱۱۹ھ کو سپرد خاک ہوئی۔ شاہزادہ اعظم کے دو لڑکے زندہ رہے اور ان دونوں نے بہادر شاہ کے ظل عاطفت میں پرورش پائی۔

# ۱۱۔ شاہزادہ کام بخش

عالمگیر کا سب سے چھوٹا اور چہیتا لڑکا تھا۔ ۱۰ رمضان ۱۰۷۷ھ کو اودے پوری بیگم کے بطن سے دکھن میں پیدا ہوا۔ حافظ کلام ربانی تھا۔ کتب متداولہ میں اور بھائیوں سے زیادہ قابل اور ترکی زبان میں کافی مہارت رکھتا تھا۔ نہایت بہادر اور غیور تھا لیکن ناعاقبت اندیش۔ مہم جنجی پر تعینات ہوا تو راجہ رام مرہٹہ سے سازباز کرلی۔

راؤ دلیپ سنگھ بوندیلہ اور نواب ذوالفقار خاں نے نقل و حرکت کی بندش کر کے زیر حراست شاہی کیمپ کو واپس کیا۔ کچھ عرصہ تک معتوب رہنے کے بعد منصب وغیرہ بحال ہو گیا۔ اور پھر خدمات انجام دینے لگے۔

---

لہ دھولپور اور اکبر آباد کے درمیان ریلوے اسٹیشن ہے۔ سرائے جاجیو ایک موضع ہے۔ اب بھی سنگ خام کی اعلیٰ درجہ کی عمارتیں موجود ہیں۔ اور ایک نفیس مسجد بھی باقی ہے اُس کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ معمار ابھی گئے ہیں۔ اس کے متصل سے راہ دعو آگرہ سے گوالیار کو جاتی ہے) ایک پختہ ڈاک بنگلہ بنا ہوا ہے۔

طبیعت سے خوب واقف تھا۔

"تربیت نااہل راچوں گردگاں برگنبدلست"

شاہزادہ اعظم نے نہایت سرکش صوبوں میں صوبداری کی اور بایدوشاید طریقہ سے خدمات انجام دیئے۔ جب عالمگیر کا آخری وقت قریب ہوا تو ضروری وصیتوں کے بعد شاہزادہ کو حکم دیا کہ اپنے صوبہ میں واپس جائیں۔

بہ مشکل سے ۲۵ کوس پہونچے ہونگے کہ حضرت عالمگیر کے انتقال کی خبر معلوم ہوئی اسی وقت احمدنگر واپس آکر بموجب وصیت تجہیز وتکفین سے فارغ ہوئے۔

چونکہ دماغ میں سلطنت وحکومت کا دریا موجزن تھا اس لئے ۱۰ ذی الحجہ ۱۱۱۸ھ کو بمقام برہان پور باغ شالامار تاج شاہی سر پر رکھ کر سکہ کو اس شعر سے زینت بخشی ؎

سکہ زد در جہاں بدولت وجاہ — بادشاہ ممالک اعظم شاہ

اگر اعظم شاہ نے عالمگیر کی وصیتوں پر عمل کیا ہوتا تو لڑائی کی نوبت ہی نہ آتی اور سلطنت مغلیہ یوں تباہ و برباد نہ ہوتی۔ مگر منظور خدا یہی تھا اور وہی ہوکر رہا۔ بہادر شاہ نے لڑائی کو ٹالا۔ لیکن شاہزادہ محمد اعظم نے ایک نہ سنی اور کثیر فوج کے ساتھ بھائی کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوگئے۔ دونوں فوجیں جاجنگو نواح آگرہ میں مقابل ہوئیں۔ اعظم شاہ معہ شاہزدگان (بیدار بخت اور والاجاہ) مارے گئے اور فوج بھاگ گئی۔ نعش مقبرہ

کے ہمراہ روانہ ہوگئی۔

شاہزادہ داراشکوہ تہبارہ گئے اس وقت ملک جیون نے کمینہ پن کا ثبوت دیکر شاہزادہ کو دربار میں حاضر کر دیا۔ اور صلہ میں ہزاری منصب سے سرفراز ہو کر بختیار خاں کے خطاب سے مفتخر کیے گئے۔ اس نمک حرامی اور دغابازی کا صلہ جیسا سمجھے تھے ویسا نہ ملا۔

حضرت داراشکوہ کا آخری نتیجہ وہی ہوا جو اس زمانہ میں دعویداران سلطنت کا ہوا کرتا تھا۔

## ۵ شہزادہ محمد اعظم

یہ حضرت عالمگیر کا بیٹا تھا۔ دلرس بانو بیگم صبیہ شاہنواز خاں کے بطن سے ۲۵ شعبان ۱۰۶۳ھ کو پیدا ہوا۔

مزاج میں شورش زیادہ تھی اور اپنے مقابلہ میں کسی کو خیال میں نہیں لاتا تھا۔ ۱۰ صفر ۱۰۸۰ھ کو زیب بانو بیگم صبیہ شاہزادہ داراشکوہ سے اس کا عقد ہوا۔

اس شاہزادہ نے سلطنت کے ہر گوشہ میں عالمگیری ڈنکہ بجایا۔ ملک دکھن میں بادشاہ کے زیر نگرانی قلعوں پر قلعے فتح کئے۔ اور مورد تحسین و آفرین ہوا۔ بلند ہمت اور سیر چشم تھا لیکن اس کی مزاجی کیفیت کی وجہ سے عالمگیر اس سے زیادہ کسی دوسرے شاہزادہ کو پند و نصائح نہیں کرتا تھا ہر موقعہ پر رقعے لکھ کر اس کو نشیب و فراز سمجھاتا رہتا تھا۔ حالانکہ اس کی

نے کچھ پروانہ کی اور روانہ ہو گئے۔ کسی دوسرے والی ملک نے بھی مدد نہ دی۔
اپنی فوج پر بھروسہ کر کے شاہزادہ دارا شکوہ نے نواح اجمیر میں پھر تقدیر
آزمائی کی اور ناکامیاب رہے۔ اس مرتبہ جان بچانا مشکل تھا۔ مرزا راجہ
جے سنگھ اور مہاراجہ جسونت سنگھ نے راجگان سروہی، پالن پور وغیرہ کو
راستہ روکنے اور گرفتار کر لینے کے احکام جاری کر دیئے تھے۔ اور ہر راجہ
کو اس کی آرزو تھی کہ اگر دارا شکوہ مل جاتا تو تقدیر کھل جاتی۔ شاہزادہ دارا شکوہ
جان بچاتے ہوئے کچھ پہونچے۔ وہاں کے راجہ نے خاندان تیموریہ کے ساتھ
قرابت قائم کرنے کی تمنا میں اپنی لڑکی کا عقد سپہر شکوہ سے کر دیا (ملاحظہ
ہو ہسٹری مرتبہ پروفیسر سرکار)
یہاں سے شاہزادہ نے سرحد کے جانب رُخ کیا لیکن راجپوتانہ کے قریب
اس لئے ہوتے قافلہ کو جاٹوں نے لوٹ لیا۔ اُن کا یہ کارنامہ آب زر سے
لکھنے کے قابل ہے۔ کیونکہ اس قوم کے ساتھ بھی شاہزادہ نے احسانات کئے
تھے شکاریوں سے بچتا ہوا اور بیمار بیگم کو لئے ہوئے ملک دادر میں پہونچا
جو درہ بولن سے ۹ میل ہے۔ دارا شکوہ نے یہاں کے خان ملک جیون کی
جان بخشی کرائی تھی۔ اس لئے وفا کی امید تھی۔ لیکن ؎
خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم
اسی جگہ نادرہ بیگم (شاہزادہ کی عزیز بیگم) نے رمضان سنہ ۱۰۶۹ھ میں داعی
اجل کو لبیک کہا۔ بیگم حضرت میاں میر قدس سرہ العزیز کی عقیدت مند تھیں
اس لئے ان کی نعش دفن کے لئے لاہور بھیجی گئی اور جو کچھ جماعت تھی وہ نعش

معاملات طے ہوجائیں گے۔ لیکن شاہزادہ داراشکوہ نے سختی کے ساتھ اس تجویز کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا " من عنقریب ایں کوتاہ پاپجاہارا دستر عی پاپجامہ والے) " درعیب ستر سال د راؤ بیکانیر ادرخاندانی خطاب راجگی عالمگیر نے عطا فرمایا) خواہم دوانید۔

تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ مسلمان امیر سناٹے میں آگئے اسلئے کہ داراشکوہ کا ایسا کرڈالنا معمولی بات تھی۔ تم ہی انصاف کرو ایسی صورت میں مسلمان امیر کیا خاک لڑے ہونگے۔

بادشاہ سلامت بےبس تھے۔ کچھ نہ کرسکے اور سموگڈھ میں دونوں بھائیوں کا مقابلہ رمضان ۱۰۶۸ھ میں ہوا۔ داراشکوہ کو شکست ہوئی یہی متفقہ قوت اگر دکھن میں کارفرمائی کرتی تو یہ ملک برسوں پہلے آسانی کے ساتھ فتح ہوگیا ہوتا۔ میدانِ جنگ سے بھاگ کر شاہزادہ داراشکوہ نے راجپوتانہ کا رُخ کیا۔ لیکن وہاں کی زمین اور آسمان دشمن ہورہے تھے۔ مجبوراً گجرات چلے یہاں کے صوبہ دار نے فوج فراہم کرنے میں مدد دی ابھی انتظام مکمل نہ ہوا تھا کہ مہاراجہ جسونت سنگھ والیِ جودھپور کے قاصد نے پہونچکر خبر دی کہ تمام راجپوت والیانِ ملک براہ ہیں۔ شاہزادہ مع اپنی فوج کے روانہ ہوگیا۔ لیکن نواح اجمیر میں پہونچکر خبر ملی کہ مہاراجہ جسونت سنگھ دوسرے مرتبہ عفوِ تقصیر کے سلسلہ میں بارگاہِ عالمگیری کو جارہے ہیں۔ شاہزادہ داراشکوہ نے راجپوت والیانِ ملک کے ساتھ بہت کچھ احسانات کئے تھے اس لئے یہ سنکر اس کو حیرت ہوئی اور شاہزادہ سپہر شکوہ کو پیام دیکر روانہ کیا لیکن مہاراجہ

کے ساتھ عقیدت تھی۔ شاہزادہ کا عقیدہ تھا ہمہ اوست۔ اس لئے علمائے شریعت اُن کے مذہبی عقائد سے بدظن تھے۔ نہایت فیاض اور سیر چشم تھا لیکن مغلوب الغضب اور کینہ پرور۔ متانت اور سنجیدگی سے کوسوں دور۔ بڑے سے بڑے امیروں کو معمولی بات پر ذلیل کر دینا اُس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ شاہجہاں کے زمانۂ علالت میں امورِ سلطنت شاہزادہ داراشکوہ انجام دینے لگا۔ اسی وجہ سے قصے شروع ہو گئے۔ اُس وقت شاہزادہ اورنگ زیب حیدرآباد کی مہم میں ہمہ تن مصروف تھا۔ شاہزادہ داراشکوہ نے مدد بند کر دی۔ اورنگ زیب حیدرآباد کی مہم کو ختم کر کے ہندوستان روانہ ہو گیا۔

شاہزادہ داراشکوہ نے مہاراجہ جسونت سنگھ والی جودھپور کو ہفت ہزاری منصب عطا فرما کر اور انعام اکرام سے مالا مال کر کے مالوہ کی صوبہ داری مرحمت فرمائی اور اُس فوج کا اعلیٰ افسر مقرر کیا جو شاہزادہ اورنگ زیب کے بڑھتے ہوئے طوفان کو روکنے کے لئے مامور ہوئی تھی۔

مہاراجہ نے نواحِ اُجین میں مورچہ جمایا۔ اور باوجود اورنگ زیب کی منت وسماجت کے راستہ نہ دیا۔ اورنگ زیب نے مقابلہ کیا اور مہاراجہ شکست کھا کر جودھپور چلا گیا۔ اس کے بعد اورنگ زیب نواح آگرہ میں دریائے چنبل عبور کر کے سموگڈھ پہونچے اور حضرت خلافت پناہی کو ایک مفصل عریضہ لکھا جو دربار میں پڑھا گیا۔ امرائے سلطنت نے مشورہ دیا کہ بادشاہ سلامت سموگڈھ چلکر دونوں فوجوں کے درمیان میں اپنا خیمہ نصب فرمائیں تو سب

انہوں نے سلطنت کی شان اور آن بان کو قائم رکھا۔ سخاوت، عیب پوشی، خطا بخشی میں یگانۂ روزگار لیکن امورِ سلطنت سے بے پرواہ تھے۔ راتوں کو جاگتے تھے اور دن چڑھے سو کر اٹھتے تھے۔

بہادر شاہ کی شادی سنہ جلوس عالمگیری میں جبیتہ روپ سنگھ راٹھور کے ساتھ ہوئی اور اس بیگم کے بطن سے شاہزادہ محمد معظیم پیدا ہوئے۔

اس فیاض دوست بادشاہ نے ۲۷ سال کی عمر میں ۱۱ محرم ۱۱۲۴ھ ہجری یوم دوشنبہ کو انتقال کیا۔ اور قدوۃ الاصفیا حضرت محبوب سبحانی نظام الدین اولیا کے احاطہ میں بمقام دہلی دفن ہوئے۔ مدت سلطنت ۵ سال و ۲ ماہ۔

## ۴۔ داراشکوہ

یہ شاہجہاں کے بڑے لڑکے تھے۔ ۲۹ صفر ۱۰۲۴ھ کو پیدا ہوئے اور ۱۰۴۳ھ میں نادرہ بانو بیگم صبیہ شاہزادہ پرویز سے نکاح ہوا۔ سلیمان شکوہ اور سپہر شکوہ انہی بیگم کے بطن سے تھے۔ عربی و فارسی زبان پر مثل اہل زبان کے عبور رکھتا۔ سنسکرت کی تعلیم بنارس میں بہترین پنڈتوں سے حاصل کی تھی۔ اُن کے قیام کے لئے بنارس میں عمارت بنوادی گئی تھی۔ جو آج بھی موجود ہے۔ اور پرانی عدالت کے نام سے مشہور ہے۔ شاہزادہ داراشکوہ کو علمی ذوق تھا۔ صاحب تصنیف بھی تھے۔ سفینۃ الاولیا، مجمع البحرین، سر اسرار حق نما وغیرہ ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ داراشکوہ صوفی مزاج تھے اور ہر فرقہ کے فقیروں سے علی العموم مگر جناب شاہ محب اللہ الہ آبادی سے خصوصیت

معتقدین نے سر اور داڑھی کے بال کٹوانا اور منڈوانا چھوڑ دیا۔ اور سیاہ لباس پہننے لگے اور آج بھی اُس کی تعمیل ہوتی ہے۔

بہادر شاہ کے وقت میں گوبندجی اپنے گورو کے جانشین ہوئے۔ ان کا انتقامی جوش بہت زیادہ بڑھا ہوا تھا۔ گورو گوبند نے بےکس اور ضعیف مسلمان مرد اور عورتوں پر دل ہلا دینے والے مظالم کئے۔ حاملہ مسلمان عورتوں کو کھڑے کھڑے قتل کرا دیا۔ بہادر شاہ نے ذبح کشی کی اور گرو گوبند پہاڑوں میں جا چھپے اور عہد فرخ سیر میں عبدالصمد خاں صوبہ دار کشمیر کے ذریعہ سے گرفتار ہو کر اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔ شمالی ہندوستان میں یہ سب کچھ ہو رہا تھا لیکن دکھن میں سناٹا تھا۔ اور اس لئے تھا کہ مرہٹہ قوت عالمگیر کے ہاتھوں تباہ ہو چکی تھی اور جان باقی نہ تھی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ذرے موجود تھے۔ اور اُن میں بالیدگی کے آثار پائے جاتے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد مرہٹوں نے سر اٹھایا اور اگر احمد شاہ دُرّانی نے پانی پت کے میدان میں اس بڑھتے ہوئے طوفان کو نہ روکا ہوتا تو آج ہندوستان کی تاریخ مختلف ہوتی۔

سکھوں کی بغاوت کے بعد بہادر شاہ کی سلطنت میں امن و اماں قائم ہو گیا۔ نہ تو کبھی ذبح کشی کی نوبت آئی اور نہ کوئی ملک ہی فتح ہوا۔

بہادر شاہ میں وہ تمام باتیں موجود پائی گئیں جو حضرت عالمگیر نے ان کے سامنے جتلا کر ایک موقعہ پر بتلادی تھیں اور جن کا ذکر اس کتاب میں اپنے موقعہ پر آچکا ہے۔

حکومت کمزور تھی لیکن پھر بھی ان کا عہد غنیمت تھا اور یوں کہنا چاہئے کہ

اور امیر الامراء عمدۃ الملک اسد خاں وکیل مطلق ہوئے شاہزادگان محمد اعظم شاہ اور کام بخش نے عالمگیر کی وصیتوں پر عمل نہ کیا بھائیوں میں لڑائی ہوئی اور دونو مارے گئے۔ بہادر شاہ کو بھائیوں کے مارے جانے کا بہت صدمہ ہوا۔ اُن کی اولاد کو آخر عمر تک اپنے کلیجہ سے لگائے رکھا۔ دیکھنے والے فرق نہ کر سکتے کہ کون بہادر شاہ کا لڑکا ہے اور کون بھتیجا۔ زمانہ کی تاریخ ایسی مثال نہیں لاسکتی ہے۔

بہادر شاہ۔ اپنے بھائیوں سے فارغ نہ ہوا تھا کہ اجیت سنگھ پسر مہاراجہ جسونت سنگھ جودھپور نے عالمگیر کے مرنے کی خبر سنی تو پہاڑوں سے نکلکر جودھپور واپس آیا اور مسجدوں کا انہدام شروع کر دیا۔ اذانیں بند کرادیں اور مسلمانوں پر مظالم شروع کر دیئے۔ مہارانا اودے پور بھی اجیت سنگھ کے شریک حال ہو گئے لیکن اپنی ریاست میں مسجدیں وغیرہ شہید نہیں کرائیں۔

بہادر شاہ دکھن سے واپس آکر راجپوتانہ کی جانب متوجہ ہوئے تو مہاراجہ نے حاضر ہوکر معافی چاہی۔ بہادر شاہ نے دونوں مہاراجوں کا قصور معاف کر کے منصب واپس دیئے۔

بادشاہ ابھی راجپوتانہ میں تھا کہ سکھوں کی بغاوت کی خبریں آنا شروع ہوئیں سکھوں میں گرونانک جی کی مذہبی تعلیم انحطاط پر تھی۔ اُنکے جانشین گورو گوبند جی نے معاملات ملکی میں مداخلت شروع کر دی اس لیئے شاہی لشکر سے مقابلہ ہوا۔ گرو گوبند شکست اٹھا کر افغانی دوستوں کی مدد سے بہ تبدیل لباس چھاونی سرہند سے بچتے ہوئے اپنے وطن واپس آئے اور فقیرانہ زندگی بسر کرنے کے بعد قضا کر گئے۔ انہیں کے حکم کی تعمیل میں اُنکے

صوبۂ کابل۔ دکھن اور بنگال میں صوبہ دار رہے۔

حیدر آباد کی مہم پر تعینات ہوئے تو بدخواہوں نے انکی جانب سے حضرت عالمگیر کے دل میں شکوک پیدا کر دیئے۔ نواب بیگم کی سفارش سے جنگل خوردن کا منہ کا لاہوا لیکن دوسرے مرتبہ دار خالی نہ گیا اور شاہزادہ معظم نظر بند کر دیئے گئے۔ عالمگیر رہائی حاصل کرنے کے لئے اُن کو دعائیں بتلاتا تھا کہ پڑھو ایک گستاخ امیر نے عرض کیا کہ جب اس قدر گرویدگی ہے تو شاہزادہ کو رہا کیوں نہیں فرما دیتے دعا اور تعویذ کی کیا ضرورت ہے؟ عالمگیر نے جواب دیا کہ اس کی ضرورت یوں ہے کہ مقلب القلوب ان کی برکت سے میرا دل شاہزادہ کی طرف سے صاف کر دے اور شاہزادہ زندان تادیب سے رہائی پائے اس زمانہ میں بھی شاہزادہ فرمانبرداری اور سعادتمندی کو اپنا شعار بناتے رہا۔

نواب بیگم کے انتقال کے بعد ۲ ذیقعدہ ۱۱۰۶ھ کو شاہزادہ کو آزاد فرمایا اور صوبہ پنجاب کا صوبہ دار مقرر کیا۔ اور میر خاں کے انتقال کے بعد ۱۱۰۹ھ میں صوبہ داری کابل کے اہم فرائض ان کے سپرد کئے گئے۔

ان دونوں موقعوں پر عالمگیر نے جو نصیحتیں شاہزادہ معظم کو کیں وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ اُس وقت سے کابل میں صوبہ دار رہے۔ اور اسی صوبہ میں عالمگیر کے انتقال کی خبر پاکر ۳۰ محرم ۱۱۱۹ھ کو نواح کابل میں تاج شاہی سر پر رکھکر قطب الدین شاہ عالم بہادر شاہ۔ بادشاہ غازی لقب اختیار کیا۔

منعم خاں انکے معتمد افسر تھے۔ ان کو خان خاناں عمدۃ الملک صمصام الدولہ یار وفادار اور ظفر جنگ کے خطابات مرحمت ہو کر قلمدان وزارت سپرد ہوا۔

دوسرے دن حضرت عالمگیر نے رحلت فرمائی - دفن کے بعد ان دونوں نے
قاضی سید حیدر سے فال کا حال بیان کر کے اشعار سنائے لیکن مصرع کسی طرح
یاد نہ آیا - اسباب بند ہو چکا تھا - اس لئے دیوان بھی نہ آیا اور قصہ رفت گذشت
ہو گیا لیکن رات کو محمد اخلاص نے خواب میں دیکھا کہ حضرت عالمگیر مزار سے
سر نکال کر فرماتے ہیں محمد اخلاص سنو -

برسر تربت ما چوں گذری ہمت خواہ — کہ زیارت گہ رندان جہاں خواہد بود

کیا یہ شعر آج بھی صداقت کی زندہ تصویر نہیں ہے - اور کیا آج بھی
سلطنت مغلیہ کا یہ زبردست بادشاہ خاک دکھن میں اپنی عظمت
اور جبروت کا ڈنکا نہیں بجا رہا ہے ؟

---

## ۲- شاہزادہ معظم بہادر شاہ

معظم شاہ ۳۰ رجب ۱۰۵۳ھ ہجری کو نواب بائی صبیہ راجہ اجو والی کشمیر کے
بطن سے پیدا ہوتے - نواب بائی کا خطاب بادشاہ بیگم تھا - بہادر شاہ حافظ کلام
ربانی تھے علم قرأت اور تجوید سے آگاہ - تلاوت اس طرح فرماتے تھے کہ
سامعین کا دل بھر آتا تھا علم حدیث میں قدوۃ المحدثین کہلاتے تھے اور عربی
زبان مثل اہل زبان کے بولتے تھے علم تفسیر اور حدیث کے مطالعہ کا بیحد شوق
تھا اور اپنے پدر بزرگوار کی اطاعت اور فرمانبرداری مثل غلام کے کرتے
تھے لیکن اولوالعزمی سے خالی تھے اور مزاج میں بے پروائی اور سادگی زیادہ تھی

عمر اکیانوے سال ۱۳ یوم اور مدتِ سلطنت ۵۰ سال دو ماہ ۲۷ یوم ۔ تاریخ وفات روح وریحان وجنۃ النعیم حضرت زین الدین کی درگاہ کے احاطہ میں قصبہ خلد آباد ضلع اورنگ آباد میں دفن ہوئے۔

عالمگیر کے مزاج میں متانت اور سنجیدگی تھی کبھی نامناسب لفظ اُس کی زبان سے نہیں نکلا تھا۔ رحیم اور وسیع النظر تھا خطا بخش اور جرم پوش تھا انصاف کا دریا تھا۔ اہلِ کمال کا قدر دان لوگوں سے شائستگی سے پیش آتا تھا۔ لہو ولعب سے محترز اور زاہدانہ زندگی بسر کرنیوالا تھا۔ زبان قادر الکلام پائی تھی اُس کی تحریریں دیکھ کر لوگوں کو تعجب آتا ہے کہ جس طرح اورنگ زیب سلطنت زیر قدم رکھتا تھا اُسی طرح کشورِ سخن زیرِ قلم۔ برجستہ اشعار کا حوالہ دیتا تھا اخیر عمر میں ان شعروں کو زیادہ پڑھا کرتا تھا۔

| | |
|---|---|
| ہشتاد و نو دچوں در رسیدی | بس سختے کہ از دوراں کشیدی |
| دانا ں ما چوں بعد منزل رآئی | بود مرگے بشکل زندگانی |
| پس آں بہتر کہ خود را شاد داری | دراں شادی خدا را یاد داری |

بیماری کے زمانہ میں محمد اخلاص عنایت اللہ خاں نے لسان الغیب سے فال نکالی تو یہ اشعار نکلے:-

| | |
|---|---|
| تا ز میخانہ و مے نام و نشاں خواہد بود | سرِ ما خاکِ رہِ پیرِ مغاں خواہد بود |
| بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود | سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود |
| بر سرِ تربتِ ما چوں گذری ہمت خواہ | کہ زیارت گہِ رندانِ جہاں خواہد بود |

عنایت اللہ خاں بادشاہ کی زیست سے ناامید ہوگئے اور کتاب رکھ دی

کی اس زندہ تصویر نے دکھن فتح کیا۔ کونکن اور بالا گھاٹ کے مضبوط و دشوار گذار قلعہ مرہٹوں سے فتح کرنے کے بعد بساطِ حکومت جمانے کا کام لڑکوں کے سپرد کر گیا۔ لیکن عالمگیر کے مرنے کے بعد لڑکوں نے دکھن میں خانہ جنگی کا نقشہ جما دیا اور اس طرح نومفتوحہ ملک ہاتھوں سے کھو دیئے۔ خاں فیروز جنگ نے ریاست حیدرآباد پر قبضہ قائم رکھا اور اب دکھن میں عالمگیر کی جانفشانیوں کی یادگار یہی ایک ریاست ہے۔

زمانۂ حال کے اکثر تعلیم یافتہ اُنیسویں صدی کی عینک سے انگریزی تواریخ کے مطالعہ کے بعد اعتراض کرتے ہیں کہ عالمگیر نے اسلامی ریاستوں کو تباہ کر کے مرہٹہ قوم کو طاقتور بنا دیا۔ لیکن میرے دوست اگر فارسی تواریخ کا مطالعہ فرمائیں تو اُن کو معلوم ہوگا کہ عالمگیر کے وقت میں صرف حیدرآباد و بیجاپور کی برائے نام ریاستیں قائم تو تھیں لیکن مرہٹوں کے بالکل اثر میں تھیں۔ اگر عالمگیر ان کا قلع قمع نہ کرتا تو حیدرآباد کی ریاست بھی نہ ہوتی تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ دکھن میں اسلام کی آج کیا حالت ہوتی۔

عالمگیر کی سلطنت کی وسعت یہی تھی جو آجکل برٹش کی ہے البتہ صوبہ برہما شامل نہ تھا۔ لیکن آج کل نہ تو تبت شاملِ سلطنتِ ہند ہے اور نہ کابل اور عالمگیر کے زمانہ میں یہ دونوں ملک بھی ہندوستان کے صوبے تھے۔

عالمگیر دکھن کی چپہ چپہ زمین فتح کرنے کے بعد ۱۱۱۸ھ میں احمدنگر واپس آیا اور فرمایا "احمدنگر خاتمۃ السفر است" اور یہی ہوا۔

۲۸ ذیقعد ۱۱۱۸ھ کو جمعہ کے دن پہر دن چڑھے احمدنگر میں انتقال کیا

اورنگ زیب پر یہ بھی الزام ہے کہ اُس کی متعصبانہ پالیسی کیوجہ سے راجپوتانہ کے والیانِ ملک اور دوسرے ہندو راجہ اُس کے دشمن ہو گئے تھے۔ اور انہوں نے جودھپور کی لڑائی کے بعد سلطنتِ مغلیہ کے حمایت میں کبھی تلوار نہیں اُٹھائی۔ امرائے ہنود کی ایک فہرست دے دی گئی ہے جس کے ملاحظہ سے واضح ہوگا کہ یہ الزام بھی سچائی سے منزلوں دور ہے۔ خود مہارانا اودے پور کے بھائی راجہ بھیم پنجہزاری امیر عالمگیر کے جھنڈے کے نیچے مرہٹوں سے لڑے اور اسی ملک میں اُن کا انتقال ہوا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اکبر اور شاہجہان کے عہد میں سلطنت کے قیام کا بار صرف راجپوت قوم کے کندھوں پر تھا۔ لیکن عالمگیر کے زمانہ میں ایرانی اور تورانی امیر اور شاہزادے یلغار کرتے اور لڑتے تھے۔ راجپوت سردار اور والیانِ ملک اُن کے ساتھ جاتے تھے۔ سایہ کی طرح ساتھ رہتے تھے۔ اور انعام اور منصب پاتے تھے۔

ایامِ شاہزادگی میں دکھن عالمگیر کا جولاں گاہ تھا اور اسی حصۂ ملک کا یہ صوبہ دار بھی تھا۔ بادشاہ ہونے کے بعد وہ دیگر اطراف کے جانب متوجہ ہوا اور مرہٹوں نے تمام ملک میں غدر مچا دیا۔ دیہات اور قصبوں کو لوٹتے پھرتے تھے اور آگ لگا دیتے تھے۔ تجارت بند ہو گئی۔ راستے خطرناک ہو گئے حاجیوں کے جہاز لوٹے اور تباہ کئے گئے۔ عالمگیر نے شاہزادۂ معظم کو بھیجا۔ ایرانی تورانی امیر گئے۔ راجپوت راجہ مہاراجہ گئے فوری انتظام تو ہو گیا۔ لیکن جڑ باقی رہی عالمگیر نے بنفسِ نفیس دکھن پر فوج کشی کی اور ۶۵ سال کی عمر میں عزم اور استقلال

(۵) پرچہ نویسی کا انتظام اعلیٰ اور وسیع پیمانہ پر کیا گیا۔

(۶) راستے اور سڑکیں اس قدر محفوظ کر دی گئیں کہ راہزنی نام کو نہ رہی اور اگر کسی شاہزادہ کے صوبہ میں جرم ہوا تو بلا تحقیقات شاہزادہ سے رعیت کے نقصان کی تلافی کرائی گئی اور شاہزادہ پر جرمانہ علاوہ برہیں۔

(۷) رقص و سرود قطعاً بند۔

(۸) سکہ کے ایک طرف کلمۂ طیبہ نقش تھا اور سکہ زمین پر پھینکا جاتا تھا۔ پیروں تلے آجایا کرتا تھا۔ عدالتوں میں حاکم اونچی جگہ بیٹھتا تھا۔ اور روپیہ وغیرہ جو جمع ہوتا وہ اہلکاروں کے پاس فرش پر۔ ان تمام امور پر نظر کر کے عالمگیر نے حکم دیا کہ اللہ اور رسول کے نام کے ساتھ اس طرح بے ادبی ہوتی ہے۔ اس لئے آئندہ کلمہ نہ نقش کیا جائے۔

بات تو صرف اسقدر تھی لیکن معترضین لکھتے ہیں کہ چونکہ سکہ مشرکین کے ہاتھوں میں آتا تھا اور وہ نجس تھے اس لئے کلمہ کی بابت یہ حکم دیا گیا۔

مندرجہ بالا اسباب کتابوں میں درج تھے۔ وہ تو میں نے دیکھ لئے جو اسباب میرے دوست بیان کرتے ہیں وہ میں نے کہیں نہیں دیکھے۔ اور دیکھتا کہاں سے؟ تنقید کا جو فن آج کل رائج ہے وہ پہلے نہ تھا۔ اس لئے اُس زمانہ کے مورخین نے جو واقعی اسباب تھے وہ بیان کر دیئے۔ اُن کو کیا خبر تھی کہ زمانہ اس قدر ترقی کرے گا کہ تاریخ نویس کو حسب دلخواہ نتیجہ نکالنے کے لئے تاریخی واقعات میں رد و بدل کرنا پڑیگا اگر تنقید اسی کا نام ہے تو غلط استنباط کس چیز کا نام ہوگا۔

جس میں مذہب حنفیہ کے مسائل کی چھان بین کی ہے۔

حضرت شاہجہاں بیٹے کے علم اور ہمہ دانی کی قدر و منزلت کرتے تھے لیکن شاہزادہ داراشکوہ ان کو اپنا حریف سمجھتا تھا۔ اور دونوں شاہزادوں کے دلوں میں کدورتیں پرورش پاتی رہیں جتنی کہ زمانہ آیا کہ حضرت شاہجہاں کی علالت کی وجہ سے شاہزادہ داراشکوہ کا اقتدار بڑھا۔ عالمگیر دکن میں فتوحات کر رہا تھا۔ داراشکوہ کی طرف سے امداد بند ہوئی۔ اور امیر سر داپس طلب ہوئے۔ عالمگیر کو لڑنے کا موقع ہاتھ آیا اور دونوں شاہزادوں میں لڑائی ہوئی۔ شاہزادہ داراشکوہ کو شکست اٹھانی پڑی۔

۲۴ رمضان المبارک ۱۰۶۸ھ کو شاہزادہ اورنگ زیب نے زمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لی۔ مگر تاجپوشی کی رسم ۱ر رمضان شریف ۱۰۶۹ھ کو ادا کی گئی سید عبدالرشید نے آیتہ کلام اللہ سے تاریخ نکالی۔

اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم

عالمگیر کے عہد سلطنت میں جو اصلاحات ہوئیں اُن میں چند یہ ہیں۔

(۱) مسکرات کا استعمال موقوف کیا گیا۔

(۲) مسکرات سے جو آمدنی حاصل ہوتی تھی وہ ناجائز قرار دی گئی۔

(۳) محتسب تمام ممالک میں مقرر ہوئے۔

(۴) شرعی وکیل ممالک محروسہ میں مقرر کئے گئے اور احکام جاری ہوئے کہ جس کسی کو سلطنت کے خلاف دعویٰ ہو وہ وکیل شرعی پر دعویٰ کر کے اپنی دادرسی کرائے۔

جب تعلیم کا زمانہ آیا تو خوش قسمتی سے بڑے پایہ کے فاضلان اجل کی شاگردی
کی عزت نصیب ہوئی عربی اور فارسی علم ادب میں وحید عصر مولوی سید محمد قنوجی
کی شاگردی کا فخر حاصل ہوا۔ دیگر علوم متداولہ بھی بڑے پایہ کے عالموں سے
حاصل کئے۔ علامہ سعد اللہ خاں دستور معظم کے سامنے بھی زانوئے شاگردی
تہ کرنے کا فخر اورنگ زیب کو حاصل تھا۔ شاہان مغلیہ میں پہلے جس شاہزادہ کو
حفظ کلام مجید کی سعادت نصیب ہوئی وہ اورنگ زیب ہی تھا۔

تعلیم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد شاہجہان نے ۳ ذی الحجہ ۱۰۴۷ھ کو
شاہزادہ کا عقد بانو بیگم صبیہ شاہنواز خاں کے ساتھ کر دیا۔ خود بادشاہ سلامت
بیاہنے گئے۔ تاریخ عقد "دو گوہر بیک عقد دوراں کشیدہ" (۱۰۴۷ ہجری)

شاہزادہ اورنگ زیب قندھار اور دکن کی مہم پر تعینات ہوا اور کامیاب
رہا صوم و صلوٰۃ کا اس قدر پابند تھا کہ بلخ کی لڑائی میں نماز ظہر کا وقت آیا اور
لڑائی گھمسان کی ہو رہی تھی لیکن اورنگ زیب نے نماز شروع کر دی۔ عبدالعزیز
جو بلخ کی فوج کو لڑا رہا تھا شاہزادہ کے استقلال سے اس قدر متاثر ہوا کہ
خود صلح کے لئے سلسلہ جنبانی شروع کر دی۔ اور اپنے افسروں سے کہنے لگا۔
کہ ایسے شخص کے خلاف تلوار اٹھانا مشیت ایزدی کے خلاف لڑنا ہے
اور اس طرح لڑائی کا خاتمہ ہوا۔

عالمگیر کو تفسیر اور حدیث پر عبور تھا۔ فارسی انشا پردازی میں خاص ملکہ
تھا۔ ترکی بھی جانتا تھا۔ ہندی بولنے میں اچھی مہارت تھی۔ فتاوی عالمگیری
دو لاکھ کے صرف سے مختلف کتب شرعیہ سے شیخ نظام کی نگرانی میں تیار کرائی

نہیں ہوا۔ لیکن اخیر میں بوجہ علالت تمام اختیارات شاہزادہ داراشکوہ کے ہاتھ میں آگئے۔ اور شاہزادے اس وقت اپنے اپنے صوبوں میں تھے۔

شاہزادہ داراشکوہ جس مزاج کے تھے وہ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوگا۔ بھائیوں میں کدورتیں پیدا ہوئیں۔ اور آخرش سلطنت عالمگیر کے ہاتھ آئی اور حضرت شاہجہاں کا باقی زمانہ (رمضان ۱۰۶۸ھ لغایتہ ۲۶ رجب ۱۰۷۶ھ) قلعۂ اکبرآباد کی چیارہ بلاری میں گذرا۔ مرنے کے بعد روضۂ تاج بی بی میں دفن ہوا۔ شاہجہاں فقیر دوست اور غریب پرور تھا۔ بی بی اور اولاد کے ساتھ ایسی محبت تھی جو اُس وقت بادشاہوں میں کم ہوتی تھی۔

## تاریخ وفات شاہجہاں

سالِ تاریخ فوتِ شاہجہان رضی اللہ گفت اشرف خان
۱۰۷۶ھ

# ۲۔ محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر

نام شاہزادہ اورنگ زیب تھا اور ارجمند بانو بیگم (ممتاز محل) کے بطن سے ۱۵ ذیقعد ۱۰۲۷ھ یوم یکشنبہ کو بمقام دوحد صوبۂ گجرات پیدا ہوا۔ تاریخ پیدایش

دادا یزد پسر بشاہ جہاں خلفے ہمچو مہر عالمتاب
تاج صاحبقرانِ ثانی یافت گوہر بحر از و گرفتہ حساب
نامِ او اورنگزیب کرد فلک تخت زیں پایہ شد سپہر جناب
طبع دیانت سالِ تاریخش زد رقم آفتاب عالمتاب
۱۰۲۷ھ (حکیم)

کے بادشاہوں میں جو شان اور شکوہ اس کی تھی وہ کسی دوسرے بادشاہ کو حاصل نہ تھی۔

اکبرآباد، دہلی، لاہور اور قندھار کی خوبصورت اور سربفلک عمارتیں آج بھی اسی بانی کے نفاست مزاج اور عالی حوصلگی کی زندہ مثالیں ہیں۔ ممتاز محل (تاج بی بی) کا روضہ ۵۰ لاکھ کی لاگت سے تیار کرایا۔ یہ نادر اور عجوبۂ روزگار روضہ آج بھی دنیا کے سیاحوں کی نگاہوں میں چکاچوند پیدا کرتا ہے۔ دہلی کو از سر نو تعمیر کرا کے اس کا نام شاہجہاں آباد رکھا تخت طاؤس ۵۰ لاکھ کی لاگت سے بنوایا۔

ملک گیری کی ہوس تیموری خاصہ ہے اس لئے شاہجہاں کو بھی وہی شوق رہا۔ جو اکبر اعظم اور اس کے اجداد کو تھا۔ قندھار کا موروثی ملک ہاتھ سے نکل گیا مرتے دم تک حسرت باقی رہی۔ لڑکوں کو بھیجا بڑے بڑے امیر اور فوجی افسر ساتھ گئے گئے سب کچھ فکریں کیں مگر قندھار کا نہ ملنا تھا نہ ملا۔

شاہجہاں علم دوست، ہنر پرور حکمراں تھا۔ اس کے عہد میں پنجاب کے اکثر سرحدی مقامات کے ہندوؤں نے مسلمان عورتوں کو زبردستی گھر میں ڈال رکھا تھا۔ اور مسجدیں توڑ کر مندر بنا لئے تھے۔ بادشاہ کو خبر ہوئی تو کوئی عام سزا نہیں دی بلکہ مسلمان عورتوں کو قبضہ سے نکلوا لیا۔ اور مندر بدستور مسجدیں بنوائی گئیں۔ بنارس کا جدید التعمیر شدہ مندر جو بلا اجازت بنوا لیا گیا توڑ دیا (مفصل حالات کے لئے ملاحظہ ہو شاہجہاں نامہ عبد الحمید لاہوری سفر پنجاب)

ہر علم اور کمال کے لوگوں کی موجودگی سے اس کا دربار علم و فضل کا ایک مرقع تھا شاہجہاں جب تک زندہ اور قوت کے ساتھ حکمرانی کرتا رہا کوئی جھگڑا پیدا

مدارات تہیں رہی نور جہاں نے اپنی لڑکی کا عقد جو شیر افگن خاں اُس کے پہلے شوہر سے تھی شاہزادہ شہر یار سے کر دیا۔ اور اس کی ولیعہدی کی فکریں کرنے لگی اور ایسے داؤں پیچ مارے کہ سب منہ دیکھتے رہ گئے اور مست الست بادشاہ ہونہار شاہزادہ کی تباہی اور بربادی پر مستعد ہو گیا۔ کیوں نہ ہو آدھ سیر شراب اور ایک سیر کباب کے معاوضہ میں سلطنت نور جہاں کو سپرد ہو چکی تھی۔

شاہجہان نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا جو اُس زمانہ میں عام تھا۔ اور جس سے آج کے متمدن ممالک بھی مستثنیٰ نہیں، شاہزادہ شاہجہاں نے علم بغاوت بلند کیا اور ہندوستان میں مارا مارا پھرتا رہا۔ ۲۸ صفر ۱۰۳۷ھ کو جہانگیر نے داعی اجل کو لبیک کہا اور ۸ جمادی الثانی کو شاہجہاں نے تاج شاہی سر پر رکھا اس بادشاہ کے زمانہ میں بیجاپور اور گول کنڈہ کی اسلامی ریاستیں دہلی کی باجگذار ہوئیں اور احمد نگر کی سلطنت مطیع ہوئی۔

میرے مکرم مولوی سعید احمد صاحب مارہروی نے خوب ہی لکھا ہے کہ شاہان مغلیہ کے سامنے اگر ان کا بدترین عذرخواہ ہوتا تھا تو اُن کی آنکھ جھپک جاتی تھی۔ اکبر کے زمانہ سے بہادر شاہ کے زمانہ تک یہ حالت قائم رہی۔ شاہجہاں بھی جرم بخش اور عذر پذیر تھا۔ ہمیشہ باوضو رہتا تھا۔ اور صوم وصلوٰۃ کا پابند تھا۔ زمین بوسی کی رسم اکبر اعظم کے وقت سے جاری تھی اور چونکہ خلاف شعائر اسلام تھی اس لئے شاہجہاں نے موقوف کر دی۔ منصب مزاج اور رحمدل تھا عمارتوں کا بیحد شوقین اور یہ شوق جنوں کے حد کو پہنچا ہوا تھا۔ اور اس قدر تھا کہ شاہان مغلیہ میں اس کے قبل یا بعد کوئی بادشاہ اس کا ہمسر نہیں کہا سکتا ہے ہندوستان

راٹھوری خون ملے ہوئے تھے اس پر ستے ہیں سوہاگہ اکبر اعظم کی تربیت بھی شہزادہ
نے جوان ہوکر ہاتھ پیر نکالے۔ جہانگیر بیٹے کی دلبرانہ ادا پر مہربان تھے کہ باغ باغ
ہوا جاتا تھا۔ اکبر کی پالیسی ہر جگہ کامیاب رہی۔ مگر خاندان اودے پور نے اپنا
سر نیاز اکبری دربار میں کبھی خم نہ کیا۔ اس ریاست کے مہارانا اپنا سلسلہ نسب
نوشیروان عادل سے ملاتے تھے۔ ان کی عظمت یہ تھی اور ان کا دبدبہ یہ تھا
کہ ریاست اودے پور کا مہارانا ہندوستان کے راجہ مہاراجہ کے ماتھے پر اپنے
انگوٹھے کے خون کا تلک لگایا کرتے تھے۔ اور اسکے بعد گدی نشینی کے مراسم
ادا ہوتے تھے۔ یہی وہ ریاست ہے جس کے اولوالعزم فرماں روا مہاراجہ سنگرام
عرف رانا سانگا نے بابری فوج کا مقابلہ ۱۳ جمادی الثانی ۹۳۳ھ کو موضع خانوہ
(موجودہ فتحپور سیکری) ضلع آگرہ میں کیا اور خوب ہی داد شجاعت دی مگر میدان ہار کے
ہاتھ رہا۔ اکبر کی دلربا پالیسی اودے پور کو مغلوب نہ کرسکی لیکن اس شہزادہ نے
۱۰۲۴ھ میں رانا کرن کو شکست دیکر اودے پور کے زعفرانی علم کو جو آٹھ سو برس
سے گہلوت ٹھاکروں کے قلعوں پر مغرورانہ اڑ رہا تھا نیچا کر دیا۔ راجہ کرن امیروں
کی سفارش کی مدد سے دربار جہانگیری میں حاضر ہوئے اور نذر گذرانی۔ جہانگیر نے
خلعت گراں بہا اور منصب عطا کرکے ملک واپس دیا۔ اس نمایاں خدمت کے صلہ
میں شاہزادہ خرم کو شاہجہاں کا خطاب مرحمت ہوکر شاہی تخت کے برابر کرسی
پر بیٹھنے کی عزت دی گئی۔ شاہزادہ نے قندھار، دکن اور گجرات میں اپنی تلوار کے
جوہر دکھلائے اور مورد مراحم خسروانہ رہا جب معاملات سلطنت میں نورجہاں
کا اقتدار ہوا اور ان کے نام کا سکہ اور خطبہ جاری ہوا تو شاہزادہ کی خودداری

# مختصر حالات

(رجال متعلقہ کتاب ہذا)

## ۱۔ شہاب الدین محمد شاہ جہاں صاحبقران ثانی

جودھ بائی عرف جگت گوشائیں صبیہ مہاراجہ اودے سنگھ راٹھور والی جودھ پور کے
بطن سے ۳۰ ربیع الاول ۱۰۰۰ھ ہجری یوم جمعہ کو بمقام لاہور پیدا ہوا۔

مہاراجہ جودھ پور کے خاندان میں سلطنت کی بساط صدہا سال سے بچھی ہوئی
تھی اور رسم ورواج کی زبردست زنجیروں میں یہ خاندان بھی پورا بندھا ہوا تھا۔ لیکن
اکبر کے جادو نے اس خاندان کو بھی حلقہ بگوش کر رکھا تھا۔ اور اس گرویدگی کی وجہ
سے مہاراجہ نے خاندانی رسم ورواج کو خیرباد کہکر اپنی بیٹی جگت گوشائیں کی شادی
شاہزادہ سلیم (نورالدین جہانگیر) کے ساتھ رچادی۔ ۱۹ رجب ۹۹۴ھ کو شہنشاہ
اکبر مع امرائے دربار اور بیگمات کے مہاراجہ کے مکان پر گئے اور دھوم دھام کے
ساتھ بہو بیاہ لائے۔ اور خاندان کچھواہہ کے طرح یہ دوسرا خاندان تھا جو رشتہ
داری کے وجہ سے سلطنت مغلیہ کی وفاداری کا دم بھرنے لگا۔

جب شاہزادہ خرم (شاہجہاں) پیدا ہوا تو اکبر نے خوشیاں منائیں۔ زر وجواہر
تقسیم کئے اور جاگیریں دیں۔ پوتے کو محلسرا میں لیجا کر خدیجۃ الزمانی رقیہ بیگم کی گود
میں دیدیا اور خواہش کی کہ اس کی تربیت مثل صلبی اولاد کے کی جائے۔ تیموری اور

| نمبر شمار | منصب | اسپ ہمراہ | فیل ہمراہ | شتر | خچر | ماہانہ تنخواہ | | | ارابہ گاڑی | کیفیت |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| | | | | | | درجہ اول | درجہ دوم | درجہ سوم | | |
| ۱۰ | ہزاری | ۱۰۴ | ۳۱ | ۲۱ قطار | ۴ قطار | ۸۲۰۰ | ۸۱۰۰ | ۸۰۰۰ | ۴۲ | |
| ۱۱ | نہ صدی | ۱۰۰ | ۳۰ | ۲۰ | ۳ | ۷۷۰۰ | ۷۴۰۰ | ۷۱۰۰ | ۴۰ | |
| ۱۲ | ہشت صدی | ۸۲ | ۲۸ | ۱۶ | ۳ | ۵۰۰۰ | ۴۷۰۰ | ۴۴۰۰ | ۳۲ | |
| ۱۳ | ہفت صدی | ۹۰ | ۱۹ | ۱۵ | ۲ | ۴۰۰۰ | ۳۷۰۰ | ۳۶۰۰ | ۲۷ | |
| ۱۴ | ششش صدی | ۳۸ | ۱۵ | ۱۴ | ۲ | ۳۵۰۰ | ۳۲۰۰ | ۳۰۰۰ | ۲۱ | |
| ۱۵ | پانصدی | ۴۴ | ۱۰ | ۱۳ | ۲ | ۲۸۰۰ | ۲۷۵۰ | ۲۷۰۰ | ۱۵ | |
| ۱۶ | چہارصدی | ۳۰ | ۹ | ۵ | x | ۲۰۰۰ | ۱۰۵۱ | ۱۵۰۰ | ۱۲ | |
| ۱۷ | سہ صدی | ۱۵ | ۶ | ۴ | x | ۱۴۰۰ | ۱۳۵۰ | ۱۲۰۰ | ۱۰ | |
| ۱۸ | دو صدی | ۱۲ | ۶ | ۳ | x | ۹۷۵ | ۹۵۰ | ۹۰۰ | ۶ | (ماخوذ از کتاب امرائے |
| ۱۹ | یوزباشی | ۱۰ | ۳ | ۲ | x | ۶۰۰ | [illegible] | ۵۰۰ | ۵ | ہنود صفحات $\frac{۳۵۲}{۳۸۴}$) |

# فہرست مناصب

| نمبر شمار | منصب | اسپ ہر قسم | فیل ہر قسم | شتر | خچر | ماہانہ تنخواہ درجہ اول | ماہانہ تنخواہ درجہ دوم | ماہانہ تنخواہ درجہ سوم | ارابہ گاڑی | کیفیت |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | ہفت ہزاری | ۴۹۰ | ۱۴۰ | ۱۱۰ قطار | ۲۷ قطار | | ۴۵۰۰۰ | | ۲۲۰ | |
| ۲ | پنجہزاری | ۳۴۰ | ۱۱۵ | ۱۰۰ | ۲۰ | ۳۰۰۰۰ | ۲۹۰۰۰ | ۲۸۰۰۰ | ۱۶۰ | |
| ۳ | چار ہزار پانصدی | ۳۰۵ | ۹۰ | ۶۲ | ۱۸ | ۲۶۰۰۰ | ۲۵۸۰۰ | ۲۵۶۰۰ | ۱۴۵ | |
| ۴ | چہار ہزاری | ۲۶۰ | ۸۰ | ۶۵ | ۱۶ | ۲۲۰۰۰ | ۲۱۸۰۰ | ۲۱۶۰۰ | ۱۳۰ | |
| ۵ | سہ ہزار پانصدی | ۲۳۵ | ۶۵ | ۵۶ | ۱۵ | ۱۹۰۰۰ | ۱۸۸۰۰ | ۱۸۶۰۰ | ۱۱۵ | |
| ۶ | سہ ہزاری | ۲۲۰ | ۶۰ | ۵۰ | ۴ | ۱۶۰۰۰ | ۱۴۸۰۰ | ۱۴۶۰۰ | ۱۰۰ | |
| ۷ | دو ہزار پانصدی | ۱۶۰ | ۵۰ | ۴۰ | ۱۰ | ۱۴۰۰۰ | ۱۳۸۰۰ | ۱۳۶۰۰ | ۸۰ | |
| ۸ | دو ہزاری | ۱۵۰ | ۴۰ | ۳۰ | ۶ | ۱۲۰۰۰ | ۱۱۹۰۰ | ۱۱۸۰۰ | ۴۸ | |
| ۹ | ایک ہزار پانصدی | ۱۲۰ | ۳۵ | ۲۴ | ۵ | ۱۰۰۰۰ | ۹۸۰۰ | ۹۶۰۰ | ۵۰ | |

کے لئے موزوں تھا یا نہیں۔ کیا اُس زمانے میں یہ پالیسی رائج تھی کہ شاہنشاہ ہند سیواجی کو دیکھ کر تخت سے اُتر کر معانقہ کرتا۔ رائے قائم کرنے میں اس بات کو بھی یاد رکھنا چاہئیے کہ عہد مغلیہ میں پنجہزاری منصب سے زیادہ شروع میں کسی کو مرتبہ نہیں دیا جاتا تھا۔ مرزا راجہ جے سنگھ نے سیواجی کے لئے صرف اس قدر لکھا تھا۔ کہ خاطر داری کی جائے تمام خط میں یہ کہیں نہیں ہے کہ ہفت ہزاری کا وعدہ سیواجی سے کیا گیا ہو سیواجی مفتوح کی حیثیت سے مرزا راجہ کے سامنے حاضر ہوا تھا۔ اس لئے وعدہ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بات یوں ہے کہ سیواجی سے لاکھ اچھا برتاؤ کیا جاتا۔ لیکن وہ کبھی اپنے عہد پر قائم نہ رہتا۔ سیواجی کی زندگی میں پابندیٔ عہد کا کون واقعہ ہے؟ افضل خاں کا دغا بازانہ قتل، بیجاپور اور گولکنڈہ کے ساتھ مکارانہ سازشیں، شہروں اور قصبوں پر غفلت اور بے خبری میں چھاپے مارنا۔ کیا انہی اور اسی قسم کے اور واقعات سے اس قسم کے نتائج کی امید ہو سکتی ہے! ؎

شدم آگاہ زود از خوئے آں بیداد گر وحشی
اگر بعد از وفا ایں کار ہا کردے چہ میکردم؟

سیواجی کو جانے دو۔ اُن کے بعد جو کچھ فیاضانہ سلوک کیا گیا اور اس کا معاوضہ سیواجی کی اولاد نے جو زیادہ تاریخی واقعہ ہے دو

(مضامین عالمگیر از شبلی نعمانی)

اس کے علاوہ مرہٹہ قوم کو منصب دینے میں کبھی کمی نہیں کی گئی پھر بھی اعتراض ہے کہ اگر سیواجی کے ساتھ زیادہ فیاضانہ برتاؤ کیا جاتا تو عالمگیر اطمینان کے ساتھ سلطنت کرتا لیکن معترض گرد و پیش کے حالات نہیں دیکھتے سیواجی دربار میں آئے تو استقبال کے لئے کنور رام سنگھ سہ ہزاری پسر مرزا راجہ مامور ہوئے یہ وہی کنور ہیں جو شاہزادہ سلیمان شکوہ کو لیتے گئے تھے۔ دوسرا امیر مخلص خان عہد عالمگیری کا درخشندہ ستارہ تھا۔ سیواجی کے لئے پنجہزاری منصب تجویز ہوا یہی منصب راجہ جے سنگھ کا تھا۔ مرزا راجہ جے سنگھ ریاست جے پور کا رئیس دربار عالمگیری کا سب سے معزز سردار اور اس سب سے بڑھ کر یہ کہ سیواجی کا فاتح اور سرشکن تھا۔ کیا معترض یہ چاہتے ہیں کہ مفتوح فاتح (مرزا راجہ) کا ہمسر بنا دیا جاتا۔ اس فتح کے صلے میں مرزا راجہ ہفت ہزاری بنائے گئے اُس وقت خود وزیر اعظم فاضل خاں کا منصب پنجہزاری سے زیادہ نہ تھا۔ اور فاضل خاں جس پایہ کے وزیر تھے وہ بھی کوئی پردہ کی بات نہیں تھی۔

اس کو بھی جانے دو۔ مہارانا اودے پور سے زیادہ ہندوستان میں کوئی راجہ معزز نہ تھا لیکن جب اس خاندان نے دربار شاہی سے ربط پیدا کیا۔ تو جہانگیر نے راجہ کرن کو بھی پنجہزاری منصب عطا فرمایا۔ اس کے بعد رانا راج سنگھ کو دربار عالمگیری سے بھی منصب مرحمت ہوا۔ کیا سیواجی اودے پور کے مہارانوں سے بھی زیادہ معزز تھا۔ ان سب کے علاوہ خود سیواجی کے پدر بزرگوار ساہوجی نے ۳ سنہ جلوس میں جب شاہجہاں کے دربار میں رسائی حاصل کی تو شاہجہاں نے بھی پنجہزاری منصب عطا کیا (صفحہ ۲۴۳ مآثر الامرا۔ جلد دوم)

ان حالات کو پڑھنے کے بعد رائے قائم کرنا چاہئے کہ پنجہزاری منصب سیواجی

# مناصب عہدِ مغلیہ

عہدِ مغلیہ میں وہ باشی سے (۱۰ اسوار کا افسر) پنجہزاری تک عہدہ دار تھے۔ تنخواہ منصب کے لحاظ سے مقرر تھی۔ ہر منصبدار کو اپنے منصب کے اندازہ سے گھوڑے۔ ہاتھی اور اونٹ وغیرہ مقررہ تعداد کے موافق اپنے پاس رکھنا لازمی تھے۔ فوج کی تنخواہ (جو منصبدار کو رکھنا پڑتی تھی) سرکار شاہی سے علیحدہ ملتی تھی۔ چارپائی کا نصف خرچ خزانہ شاہی سے ملتا تھا۔ سوار کی تنخواہ بہ لحاظ قسم گھوڑا ۱۵؎ سے ۳۰؎ تک تھی۔ پیادے کو چھ روپیہ سے ۱۲؎ تک تنخواہ ملتی تھی لیکن اُس وقت گیہوں اور گھی کا نرخ بہ ۱۲ تھا جو آج ہے (ملاحظہ ہو امرائے ہنود عہد مغلیہ میں صفحہ ۳۸۱ ضمیمہ ۲)

اکبری عہد میں بطور غیر معمولی عنایت کے مرزا راجہ مان سنگھ والیِ جے پور کا منصب ہفت ہزاری تھا اور عہد شاہجہانی میں مہاراجہ جسونت سنگھ کا یہی منصب تھا جو عالمگیر نے باوجود ناواجبی روباہ بازی کے قائم رکھا۔ (امرائے ہنود)

عہدِ عالمگیری میں امرائے ہنود کے ساتھ زیادہ فیاضانہ برتاؤ کیا گیا۔ راجہ ساہوجی کو راجگی کا خطاب ملا اور منصب ہفت ہزاری مرحمت ہوا۔ سنبھاجی پسر سیواجی اور نھوجی داماد سیواجی کے منصب بھی پنجہزاری تھے اور بعزت مرزا راجہ جے سنگھ کی سفارش پر حاصل ہوئی تھی جنہوں نے اپنی جارحانہ کارروائیوں سے سیواجی کو نہ صرف شکست ہی دی تھی۔ بلکہ دکھن کی زمین اُسکے لئے تنگ کر دی تھی۔

ضمیمہ

ازمنصب داران واحدیان برائے معاونت دستیاری برفاقت امین ساختند که اگر بعضے بیباکاں وخودسران از روئے جہل ونادانی وشقاوت وخیرگی از منع ونہی اوامر گزشتہ بجنگ وپرخاش پیش آیند آں گروہ خندہ زن ہرزہ تنبیہ وتادیب نمایند وناظمان حکام جمیع صوبجات واطراف واکناف ممالک محروسہ بربع گیتی متاع صادر شد کہ بدیں دستور سد ابواب جنابت ومسکرات ومنع از ارتکاب محرمات ومنہیات نمودہ کما حقہ مراسم احتساب بر آرند۔

اس فرمان کا جو اثر ہوا اس کو ایک مورخ نے ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے

"چنانچہ دراندک زمانے معالم شرع نبوی وآئین سنت

مصطفوی کہ اختلال پذیرفتہ بود کمال رونق گرفت"

اورنگ زیب نے اس فرمان کے ماتحت ہر صوبہ ہر سرکار اور ہر پرگنہ میں محکمۂ احتساب قائم کیا اور یہ محکمے علی الترتیب مرکزی محکمے سے متعلق تھے اور اس کا یہ اثر ہوا کہ اورنگ زیب کی حکومت میں ایک بڑے عرصہ تک سارا ہندوستان اس قسم کی لغویات سے پاک صاف تھا۔ اورنگ زیب نے اس سلسلہ میں جو کام کئے اُن کی داستان طویل ہے اور ایک اخبار میں اس کی جگہ بھی نہیں ہے یہاں ہم صرف یہ کہہ کر اس پر اکتفا کرتے ہیں کہ یہ اس شخص کا کارنامہ ہے جس کے متعلق بقول علامہ شبلیؒ ہے

تمہیں لے دے کے ساری داستاں میں یاد ہے اتنا
کہ عالمگیر ہندوکش تھا ظالم تھا ستمگر تھا

(منقول از اخبار ہمت لکھنؤ)

نیک نامی سمجھی جاتی ہیں، وہ توان چیزوں کو روکنے کی جگہ ایسے لوگوں کو سہولت اور حکومت کی طرف سے ہر قسم کی حفاظت کا سامان بہم پہنچاتا ہے وہ تو یہ اور صرف یہ دیکھتا ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ لائسنس کے ماتحت ہو کہ نہیں لیکن اورنگ زیب نے ایک طرف ان تمام چیزوں کی کاشت کی تیاری اور فروخت کو منع کر کے اپنے خزانہ کو ایک مستقل بڑی آمدنی سے محروم کر دیا اور دوسری طرف محکمۂ احتساب قائم کر کے سختی سے اس بات کی نگرانی شروع کر دی کہ کوئی شخص اس حکم خلاف ورزی تو نہیں کرتا ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اس سلسلہ میں اس نے اصلاح اخلاق اور محکمۂ احتساب کے قیام کے متعلق جو فرمان صادر کیا وہ قابل مطالعہ ہے۔

(۱۰۶)

(ازانجا کہ شہنشاہ دین پناہ ہموارہ ہمت بلند نہمت بر زمع آثار شاہی و الٰہی مقصود دار السلطنت و بادشاہی و خلافت گیتی پناہی پیوستہ احکام الٰہی و ترویج شرع مطہر رسالت پناہی صلوات اللہ وسلامہ علیہ و آلہ مقصود و منظور ست. دریں ہنگام رائے عالم آرائے چنیں اقتضا نمود کہ یکے از فضلائے پایہ سریر اعلیٰ بصفت تدین و مسلمانی وسمت فقاہت و مسئلہ دانی موسوم باشند بخدمت احتساب منسوب سازند تا خلائق را از ارتکاب منہیات و محرمات خصوصاً شراب خمر کردن و غور دنگ بنگ و بوزہ وسائر مسکرات و مباشرت، فواحش و زانیات و زنچہ کردہ حتی المقدور از قبائح اعمال و شنائع اقوال باز دارد بنابراں و حضور ملا عوض وجیہ را کہ سر امد دانشوران توران بود) بایں حرمت سربلند فرمودند. جمیع

یک ہزار و ہشت و نہ ہجری مطابق سنہ احد جلوس نوشتہ شدہ۔

اسی قسم کے فرامین تمام صوبوں میں روانہ کیے گئے اور ان پر سختی سے عمل درآمد شروع ہو گیا اورنگ زیب نے اپنے ابتدائی عہد ہی میں وہ عظیم الشان اصلاحی کارنامہ انجام دیا تھا جس کو وہ آج برسوں کی مسلسل کوشش کے باوجود بھی کسی صوبہ کی کوئی مجلس مقننہ انجام نہیں دے سکتی۔ اپنی حکومت اور غیر حکومت میں یہی فرق ہے اور یہ اس بادشاہ کا کارنامہ ہے جو سب سے زیادہ بدنام اور رسوائے عالم بتایا جاتا ہے

اس فرمان کے صادر ہونے کے بعد اورنگ زیب کی ذمہ داریوں میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اصلاح کی طرف پہلا قدم اٹھا کر اس نے ایک اہم ترین اصلاحی کام کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا تھا۔ اور اب اس کا فرض تھا کہ وہ دوسری برائیوں کو بھی دور کرے۔ اس قسم کی برائیوں کی فہرست تو طویل ہے لیکن اس نے ان برائیوں کو جو عام برائیوں کی جڑ کہلاتی ہیں مٹانے کا بیڑا اٹھا لیا۔ ان میں قابل الذکر توام الخبائث شراب کا استعمال آوارگی اور عیاشی ہیں کہ اس نے جو فرامین اس سلسلہ میں صادر کئے تھے ان کی پابندی کی جاتی ہے یا نہیں۔ اس لئے اس نے ایک طرف تو پہلے سے موجودہ آبکاری محکمہ سے زیادہ وسیع، زیادہ ہمہ گیر اور زیادہ موثر محکمہ قائم کیا تھا۔ موجودہ محکمہ کا فرض اس کے سوا کوئی غرض نہیں کہ وہ صرف اس بات کا خیال رکھے کہ کسی طرح اس سلسلہ کی آمدنی کی ایک ایک پائی جو حکومت کے خزانہ میں جانے والی ہو باہر نہ رہ جائے۔ اس سے اسکو کوئی مطلب نہیں کہ شراب کی بکری بڑھ رہی ہے۔ لوگوں میں منشیات کا رواج روز افزوں ترقی پر ہے دوسری برائیاں جڑ پکڑ رہی ہیں۔ بلکہ یہ چیزیں تو محکمہ کی

ہندو مذہبی جماعتوں میں بھنگ وغیرہ کے استعمال سے خود وہ مقدس ہستیاں جو
دوسروں کے لئے شمع ہدایت کا کام کر سکتی تھیں نشہ کی بُری طرح عادی ہو گئی تھیں
اور ہر جگہ یہی چرچا اور یہی مشغلہ تھا۔

آج کی طرح اُس وقت اورنگ زیب نے بھی یہی خیال کیا تھا کہ اگر وہ مذہبی
جماعت کی اصلاح میں کامیاب ہو گیا تو پھر عوام کی اصلاح کوئی مشکل کام نہ ہو گا اور پھر
ان میں ہر شخص بجائے خود انجمن امتناع منشیات کا ایک سرگرم رکن اور مسٹر جانسن
پُسی فٹ بن جائے گا چنانچہ اس نے تخت نشینی کے پہلے ہی سال بھنگ کی کاشت
کے متعلق جو فرمان صادر کیا تھا وہ یہ ہے:۔

وزارت و رفعت مرتبت رحمت خاں محفوظ باشند۔

مخفی نماند کہ چوں حکم جہاں مطاع عالم مطیع بصدور پیوستہ کہ در کل ممالک محروسہ
ہیچکس و ہیچ جا بھنگ را کہ از مسکرات ست نہ کارد و عوض آں اجناس دیگر کشت و
کار نماید۔ بنا براں نوشتہ می شود کہ آں وزارت پناہ بعد وصول ایں رحیمہ
بکروریان پرگنات خالصہ شریفہ و عادی جاگیرداران تعلق دیوانی خود مقرر کند کہ
ہر کدام از انہا بکافۂ رعایا و برایا پرگنہ عملہ خویش قدغن تمام نمایند کہ اصلاً و قطعاً
بنگ نکارند و عوض آں دیگر اجناس بکشت و کار در آورند اگر احیاناً احدے از انہا
باوجود خلاف حکم ارفع العمل آرد تنبیہہ بلیغ نمایند تا دیگراں عبرت گرفتہ مرتکب ایں امر
نشوند و احیب آنکہ اندریں باب از پاپیش گاہ سلطنت قاہرہ بر قدغن تمام و النستہ بموجب ترویج قاہرہ
معلی العمل آرند و نگہدارند کہ احدے خلاف آں نتواند کرد و ہر کس کہ دریں مادہ کوتاہی نماید
و خواہد نمود تقصیر دار خواہد شد دریں باب زیادہ چہ نوشتہ شود۔ در غرۂ رمضان

(۱۰۵)

غرض اورنگ زیب کو خود غرض صحیح تاریخ سے ناواقف اور متعصب اشخاص نے اس قدر بُرے رنگ میں پیش کیا ہے کہ اس کا نام ظلم و ستم قتل و غارت گری جبر و تشدد اور مذہبی تنگ نظری کا مرادف بن گیا ہے لیکن حقیقت نگاری کا فرض ہے کہ وہ یہ تمام داغ اسکے چہرہ سے دُور کر کے اس کو اصلی شکل و صورت میں پیش کرے کہ تاریخی کاغذات اور شاہی فرامین جواب ہمارے سامنے رونما ہو رہے ہیں ان الزامات کی تکذیب کر رہے ہیں۔ چنانچہ آج کی صحبت میں ہم اورنگ زیب کی ان کوششوں کے متعلق جو اُس نے اپنی رعایا کے اخلاق کی اصلاح و درستی کے لئے کیں مختصراً کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔

اس حقیقت سے کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ مسکرات و منشیات کا استعمال اخلاقی زندگی کے لئے مہلک اور موت کا پیغام ہے جب کسی قوم میں یہ مرض پھیلا اس نے اسے تباہ و برباد کر دیا۔ اسی لئے شاید دنیا کا کوئی سچا مذہب نہیں ہے جس نے ان چیزوں کی ممانعت نہ کی ہو کہ یہ چیزیں بداخلاقی، اسراف، عیاشی اور اس کی تمام لعنتوں کو اپنے ساتھ لاتی ہیں یہ برائیاں اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی ہیں جب کسی قوم کے سربر آوردہ اشخاص ان میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اگر بادشاہ کو خود ان سے دلچسپی پیدا ہو گئی ہو تو اس کے پھیلنے میں کوئی کسر باقی نہیں رہتی سلاطین مغلیہ میں اورنگ زیب سے پہلے تک کے اکثر حکمران اس دختر رز کے دام میں گرفتار رہے ہیں اور اس چیز نے قوم کے ایک بڑے طبقے کو اس کا گرویدہ بنا دیا تھا

کہ اس کی ہندو رعایا امن و امان اور خوش حالی اور فارغ البالی کی زندگی بسر کرے اور اُن کے حقوق پر کسی قسم کی دست درازی نہ ہونے پائے۔ اصل فرمان ملاحظہ ہو۔

(خلاصۃً از اخبار "بیدار" مظفر نگر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مہر
اورنگ زیب شاہ غازی بہادر
ابن صاحبقران ثانی

# فرمان عالمگیر

مہر
منشور لامع النور اورنگ زیب
شاہ غازی

لائق العنایۃ و المرحمۃ ابو الحسن بالتفات شاہانہ امیدوار بودہ بداند کہ چوں بمقتضاے مراحم ذاتی و مکارم جبلی ہمگی ہمت والانہمت و تمامی نیت حق طویت برفاہیت جمہور انام و انتظام احوال طبقات خواص عوام مصروف است و از روے شرع شریف و ملت منیف مقرر چنین است کہ دیرہاے دیرین برانداختہ نشود و بتکدہا تازہ بنا نیابد و دریں ایام معدلت انتظام بعرض اشرف اقدس ارفع اعلیٰ رسیدہ کہ بعض مردم از راہ عنف و تعدی بہنود سکنہ قصبہ بنارس و برخے امکنہ دیگر کہ بنواحی آں واقع است و جماعت برہمناں سدنہ آں محال کہ سدانت بتخانہاے قدیم آنجا بآنہا تعلق دارد مزاحم و متعرض می شوند و می خواہند کہ ایشاں را از سدانت آں کہ از مدت مدید بآنہا متعلق است باز دارند و ایں معنی باعث پریشانی و تفرقہ حال ایں گروہ می گردد۔ لہٰذا حکم والا صادر می شود کہ بعد از ورود ایں منشور لامع النور مقرر کنند کہ من بعد احدے بوجہ بیحساب تعرض و تشویش باحوال برہمناں و دیگر ہنود متوطنہ آں محال نرسانند تا آنہا بدستور ایام پیشین بجا و مقام خود بودہ بجمعیت خاطر بدعاگوئی بقاے دولت خدا داد ابد مدت ازل بنیاد قیام نمایند۔ دریں باب تاکید دانند۔ بتاریخ ۱۵ شہر جمادی الثانی

سنہ ۱۰۶۹ھ نوشتہ شد۔

ماہ اپریل ۱۹۰۵ء کو منگل پانڈے نے بنارس کے کلکٹر کی عدالت میں ایک استغاثہ دائر کیا اور میں کلکٹر صاحب کے حکم سے ابتدائی تحقیقات پر مامور تھا منگل ایک گھاٹیا برہمن ہے جو دریا کے گھاٹ پر بیٹھا رہتا ہے اور پجاری کی خدمات انجام دیتا ہے۔ جو یاتری اشنان کرنے کے لئے آتے ہیں انہیں پوجا کراتا ہے اور پوجا کی رسموں کیلئے جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے وہ انہیں خرید کر دیتا ہے۔ پچھلے دنوں گجرات کی بنایاں اپنے ملک کی رسم کے مطابق گھاٹ پر دھرنا دے کر بیٹھ گئیں اور رونا اور بین کرنا شروع کر دیا اس سے دوسرے پجاریوں کی عبادت میں خلل پڑنے لگا منگل پانڈے نے انہیں روکا کہ اگر تم یوں ہی روتی چلاتی رہیں تو کوئی دوسرا پجاری اس گھاٹ پر نہ آئے گا اور میرا نقصان ہوگا۔ اس پر منگل میں اور ان بی بیوں میں تنازعہ ہو گیا اور اُسے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑا۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ تمہارے پاس گھاٹ کے اس حصہ کی پروہتی کے لئے کوئی قانونی دستاویز بھی موجود ہے یا نہیں اگر ہے تو پیش کرو۔ اس مطالبہ کے جواب میں اس نے اور اسکے لڑکے بالو نند نے سند کا غذات مجھے دکھلائے اور شہنشاہ اورنگ زیب کا فرمان بھی انہیں میں موجود تھا۔ یہ فرمان اب بھی اس کے قبضے میں موجود ہے"۔

ان تصریحات کے بعد کرنل فلٹ کے سارے شکوک جاتے رہے۔ اور فرمان کو جس کی پشت پر اورنگ زیب کے بیٹے شہزادہ محمد سلطان کی مہر ثبت ہے۔ بنظر غائر دیکھنے کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ فرمان اورنگ زیب ہی کا جاری کیا ہوا ہے اور اُسکے پڑھنے کے بعد خواہ مخواہ ماننا پڑتا ہے کہ اورنگ زیب ویسا نہیں تھا جیسا اُس کے نکتہ چیں اُسے ظاہر کرتے ہیں بلکہ اُس کی سب سے بڑی منشا یہی تھی

بنارس جانے کا اتفاق ہوا۔ جہاں انہیں اورنگ زیب کے ایک فرمان کی عکسی نقل ہاتھ آگئی۔ یہ فرمان حاکم بنارس ابوالحسن کے نام تھا اور اس کے مضمون کی نوعیت ایسی نہ تھی کہ اس عام شہرت کے اعتبار سے جو اورنگ زیب کو ہندو حلقوں میں نصیب تھی بادی النظر میں اُسے فرضی نہ سمجھ لیا جاتا۔ ہندوؤں نے مشہور کر رکھا ہے کہ اورنگ زیب انکا جانی دشمن تھا۔ اُس نے ان پر جزیہ لگایا، اس نے اُنکے بت توڑے۔ اس نے اُن کے مندر ڈھائے، جبتک دس من زنار ہر روز جلا نہ لیتا تھا اُسے کھانا ہضم نہ ہوتا تھا۔ اُس نے دوسرے مقامات کی طرح بنارس میں بھی ہندوؤں کے بہت سے بت کدے برباد کر دیئے اور اُنکے کھنڈروں پر مسجدوں کو تعمیر کیا۔ یہ کہانیاں کرنل فلٹ نے بھی ضرور سنی تھیں ایسی حالت میں مقام تعجب نہ تھا۔ اگر فرمان عکسی کی نقل پر جو اورنگ زیب کو کسی اور ہی رنگ میں پیش کر رہی تھی انہیں اعتبار نہ آئے اور جبتک اصل کو دیکھ کر مطمئن نہ ہولیں اپنی رائے اس باب میں محفوظ رکھیں چنانچہ وہ دوبارہ بنارس گئے اور اس مرتبہ خان بہادر شیخ محمد طیب صاحب کوتوال شہر کی امداد سے آپ نے اصلی فرمان بھی دیکھ لیا۔

اس فرمان کی شان نفاذ پر خان بہادر محمد طیب نے جو تاریخی روشنی ڈالی وہ بہت ہی بصیرت افروز ہے۔ اس کی لمعاتی ملاحظہ ہو۔

"بنارس کے محلہ سنگلا گوری میں گوپی اپادھیا نامی ایک برہمن رہتا تھا جسے گزرے ہوئے پندرہ سال ہوتے ہیں۔ اس کی یادگار صرف ایک لڑکا ہے مسمی منگل پانڈے جو اب وہ بھی محلہ منگلا گوری میں رہتا ہے نانا کے انتقال پر دوسرے خاندانی کاغذات کے ساتھ شہنشاہ اورنگ زیب کا یہ فرمان بھی اُسے ترکہ میں ملا۔

(۱۰۴)

انگلستان کے ایک مشہور مستشرق کرنل ڈی سی فلٹ نے ایک فرمان شائع کیا ہے جو حضرت عالمگیر کی طرف سے بنارس کے ناظم کے نام ہے اور جس میں صاف صاف حکم دیا گیا ہے :-

"شریعت غرا کے مقدس قانون کے مطابق گو نئے مندر نہیں بنائے جا سکتے مگر پرانے مندروں کو توڑا بھی نہیں جا سکتا۔ ہمارے گوش گزار یہ خبر ہوئی ہو کہ بعض عمال ازراہ جبر و تعدی قصبۂ بنارس اور اُس کے آس پاس کے دوسرے مقامات کے ہندوؤں اور برہمنوں پر جو قدیم مندروں کے پروہت ہیں تشدد کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ برہمنوں کو ان کی پروہتی سے الگ کر دیں جس کا نتیجہ اسکے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کہ یہ بیچارے پریشان ہو کر مصیبت میں مبتلا ہو جائیں اسلئے تم کو (ابوالحسن) حکم دیا جاتا ہے کہ اس فرمان کے پہنچتے ہی ایسا انتظام کرو کہ کوئی شخص تمہارے علاقے کے برہمنوں اور دوسرے ہندوؤں کیساتھ کسی قسم کی زیادتی نہ کرے اور ان کی تشویش کا باعث نہ ہو تاکہ یہ جماعت بدستور سابق اپنی اپنی جگہ پر اور اپنے منصبوں پر قائم رہ کر اطمینان قلب کے ساتھ ہماری دولت خداداد کے حق میں مصروف دعا رہے۔ اس باب میں تاکید مزید جانو ۱۵۔ جمادی الثانی سنہ ۱۰۶۹ھ

اصل فرمان فارسی میں ہے اس کو بھی ہم ذیل میں درج کرتے ہیں تاکہ جن اصحاب کو فارسی زبان سے دلچسپی ہو وہ اس شوق کو پورا کر سکیں۔

ماہ اکتوبر ۱۹۱۱ء میں انگلستان کے ایک مستشرق لفٹنٹ کرنل ڈی سی فلٹ کو

کعبهٔ امانی و آمال بندگان نزدیک و دور است با صلا معقولیت آشنا نشده بر بعث
جهالت و غرور بیشتر در مراتب منع و ردع افزوده لاجرم پنبهٔ جهل و پندار لوچ از گوش
هوش شش دور کردن و آن ظلوم و جهول را از پیش راه برداشتن و بحکم ضرور به ذمه
همت واجب گردید. اگر غیر تحصیل سعادت زمین بوس اشرف امر دیگر مرکوز خاطر می‌بود
بر ضمیر خورشید تنویر روشن و هویداست که اسیر کردن او در رفیقانش که چنین شکست فاحش
یافته بحال منکر سراسیمه گردیده‌اند در انهزام گشته بود چندان بعذرے نداشت و
کنون شاهزاده کلان خود با سپاه گران تا وصول پور تشریف آورده معابرات
چنبل و مسالک راه مسدود ساخته جابجا مردم را گماشته اند و با عنا و خویش راه
عبور بر این خیراندیش بسته بودند. چون این مرید را غیر از ادراک دولت حضور پرنور
با هیچکس سر مقابله و پیکار نبود و نیست از راه بهدا در راز داب چنبل عبور کرده عازم
زمین بوس اقدس گشته و چنان شنیده می شود که آن جناب حرمان این ارادت کیش
اخلاص سرشت از سعادت خاک بوسی همایون بجد برخواسته اشتعال نائرهٔ قتال
پیش نهاد همت دارند. چون آن جناب را با چون من مرید ارادت پرست بمقابله و
قتال پیش آمدن و هنگامهٔ حرب و مصاف آراستن صرفه نخواهد کرد پسندیده عالم
صواب آنست که بزرگی را کار فرموده لبساط کرده در گذر دیده و بالفعل بصوب سجابت که
درجاگیر آن جناب مقرر است شتافته چندی بخدمت حضور همایون را به این خیرخواه
سرا با اعتقاد گذارند. بعد از آن هر چه در مرآت رائے جهان نما جلوه فرماید بشرف ظهور
خواهد یافت.

ﻫ

خیر اندیش را غبار آلود جرائم و لوث آمود آثام و الموده به التماس و الحاح جسونت سنگه را
با لشکر گران بر سر این داعی گماشت و مطمح نظر آن داشت که درین ضمن ولایت مختصر
که از پیشگاه عاطفت و اسعاف حضرت بایں مرید مرحمت شد بهر بهانه که میسر آید انتزاع
نماید و این فدوی را آوارهٔ فیافی[1] بیکسی و غربت و سراسیمهٔ صحرای محن و کربت گرداند
و لیس و مدمّره دستان و مزاج اشرف تعرف کرده حضرت قول او را التصدیق فرموده
سائر فرزندان فدوی اخلاص طینت را دون فرا گرفته در حق این سرگردانان سرای گاه
حسرت و معنی ذلت و حرمان آنچه او تجویز نماید حکم می فرمایند و قطعاً تفحص و تفتیش
حال این بی گناهان و توجه بر غور در امور ملکی و مالی نفرموده زمام رتق و فتق[2] مهام جزوی
و کلی بکف اختیار و قبضهٔ اقتدارش باز گذاشته اند و بی خود بی فائده شک شائبهٔ ریب
تشنهٔ خون این بی گناهان است چون کار بدین حد رسید و صورت حال بدین منوال
انجامید حفظ جان و پاس ناموس خود از مهمات عالم عقل و نثار خرد دانسته عازم شده
سدرهٔ منزلت سپهر احتشام گردید تا صورت حال و حقیقت معامله بی اسطیح و براهین
معقوله در خدمت عاکفان پایهٔ اورنگ جهانداری مکشوف گرداند عدل سلطان گر نرسد
حال مظلومان عشق گوشه گیران را ز آسائش طمع باید برید و چون این خیرخواه قطع
مسافت نموده بحوالی اجین فائز گردید جسونت سنگه باشارهٔ شاهزادهٔ کلان ایذا
و آزار این خیرخواه مامور بود بسلسله جنبانی جهل و نادانی سنگ راه گشته بقدم
مخالفت پیش آمده چندانکه مردم هوشمند سخندان فرستاده بعنوان معقول آن جهول را
بر ارادهٔ خود آگاهی بخشید و تصریح نمود که محرز سعادت حضور فائض النور و محرم طواف

---

۱ یعنی جنگل و صحرا ۱۲ ۲ توڑ جوڑ ۱۲

میدان قافیهٔ وقت باین نیاز مند تنگ گشته بورطهٔ تحیر و تفکر در افتاد و بحکم ضرورت کار صورت
یافته و انجام قریب شده را بر هم زده محض همین نیرنگ اقبال بی زوال خود را ازان
سبه حال خطر بر آورد و بهزاران حیله تقبیل و اصابت تدابیر از میان بیم بر آمده سالم بما
رسید. عیاذاً بالله اگر چشم زخمی می رسید و در اکناف اطراف جهان شهرت یافته
اگر این بدنامی و حال این خفت و مذلت سالهای دراز بر روی دولت پایدار می ماند
و در جریدهٔ روزگار ثبت می گردید و پیداست که تدارک و تلافی آن بواسطهٔ عدم دوربینی و
ناعاقبت اندیشی شاهزادهٔ کلان محض روی کار خویش مطمح نظر داشت. اگر چه
علاج را آب بر دغمی ندارد و از دائرهٔ امکان وجرأت بندهای پادشاهی بیرون بود
و این مرید از بس ممارست در امر جانبازی و مهارت و مزاولت در کار نبرد و پیکار و
آشنائی با طرز و شیوهٔ ستیز دران دیار هجوم و ازدحام اعدا احسانی نگرفته و
بحیاق تهور و جلادت فرق مخالفان کوفته به استظهار نشیبهای اقبال بی زوال
لشکر را ازان گرداب شورش و فساد در میدان سلامت بیرون آورد. غریب تر
آنکه بدین بی مددی و خسارت و کارشکنی و خصومت اکتفا نکرده محال برار را
بی سابقهٔ تقصیر و کوتاهی از جاگیر این خیرخواه رضاطلب که جز ارادت و اعتقاد و
جانفشانی و اخلاص امری دیگر بخاطر راه نداد تغیر کرده به آنجهان تا خلفی زیاده
سری کرد یا از حد خود بیرون نهاده مرتکب انواع گستاخی و بی ادبی و مصدر
تقصیرات عظیمه گشته و لوای بی اعتدالی و افساد در عرصهٔ بغی و عناد برافراشته
تنخواه نموده و کیفیت حال این داعی خیرخواه را بواسطهٔ غرض و خواهش نفس خویش
بخلاف واقعه بعرض اشرف رسانیده محض بهتان و بحت افترا داما ان جال این

بدل جبد می نماید لاہمیشہ کارہا میان دین وملت ممانع وستلزم فساد امور بلاد وعباد
از و بظہور می رسد و ابواب منافع ومداخل بر روئے روزگار ایں خیر خواہ مسدود
گردانیدہ و انواع منفعت و اقسام مضرت رسانیدہ ازانجا نیکہ حسب الاشارۂ اقدس
بر ولایت بیجا پور لشکر کشیدہ بہ تسخیر بعضے اقطاع آن ولایت می پرداخت و امراء سپاہ
بمحاصرۂ اشتغال ورزیدہ داد جانفشانی می دادند ومخالفان از اطراف و جوانب
ہجوم آوردہ در رسد وممانعت ومدافعت بودند و اخبار توحشۂ بیماری اقدس شیوع یافتہ
باعث تحیر و تفکر اولیا وخیرگی وشوخی اعدا شدہ بود ہا محصوران گلبرگہ کہ جانبازان
موکب اقبال بعد از تسخیر قلعۂ بیدر و کلیانی بمحاصرۂ بلدۂ مذکورہ پرداختہ بودند در تضیق
محاصرہ دل تنگ تر از غنچہ شدہ کار بداں ترتیب گشتہ بود کہ صورت افتتاح نماید
مسند آرائے حکومت بیجا پور از ترکتازِ بہادران اقلیم سلیمان بخت بستوہ آمدہ ذکراں
ضرور افتادہ بود کہ پیشکش لائق سرانجام دادہ ولایتِ خود را از صدمہ سپاہ
فیروزی دستگاہ مصئون گرداند و الاہم آں داشت کہ دلاوران کتیبۂ اقبال ادرا
عنقریب مستاصل ساختہ ولایتش را ضمیمۂ ممالک محروسہ گردانند در اخلال ایں حال
شاہزادہ کلاں ملازمانِ خود را الطلب امرائے بادشاہی و دلی استمالت حاکم بیجا پور تعین نمود
و انہا پنہانی پیغام ہائے عنایت آمیزہ مہربانی بہ والی بیجا پور رسانیدہ او را در وادی
لجاج و عناد نسبت بایں مرید دلیر تر ساختند و سرداران بادشاہی را بمبالغہ و اہتمام
تمام از پیرامن بلدۂ گلبرگہ کہ کار نزدیک بکشایش رسیدہ بود برداشتہ در زوال کردن آنہا
بداں جانب مراتب تاکید و اجتہاد بظہور رسانیدند کہ فرصت خصت ومجال وداع نیافتہ
وایں خیر خواہ را نادیدہ و بر جناح استعجال عازمِ درگاہ جہاں پناہ شدند وازیں جہت

حال و استقبال مواضع مذکوره را بہ تصرف او واگزارند۔ اصلاً و مطلقاً تغیر و تبدل بداں راہ ندہند و بعلت مالوجہات و سائر جہات و اخراجات مثل قتلی و جریبانہ و ضابطہ و کل تکالیف دیوانی و مطالبات سلطانی مزاحم نشوند۔ بفراغ خاطر در آبادانی پرگنہ مقید باشد۔

بتاریخ نہم شہر شعبان المعظم سنہ ۲۷ جلوس معلی تحریر یافت۔

(۱۰۳)

خلاصہ مضمون عرضداشت (عالمگیر)

بنام

حضرت شاہجہان بعد مراجعت دکھن

آنکہ دریں ایام زمام مہام سلطنت و دارائی و عنان امور ملکی و مالی از قبضہ اختیار حضرت بیرون رفتہ و اعلام تملک و اقتدار شاہزادہ کلاں در قبض و بسط امور سلطنت و فرمانہی بغایتے ارتفاع پذیرفتہ کہ اندازہ آں از حوصلہ تحریر و تقریر بیرون یابد و او بنا بر قدرت و مکنت خویش ہمت باستیصال نہال وجود اخوان مقصور گردانیدہ۔ روز بروز سعی و اجتہادش دریں باب سمت تزاید می پذیرد۔ چنانچہ سلیمان شکوہ را با فوجے بر سر شاہ شجاع کہ پسر رشید آں حضرت ست تعین کردہ ناموس و نام نیک دو سالہ او بباد فنا در دادہ و آں جناب چہ مایہ ذلت و خفت از نواسہ پرویز کشیدہ در پیش اہل جہاں خجل و شرمسار گردید و ہمچنیں بمقتضائے ہوائے نفس و خواہش طبع خویش بنائے کار بنہادہ پیوستہ در تفحص و تفتیش احوال و تفضیح و تخریب مہام ایں نیازمند

اسلامی مساوات اور رواداری نے راجہ کے دل پر اثر پیدا کیا اور وہ خدا کیلئے
مسلمان ہو گئے۔ کوئی لالچ نہ تھا کسی قسم کی کوئی ترغیب و تحریص بھی نہ تھی لیکن
وقت گزرنے کے بعد اب طبع آزمائیاں ہو رہی ہیں کہ راجہ کو مجبوراً مذہب
تبدیل کرنا پڑا ؎

اپنی منقاروں سے خود کستے ہیں پھندا جال کا
طائروں پر سحر ہے صیاد کے اقبال کا

عالمگیر پر یہی الزام کیا کم ہے کہ اکبر اعظم کی پالیسی کا مقلد نہیں تھا۔
عالمگیر کا دروازۂ دولت ہندو خیر خواہوں کے لئے بند نہ تھا۔ ایسے اسناد
دیگر ریاستوں میں بھی ہیں۔ مگر راجہ پڈرونا والا احسان مندِ دل نہیں ہے۔ اس
لئے اسناد پردۂ راز میں ہیں۔

اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ

دریں وقت فرمانِ والا شان شرفِ صدور یافت کہ مبلغ بیجہزار یا الصدر دبیہ
جمع موضع کھیسا وغیرہ سی دسہ موضع دلبست معمولہ پرگنہ سدھوہ سرکار جون پور
مضافِ صوبہ الہ آباد در وجہ انعام نان کار ناتھو زمیندار پرگنہ کرمال گزارست و
شیوۂ رعیت گری را شعار خود ساختہ موجب ترۂ عمال و جاگیردار حاضر می باشد
از فصل خریف یونت ئیل حسب الضمن مقرر باشد کہ حاصلات مواضع مذکورہ را با
متعلقان صرف معیشت نمودہ بدعائے بقائے دولت روز افزون اشتغال نماید
و در سر براہی و ازدیاد آبادانی مقید باشد باید کہ حکام و عمال و جاگیرداران و کروریان

ایک فرمان مع اُن حالات کے جن کے ماتحت یہ فرمان صادر ہوا تھا۔ اس کتاب میں شکریہ کے ساتھ درج کرتا ہوں۔

چودھری ناتھ رائے راجہ بہادر پڈرونہ کے مورث تھے۔ جن کو ناظم صوبہ معظم آباد (گورکھپور) زبدۃ الاقران چودھری ناتھ رائے کے الفاظ سے یاد کرتے تھے۔ خیرخواہانہ خدمات کے صلے میں اُن کو نانکار وغیرہ برابر عطا ہوتے رہے۔ قدرشناسی اور عزت افزائی نے چودھری کے دل میں ولولہ پیدا کیا کہ بادشاہ عالمگیر کی زیارت کرنا چاہیے اور یہ منصوبہ باندھ کر روانہ ہوئے۔ ظل سبحانی نے اُن کو شرف باریابی کی عزت بمقام اجمیر شریف مرحمت فرما کر چودھری صاحب کو فرمان مشعر عطائے نانکار بمقام اجمیر مرحمت فرمایا۔ یہ فرمان ذریعۂ فخر خاندان ہے۔

چودھری ناتھ رائے اپنا دھرم اور فرمان لے کر واپس آئے۔ ہندو مذہب لے کر گئے تھے اور ہندو مذہب پر قدمبوسی کے وقت قائم رہے اور ہندو ہی مذہب پر مرے۔ عالمگیر نے ان کو زبردستی مسلمان نہیں کر لیا۔ اور نہ چودھری ناتھ رائے نے عزت افزائی کی خوشی میں اپنا مذہب ترک کیا۔ راجہ منجھولی (ذی جاہ)؟ دربار شاہی میں حاضر ہوئے لیکن مسلمان ہو کر خالی ہاتھ واپس آئے اور کوئی صلہ بھی نہ لائے۔ عالمگیر پر الزام ہے کہ راجہ بودھ مل کو زبردستی مسلمان کر لیا۔ لیکن کیوں چودھری ناتھ عطیۂ شاہی سے سرفراز کئے گئے اور عالمگیر نے ان کو کیوں ہندو رہنے دیا اور کس وجہ سے ان کے مذہبی عقائد کی بازپرس نہیں کی اور کیا وجہ ہے کہ ان کے خاندان کی عزت افزائیاں ہوتی رہیں۔

مذہب ایک عقیدہ ہے راجہ صاحب منجھولی کو عالمگیر کی سادہ وضع پسند آئی

**دہم** آنکہ تا مقدور والی ملک خود را از حرکت معاف ندارد و از نشستن در یک مکان کہ در دنیا بصورت آرام بود واقع منجر بہزار مصیبت و آلام است محترز باشد

**یازدہم** - بر پسران ہرگز اعتماد نکند و طور مصاحبت در زندگی ننماید کہ اگر اعلیٰ حضرت با دارا شکوہ چنیں سلوک نمی کردند کار باینجا نمی رسید و کلمۂ الملک عقیمۃ ہمیشہ مدّ نظر باید داشت۔

**دوازدہم** - عمدہ رکن السلطنت اطلاع اخبار ملکی ست و غفلت یک لحظہ باعث ندامت سالہائے دراز می گردد کہ مقدمۂ گریختن سیوائے مقہور از غفلت شد تا آخر عمر ہماں سرگردانی باقی بود۔ تبارک اثنا عشر باختتام بر دوازدہ وصیت کردہ شد

اگر در یافتی بر دانشت بوس
دگر غافل شدی افسوس افسوس

## (۱۰۲)

اس زمانہ میں ایسی ہستیاں و الا وجود ہیں جو شاہان مغلیہ او خصوصاً عالمگیر کے عطیہ کو اپنے لئے مایۂ ناز و افتخار سمجھتے ہوں لیکن راجہ بہادر راجہ برج نراین سنگھ صاحب رئیس پڈرونہ (گورکھپور) کے دفتر میں عالمگیری اور شاہجہانی احکام موجود ہیں یہ راجہ بہادر اور اُن کے قوت بازو راجہ بہادر جگدیش نراین صاحب ان احکام کو ذریعۂ افتخار سمجھتے ہیں ہمیں اپنے محترم خاں صاحب محمد اکرم صاحب مینجر کی کرم نوازی سے منجملہ بہت سے احکام کے صرف ظل سبحانی حضرت عالمگیر کا

**ہفتم آنکہ۔** بہتر از ایرانی برائے منصدی گری دیگرے نیست و در جنگ هم از عہد حضرت جنت آشیانی تا حال احدے ازیں فرقہ از معرکہ روگردان نہ شدہ و پائے استقامت ایشاں لغزیدہ معہذا گاہے خودسری و حرام نمکی نکردہ اند لیکن چوں بسیار عزت طلب اند، با ایشاں ساختن بسیار مشکل بہرحال باید ساخت و کجدار مریز باید کرد۔

**ہشتم آنکہ۔** فرقہ تورانی سپاہی مقرر اند۔ برائے تاخت و تاراج و شبخون و بندی کردن خوب اند۔ از برگشتن در عین جنگ کہ ترجمہ تیر بازکشی ست، وسواس و ہراس و خجالت ندارند و از جہل مرکب ہندوستانیان کہ سر برود لیکن جا نرود بصد مرحلہ دور اند۔ بہرحال ایں جماعت را محل رعایت باید داشت کہ اکثر جاہا ایں مردم بکار می آیند کہ دیگرے بکار نمی آید۔

**نہم آنکہ۔** با ساداتؐ لازم السعادت بارہہ بموجب آیہ و آت ذاالقربیٰ حقہ عمل باید نمود۔ در احترام و رعایت فروگزاشت نباید کرد۔ ازیں راکہ بموجب آیہ کریمہ قل لا اسألکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ۔ محبت ایں جماعت اجر نبوت ست ہرگز مقصر نباید بود کہ ثمر خیر دنیا و آخرت ست لیکن با ساداتؐ بارہہ کمال احتیاط باید نمود۔ در محبت باطنی قصور نباید کرد و بحسب ظاہر مرتبہ ایشاں نباید افزود کہ شریک غالب بلکہ طالب ملک اند اگر اندک استرخائے عنان شود ندامت خواہد شد۔

---

لے اولاد نے ان نصیحتوں کا کچھ بھی خیال نہ کیا اور قطب الملک اور امیر الامرا سادات عظام نے جو کچھ کیا وہ تاریخی واقعات ہیں۔ اگر نصائح پر عمل کرتے تو کاہے کو بُرا دن دیکھتے۔ افسوس ۱۲

حسنیہ علیہ السلام نمایند کہ معترفان بجار عصیان رالبغیر ازالتجا بآں درگاہ مرحمت و غفران پناہ نیست ۵ہ امے ایں سعادت عظمیٰ نزد فرزند ارجمند با دشاہزادۂ عالی جاہ ابستا بگیرند۔

دوم آنکہ۔ چہار روپیہ و دو آنہ از وجہ کلاہ دوزی نزد آیہ بیگم محلدار ست بگیرند و صرف کفن ایں بیچارہ نمایند و سہ صد و پنج روپیہ از وجہ کتابت قرآن در صرف خاص ست۔ روز وفات لفقرا بدہند۔ اذیں اہ کہ در کتابت قرآن نزد فرقۂ شیعہ حرمت دارد بکفن و مایحتاج آں صرف نکنند۔

سوم آنکہ۔ باقی مایحتاج از وکیل بادشاہزادۂ عالی جاہ بگیرند کہ وارث قریب در اولاد ایشانند و حلت و حرمت بر ذمۂ ایشان ست۔ زیں بیچارہ باز پرس نیست کہ مردہ بدست زندہ۔

چہارم آنکہ۔ ایں سرگشتہ وادی گمراہی امر برہنہ دفن کنند کہ ہر گنہگار تہ روزگار راکہ سر برہنہ نزد بادشاہ عظیم الشان ببرند البتہ محل ترحم خواہد گردید۔

پنجم آنکہ۔ بر بالائے صندوق تابوت پارچہ سفید گندہ کہ گزی گویند پوشش نمایند و از شامیانہ و بدعت مغنیاں و مولودی احتراز کنند۔

ششم آنکہ۔ بر والی ملک اجب باد کہ باخانہ زادان بے سر و پا کہ ہمراہ ایں عاصی دور از جیا در دشت و صحرا گشتہ اند مدارات نمایند و اگر بتصریح تقصیرے ازینہا واقعہ شود بعفو جمیل و صفح جزیل مکافات فرمایند۔

---

سلہ یہ خیالات تو یہ تھے اور عمل بھی یہی تھا۔ لیکن بعض مورخین کا بھا ایہ دہ کہتے ہیں کہ اہل ہند ساتھ برتاؤ اچھا نہ تھا ۱۲

از خود خبرم نیست۔ گناہ بسیار کردم۔ نمی دانم بچہ عذاب گرفتار خواہم شد؟ حراست بندگان اگرچہ رب العالمین خواہد کرد الّا مسلمانان و فرزندان ہم اہم ست حفظ و احتیاط بندہا بحسب ظاہر ضرور۔ عالی جاہ ہم نزدیک ست۔ آنچہ لازم بود در حق شما گفتہ ام او ہم بجان و دل قبول داشتہ۔ نشود کہ مسلمانان کشتہ شوند و وبال بر گردن این ناکارہ بماند۔ شما را و فرزندان شما را بخدا می سپارم و خود رخصت می خواہم۔ حالت اضطراب ست۔ بہادر شاہ در جائے کہ بود ہست و فرزندزادہ عظیم الشان نزدیک بہ ہندوستان آمدہ و فرزندزادہ بہادر نواحی گجرات۔ حیوۃ النساء چیزے از روزگار ندیدہ ملول ست و احوال بیگم بیگم داند۔ اودے پوری[1] و الدہ شما در بیمار با من بودہ ارادۂ رفاقت دار دو خانہ زادان و مردمان حضور۔ ہر چند گندم نمائے جو فروش اند، باید برفق و مدارا و بے پروائی کار گرفت و پا بانداز رواتے دراز کشید۔ والسلام۔

( ۱۰۱ )

(وصایا در وقت آخر)

الحمد للہ والصلوۃ علی عبادہ الذین اصطفیٰ ورضا۔

اول آنکہ۔ این عاصی غرق معاصی را تلجیف و تفریش تربت مطہرہ مقدسہ

---

[1] عالم کی چہیتی بیوی اور شاہزادہ کام بخش کی ماں کا خطاب ہے۔ چیرد ہیور کے خاندان سیسیدیہ کی تھیں مورخین انکے حالات کی بابت اختلاف کرتے ہیں ہیں مسٹر بیل کی تحقیقات کو صحیح باور کرتا ہوں۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۷۵ ڈکشنری بیل مرتبہ ایشیاٹک سوسائٹی ۱۸۸۱ء)

همچو من مضطرب که از خدا دور و از خود تنهائی گزیده در حالت اضطراب است چون سیماب بے قرار ، می فهمند که صاحب نفسے داریم و هیچ یاد خود نیاورده ام و ثمرۀ گناهان همراه می برم ۔ نمی دانم که در چه عقوبت گرفتار خواهم شد ! هر چند نظر بر الطاف و رحمت امید قوی ست اما نظر بر اعمال و افعال تفکر نمی گذارد ۔ چوں از خود گزشتم دیگرے کجا ماند ؟ ؎

هر چه بادا باد ما کشتی در آب انداختیم

صیانت بندگان اگرچه پروردگار خواهد کرد ۔ لیکن نظر بر عالم ظاهر بر فرزندان هم ضروری ست که خلق و مسلمین ناحق کشته نشوند ۔ فرزند زاده بهادر دعائے آخرین ، دیدِ وقت رخصت ندیدیم اشتیاق باقی ماند ۔ بیگم اگرچه بظاهر ملول ست لیکن مالکِ دلها خداست ۔ کوتاه اندیشی مونثان جز ناکامی ثمرۀ ندارد ۔ الوداع ، الوداع ، الوداع ۔

(۱۰۰)

فرمان بنام شاهزاده سوم کام بخش که در وقت آخرین صادر شد ۔ فرزند من جگر بند من ۔ در عالم اختیار هر چند برضائے الٰهی نصیحت کردم و زیاده از امکان وصایا نمودم چوں خواست الٰهی نبود بگوش رضا کسے نشنید که حالا از همه بیگانه می روم ۔ بر بے بضاعتی شما ترحم دارم اما چه فائده ؟ عذاب و گناه هر چه کردم ثمرۀ آں با خود می برم ۔ عجب قدرت ست که آمدم تنها و می روم با این قافله ۔ تپ اگرچه از دوازده روز مرافقت داشت لیکن تاب نیاورده گزاشت ۔ هر جا نظر می کنم جز خدا بنظر نمی آید ۔ اندیشه لشکریان و لشکر نظر بر وبال آخرت موجب ملالت خاطر ست شد ۔

ذیل میں درج کئے ہوئے خطوں کو غور کے ساتھ ملاحظہ فرمایئے انہی خطوط کی بنیاد پر انگریزی مورخین لکھتے ہیں کہ عالمگیر مرنے سے ڈرتا تھا اور زندگی میں جو کچھ انوالیاں اور بے عنوانیاں کی تھیں مرنے کے وقت اُن کی تصویر عالمگیر کے سامنے تھی اس لئے وہ کانپتا تھا اور مایوسانہ کلمات آخروقت میں اپنے لڑکوں کو لکھے۔ اسلامی تعلیم کی عدم واقفیت کی وجہ سے ان مورخین کو علم ہی نہیں ہے کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ باوجود زہد اور ریاضت کے احکم الحاکمین کے سامنے جاتے ہوئے ڈرنا چاہئے۔ اور ہمہ وقت توبہ و استغفار کرتے رہنا چاہئے۔ اگر مورخین کو اس کا علم ہوتا تو وہ یہ غلط استنباط نہ کرتے۔

بخط انور در حالت نزع بنام شاہزادہ محمد اعظم صادر شد۔

سلام علیکم و علی من لدیکم۔ پیری رسید ضعف قوی شد۔ قوت از اعضا رفت یگانہ آمدم و بیگانہ می روم۔ خبر از خود ندارم کہ کیستم؟ و چہ کارہ ام؟ نفسے کہ بے ریاضت رفت افسوس آں باقی ماند کہ ملک داری و رعیت پروری ہیچ از من بناید عمر عزیز مفت رفت۔ خداوند در خانہ دارم و روشنائی آں در چشم تاریک خود نمی بینم حیات پائدار نیست از نفس رفتہ نشانے پدیدار نے و از استقبال توقع مفتوح مفارقت کردہ جرم و پوست تنہا گزاشت۔ فرزند کام بخش اگرچہ بہ بیجاپور رفتہ نزدیک است و آں عالی جاہ ازاں ہم نزدیک تر عزیز القدر شاہ عالم از ہمہ دور تر۔ فرزند زادہ محمد عظیم بحکم اللہ العظیم نزدیک ہندستان رسید۔ لشکریاں ہمہ بے دست و پا و سراسیمہ

(۹۸)

حضرت عالمگیر بادشاہ نے ۱۱۱۱ھ جلوس میں دکھن کے تمامی قلعہ وغیرہ فتح کر کے احمد نگر تشریف لائے اور حکم دیا کہ "احمد نگر را ختم السفر بنویسید" چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی لیکن منصور خاں ناظم خجستہ بنیاد اورنگ آباد کو آرزو تھی کہ جہاں پناہ ان کے صوبہ کو رونق بخشیں اور انہوں نے عرضداشت کی کہ حضور معلیٰ احمد نگر میں رونق افروز ہیں اور قلعہ خجستہ بنیاد قابل مرمت ہے، اگر ارشاد ہو تو درست کرا لیا جائے تاکہ جہاں پناہ کی رونق افروزی کے وقت دقت نہ ہو۔ حکم ہوا ؎

در لحد خاک کشادہ ست بغل بہر طلب — خواجہ از بیخبری رنگ سرائی ریزد
زود باشد کہ در یں غفلت و حرص و طلبش — استخوانہاش جدا گشت جدائی ریزد

عجب از آں خانہ زاد مزاج داں باوجود آنکہ روزے باحمد نگر رسیدیم مقرر فرمودیم احمد نگر را ختم السفر بنویسید پس ہرگاہ احمد نگر را ختم السفر گفتہ باشیم آمدن تخجستہ بنیاد چہ صورت دارد؟ در چند روز حیات گزشتہ در سخن تفاوت نشدہ انشاء اللہ المستعان تا روز انتقال بسرائے حادداں ہر اقوال و افعال تفاوت نخواہد شد۔[1]

---

[1] ملاحظہ فرمایئے کہ یہ دل شکستہ اور شکست خوردہ بادشاہ نے لکھا ہے یا اس خط کے ہر لفظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ عالمگیر میں وہی ہمت تھی اور وہی استقلال تھا اور وہی اولوالعزمی تھی جو ہر دا گی کے وقت ظاہر ہوتی تھی۔ لیکن خدا بھلا کرے انگریزی مورخین کا وہ یہی کہتے ہیں کہ تھکا ماندہ آیا تھا اور مرہٹہ فوج نے ناک میں دم کر دیا تھا۔ ۱۲

(۹۶)

فدوی باخلاص! بفرزندعزیز[1] بہادر ما بنویسد کہ دنیا رفت آخرت آمدنی شد چیزے کہ یادگار خواہد ماند بکار خواہد آمد وہمراہ بغاء گور خواہد رفت ہمیں امور خیر کہ عبارت از باقیات صالحات ست امروز خود را از فردائے رفتگان باید دانست و عاقل آنست کہ وقت حال را کہ بین الماضی و الاستقبال ست غنیمت دانند و امر خیر و صلاح آنچہ تواند فوراً بعمل آرد وحال را رفتہ و آیندہ را شد پندارد زیرا کہ حال روئے در رفتن ست و آیندہ را روئے در آمدن ست

سعدی ہمہ روز پند مردم
می گوید و خود نمی کند گوش

(۹۷)

بفرزند عالی جاہ ۔ عرض داشت کند کہ ایشان ستشفاع تقصیر اعتبار خاں کردہ اند احتمال قوی کہ سید سعداللہ درویش نوشتہ باشد بنویسد کہ عبدالقادر بیدل دریں مقام دو مصراع دلچسپ گفتہ اند

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از در حق بہر استقبال می آید

---

[1] محمد بیدار بخت پسر محمد اعظم شاہ سے مراد ہے ۱۲

خوش نمی آید۔ ابوالفضل[1] با او بد بود شکایت گونہ آغاز کرد۔ جواب بافت کہ نواختہ را نمی تواں انداخت۔ لہٰذا با آدم کار چار ناچار باید ساخت ؎

خدائے راست مسلم بزرگی و الطاف کہ جرم بیند و ناں بر قرار می دارد

---

[1] نورتن اکبری کا یہ درخشندہ گوہر شیخ مبارک ناگوری کا دوسرا بیٹا ہو اور ۹۵۸ھ میں پیدا ہوا۔ تبحر در خدا داد قابلیت نے دربار اکبری میں پہنچا دیا۔ وہاں جا کر چلے اور خوب چلے شیخ عبد النبی اور مخدوم الملک سلطانپوری سے ان کی نوک جھونک برابر رہتی تھی اور آخر میں باپ بیٹے کے ہاتھ سے شیخ عبد النبی اور مخدوم کو نیچا دیکھنا پڑا۔ شیخ ابوالفضل کو علمی ذوق تھا اور تصنیف و تالیف میں ہمیشہ منہمک رہتے تھے۔ ایک بڑا علمی ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے۔ انکی مشہور تصانیف اکبر نامہ آئین اکبری و مکتوبات علامی ہیں۔ اکبر کے مذہبی عقائد میں جو خرابیاں ظاہر پیدا ہو گئی تھیں اُس کے بانی شیخ ابوالفضل قرار دیئے جاتے ہیں لیکن شیخ کا یہ عالم تھا کہ دربار میں تو دین الٰہی کے خلیفۂ اعظم تھے لیکن مکان پر ہر وقت ۔ ہم زبردست عالم شیخ ابوالفضل کی لکھی ہوئی تفسیر کو صاف کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اکبر نے سنا تو فرمایا کہ ہم سے تو یہ باتیں اور خلوت میں یہ ہوتا ہے۔ جلوت میں بیٹھنے والے شیخ پر اعتراض کرتے تھے تو شیخ دونوں ہاتھ زانو پر مار کر کہتا تھا "آہ آہ چہ تواں کرد"۔ چونکہ اکبر اعظم پر شیخ کا کافی اثر تھا اور شیخ کی بابت یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی تھی کہ اکبر کے مذہبی عقائد میں تغیر عظیم پیدا کر کے انکو مصلح اعظم ثابت کرنے والا یہی ہے۔ اس لئے شاہزادہ جہانگیر شیخ ابوالفضل سے کبیدہ خاطر تھے۔ توزک جہانگیری میں خود لکھتے ہیں کہ چونکہ اس نے اکبر اعظم کے مذہبی عقائد خراب کر دیئے تھے اسلئے متاثر ہو کر راجہ نرسنگھ دیو کو حکم دیا اور اس نے حملہ کر کے ۴ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ کو مقام انتری ریاست گوالیار کے ضلع کا صدر مقام اور جہانسی و گوالیار کے درمیان جی۔ آئی۔ پی پر واقع ہی شیخ کا کام تمام کر دیا۔ شیخ اسوقت دکھن سے آگرہ واپس آ رہے تھے۔ شیخ نے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ بالائے رایان راجہ سورج سنگھ کافی جمعیت کے ساتھ خاص انتری میں موجود تھے لیکن شیخ نے اُن کو بھی خبر نہ بھیجی اور نہ انتری تک بھاگ گئے کی ذلت کو گوارا کیا۔ جب اکبر نے سنا تو بہت ہی رنجیدہ ہوا اور کہنے لگا کہ تقصیر شیخو جی (جہانگیر) نے شیخ کو کیوں مروا دیا۔ شیخ بریدہ سر۔ شیخ ما از شوق بے حد چوں سوئے ما آمدہ ز اشتیاق پائے بوسی بے سر و پا آمدہ مزار انتری میں ہے ۱۲

اصلاح اندیشان خان دمان بر انداز دشمن جانی و مالی و بدخواہ حالی و مآلی دانند و شکر نعمت حق سبحانہ تعالیٰ بجا آرند کہ سہ صوبہ زرخیز و زر ریز دہمہ چیز ارزان و فراوان عطا کردہ۔ رعیت پروری راسرمایۂ دولت دنیوی و اخروی شمارند۔

## (۹۵)

آں فدوی مدار المہام حسب الحکم قضا جریان بفرزند عالی جاہ قلمی نماید کہ از نوشتہ نیک نام خاں (پرچہ نویس) بعرض رسید کہ شماہر چیز پسر دیوان قدیم خود را برآورد ید فہم و ذکائے رسا دارید تحما زید۔ حالا با فضائل خاں و مہربادی مزہ نماند عنایت اللہ خاں راواسطۃ المطالب ایشاں کردیم۔ بیاد داشتہ باشند کہ کوکا تاش خاں در حین نظامت دکھن و روح اللہ خاں ہنگام صوبہ داری حیدرآباد مصدر بعضے ادائے نامناسب شدہ بودند مصلحتاً چندے معاتب داشتیم و آخر نظر بر قدیم خدمت با آنہا درساختیم از زبان اعلیٰ حضرت شنیدہ ایم کہ عرش آشیان اکبر بادشاہ روزے می فرمودند کہ ٹوڈرمل[1] برائے تقرر و تنظیم امور ملکی مال شعور تمام داردو اما غرور وش

---

[1] ذات کے کھتری اور لاہور کے رہنے والے تھے۔ اکبری دور میں دیوان اور صوبہ دار بنگالہ رہے اور خطاب راجگی سے مفتخر تھے حساب کتاب کے بہت ماہر، بد طبیعت، ... اہل سیف اور قلم تھے۔ ۱۱ محرم سنہ ۹۹۸ھ میں بمقام لاہور انتقال کیا۔ صاحب ماثر الامراء لکھتے ہیں کہ باوجود ملکی کاموں میں یگانۂ روزگار ہونے کے کینہ ور تھے۔ یہ بھی کچھ نہ تھا مگر بد مذہب تھے، تیز دستی نہ کیا کرتے۔ یہ بھی جانے دو۔ اگر تعصب کے رنگ میں ڈوبے نہ ہوتے تو موتیوں میں تولنے کے قابل تھے۔ ان کے بندوبست کے کام میں مرشد قلی خان نے ان کے نام کو روشن کیا (ملاحظہ ہو ماثر الامراء صفحہ ۱۲۳ جلد دوم و دربار اکبری مرتبہ مولانا آزاد۔ مترجم)

(۹۳)

فدوی باخلاص زبانی محمد اخلاص عنایت اللہ خاں عرض نمودند کہ بیین پورخلافت مقروض اند وطلب سپاہ بسیار شدہ. جائے کہ ایں قدر مناصب نا مناسب و مواجب بے مواجب بدوں ملاحظۂ لیاقت مردم مقرر شود وایں ہمہ انعامات و رعایات بیجا بظہور رسد چرا نباشد؟ حافظ قرآن اند وفاضل مبقران؟ ولا تبدیل مراتب تبدیل ہم یا دوارند؟ تقصیر ایں گاہے سہواً ہم نمی خوانند، دیوان ہم مجہول ست و کشمیر وطن نکرے باید کرد و دیوانی تجویز نمود اسلم خاں بذنیت۔

(۹۴)

مسکرات کی آمدنی ناجائز تھی۔ شاہزادہ نے اپنے صوبہ میں اس کو ذریعۂ افزونی محاصل بنانا چاہا تو عالمگیر نے فوراً باز پرس کی اور لکھا:۔

فرزند زادۂ عظیم[1]۔ اگرچہ احداث تازی محال سرنی بدرد سرزراند وزی دارند لیکن معنی ایں محال مفہوم نمی شود کہ کدام مفتی مفت خور فتویٰ دادہ؟ ایں قسم

---

[1] شاہزادہ محمد معظم کا منجھلا لڑکا جو ۲۸ جمادی الاول ۱۰۷۵ھ کو صبیۂ اجروپ سنگھ راٹھور کے بطن سے پیدا ہوا اور ۱۰۹۰ھ میں صبیۂ کیسر سنگھ کے ساتھ نکاح ہوا۔ بہت ہی خلیق اور متواضع تھا۔ عالمگیر کی زندگی میں صوبۂ بنگال و بہار اور اڑیسہ کا صوبہ دار رہا۔ اور عظیم آباد اسی شاہزادہ کا آباد کیا ہوا ہے۔ معظم شاہ کی وفات کے وقت موجود تھا لیکن خان نصرت جنگ کے جوڑ توڑ کی وجہ سے جہاندار شاہ کے مقابلہ میں محرم ۱۱۲۴ھ کو میدان جنگ میں کام آیا۔ فرخ سیر ان کا لڑکا تھا۔

عمر بہ ابطالت می گزرد و کارے از دست نمی آید۔ فردا خدا را جواب باید داد ے
کریما بہ بخشائے بر حالِ ما

(۹۱)

وقائع نگار نے اطلاع دی کہ میر حبیب اللہ نے بیت المال کا روپیہ خرچ کر ڈالا ہے
اور عنایت اللہ خاں سے انزار جرم بھی کر لیا ہے۔ خان موصوف نے سزا اصل سخت گیسر
مقرر کئے ہیں کہ روپیہ وصول کریں اور امیر حبیب اللہ لکھتے ہیں کہ جان حاضر ہے اور
کچھ مال و متاع نہیں رکھتا۔ حکم ہوا۔
زر وصل شدہ را باز سعی چرا باید کرد؟ قبل ازیں از سوانح برہان پور مکرر بعرض
رسیدہ بود کہ سید مسطور ہر چہ بہم میرساند بارباب استحقاق و مصارف خیر صرف
می کند۔ ہر گاہ از مال ایں عاصی غرق معاصی ہم بہ نیابت بمصرف خیر رسیدہ باشد
اعادہ بے فائدہ است۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔

(۹۲)

بنام عنایت اللہ خاں دیوان تن خالصہ
دی روز ابوالوفا حاضر بود کہ درویشے سادہ دل آمدہ چیزے برائے عیال
خواست گفتیم فقیر را بمدعا چہ کار؟ فقیر دل بریدہ و گریبان دریدہ می باید مردم فقیر
فقیر می گویند و نمی دانند کہ فقیر چیست و چہ معنی دارد ے
جہاں آئینہ دہم ست ایں صورت پرستانش نفس پرواز تقلید ندو میگویند الٰہی

ہزار روپیہ ہر سال از راہ داری می آید و این و فوجدار زیادہ از ہزار دو ہزار داخل جمع نمی نماید۔ فی الحقیقت این راہداری نیست راہزنی ست و مال عوام محض حرام ست۔ اگر از صد پنج و چہل یک می گرفتند مضائقہ نداشت چوں بریں تقدیر خیانت ایں ظاہر می شود۔ اول بہ تحقیقات ایں فرمان بنام ناظم صوبہ و دیوان صادر می شود۔ بعد اثبات فہمیدہ خواہد شد آنچہ از زراعت پیدا می شود نصف آں بجاگیردار گوارا ست و سوائے آں مال خالصۂ شریفہ ست۔

(۹۰)

۱۶۷۶ء

فرزند عالی جاہ! ظاہراً ایشاں یک ماہ طرف دریائے نل در صید کلنگ بسر برند اگرچہ شکار شغلے ست کہ ہم تماشا و ہم لذت غذا می دہد اما در صورت فراغ از سر انجام امر متعلقہ کہ بمنزلہ فرائض تواں گفت، خوش نما و خوش آیندہ تر ست خصوصاً اولائے حقوق ریاست کہ شرعاً و عرفاً واجب آمدہ و خبر باز پرس آں از احادیث معتبر و تواریخ مشتہرہ وغیرہ کتب سیر یافتہ می شود۔ بر جمیع کارہا مقدم باید دانست شمارا از مشیت امور یک صوبہ اگر اطمینانے حاصل شدہ باشد بہ تنظیم و تنسیق معاملات متعلقہ خان جہان و عاقل خاں و شجاعت خاں و محمد بیگ چرا نمی پردازند؟

شمارا ذوق صید انگنی و مارا شوق فلاح شکنی و خرس بچگاں را گرفتنی۔

ہیہات معاش کجا و معاد کو؟

ہر یکے ناصح برائے دیگراں<br>
ناصح خود یافتم کم درجہاں

عالمگیر کے عہد میں یہ قاعدہ تھا کہ جدید جاگیردار کو اگرچہ چھ مہینے تک جاگیر پر قبضہ نہ دیا جائے تو وہ مجاز تھا کہ وکیل سرکار پر دعویٰ کر کے ششماہی آمدنی بذریعہ عدالت وصول کرے۔ یار علی بیگ داروغہ کچہری دیوان اعلیٰ نے اس قاعدے کی اس قدر ترمیم چاہی کہ جاگیر ملنے تک دعویٰ کا حق نہ دیا جائے۔ عالمگیر نے حکم دیا:-

السؤال نمر السول۔ بنظر بکفایت نمائی نمودن و بال باقی را خوردن کار عقلا نیست۔ چند روز صبر باید کرد کہ بعد انقضائے ایام تمام ظلام این غرق بحر معاصی ایام فرزندان ناخردمند مجلکہائے نیافتن جاگیر تا قیامت خواہند گرفت۔ شما کہ داروغہ کچہری اید چرا حق در باب جاگیر مرحوم نکنید کہ موجب نیک نامی و بنیاد حسنات عقبیٰ گردد؟ و این کمینہ بے کینہ از بار سنگین حقوق سبک بار گردد ؎

افسوس کہ عمر گشت بیہودہ تلف — دنیا بعبث گزشت و دین رفت ز کف
رنجید خدا و خلق راضی نشدند — ضائع کردیم پارۂ آب و علف

(۸۹)

فرزند عالی جاہ! واقعہ نگار پرگنہ لونی بہ برادر خود می نویسد کہ پانزدہ شانزدہ

---

۱؎ بہ عہد عالمگیر کے زمانہ میں قائم ہوا تھا۔ سلطنت پر جب کسی کو دعویٰ کرنا ہوتا تھا وہ وکیل سرکار پر استغاثہ کر کے دادرسی حاصل کرتا تھا۔ سلطنت مغلیہ شخصی سلطنت تھی لیکن سلطنت کے مقابلہ میں ہر متنفس کو دعویٰ کا حق حاصل تھا۔

متغیر شده - حالا او را باید طلبید و بریں عطیهٔ الٰہی بخشید - و تا آمدن و آں مزاج‌دان ازیں دفتر ہم خبر باید گرفت که محرراں بشوم طبعی تلبیس ننمایند و اہل مطلب نیز از انشا کار تصدیع نه کشند ؎

ہر کس بضمیر خود صفا خواہد داد ۔ آئینهٔ خویش را جلا خواہد داد

ہر جا که شکسته بود دستش گیر ۔ بشنو که ہمیں کاسه صدا خواہد داد

(۸۷) (ب)

(میرزا بخشی!) محمد ابراہیم[1] خجالت ندیم بمنصب سه ہزاری (دو صد) پانصد سوار خطاب میرزا خانی و عطائے دو ہزار روپیه بغرض بیگم[2] سرمایهٔ عز و افتخار اندوخته حسب الحکم

---

۱؎ سنه ۲۳ جلوس میں شاہزادہ اکبر کے ہمراہ مہم راجپوتانہ پر مامور ہوئے جب شاہزادہ نے عالمگیر سے بغاوت کی تو ابراہیم خاں معتمد خاص ہو گئے لیکن کھیل بگڑتا دیکھ کر شاہزادہ معظم کے ذریعے سے حاضر دربار ہوئے اور نظر بند کر دیئے گئے۔ بیگم زیب النسا نے سفارش کی منصب اور خطاب بحال ہوا اور فوجداری جونپور کی خدمت پر مامور ہوئے ۱۲

۲؎ شاہزادی زیب النساء بیگم سے مراد ہے جو دلرس بانو بیگم کے بطن سے تھیں اور بمقام اورنگ آباد سنه ۱۰۵۳ھ میں پیدا ہوئیں۔ حافظ کلام ربانی تھیں اور علوم متداولہ میں اچھی دستگاہ تھی۔ عالمگیر کو بھی اس لڑکی کے ساتھ بہت اُنس تھا اور یہ بھی باپ کی خدمت سعادت مندی اور خلوص کے ساتھ کرتی تھیں اور بیگم کا خطاب پائے ہوئے تھیں۔ عالمگیر کی وفات کے بعد سلاطین مابعد ان کا بہت ادب کرتے تھے۔ دہلی میں زینت المساجد ان ہی کی بنوائی ہوئی ہے اور عرف عام میں کنواری مسجد اس لئے کہلاتی ہے کہ بیگم نے تمام عمر شادی نہیں کی تھی۔ سنه ۱۱۱۳ھ میں انتقال کیا اور زینت المساجد میں دفن ہوئیں لیکن غدر کے پُر آشوب زمانہ میں انگریزی فوج نے مسجد پر قبضہ کر لیا اور قبر کا پتھر کسی دوسری جگہ ہٹا دیا گیا۔ اب قبر کا نشان نہیں رہا ۱۲۔

اعتقاداد نشود کسے
کہ مزدور خوش دل کند کار بیش

(۸۶)

۳۲ جلوس میں صدرالدین محمد خاں صفوی کی عرض بیگی کے انعام میں چالیس ہزار سالانہ پنشن ہوگئی اور خانہ نشین کر دیئے گئے۔ ایک سال کے بعد بادشاہ کو انکے والد مرزا سلطان صفوی کی جانبازانہ خدمات کا خیال آیا اور مرزا صدرالدین کو فرمان بحالی مع خلعت کے روانہ کیا۔ خان نے فرمان کو بوسہ دیا اور خلعت پہن کر آداب بجالائے اور درخواست کی کہ بوجہ تقیم حالی جمعیت نہیں رکھتا ہوں اس لئے حاضری سے مجبوری۔ قافلہ بنگالہ کا انتظار ہے۔

بوئے گل و باد سحری بر سر راہ اند  گر میروی از خود بازیں قافلہ نیست
فریاد کہ اسباب گرفتاری دل را  چوں حلقۂ زنجیر زہم فاصلہ نیست

وظاہر صورت عذر بجا و در حقیقت سستی دل و تنگی، حق سبحانہٗ تعالیٰ ہمہ سست قدماں را راہ رانماید۔

(۸۷) (الف)

(حسب العرض آں فدوی خدمت بخشی گری دوم لصدرالدین محمد خاں صفوی

لہ یہ ۱۱۱۵ھ ۴۷ جلوس میں لکھا گیا مگر عالمگیر پر اعتراض ہے کہ کسی پر اعتبار نہ کیا تھا مشہور ہے کہ تخفی سلطنت میں جو کچھ کرتا تھا وہ بادشاہ تھا۔ قرین اس رقعہ کو دیکھیں اور اعلیٰ عہدوں پر وزیر اور دیر کی سفارش سے تقرر ہوتا تھا اور اس کو بغور پڑھیں اور دیکھیں کہ پبلک کے آرام کا کس قدر لحاظ کیا جاتا تھا۔ یوں الزام سے تو کوئی نہیں بچ سکتا بہر سلطنت مغلیہ کے اس تاجدار ہی کو کیوں ہدف ملامت بنایا جائے ۱۲

راؤ دلیپ درخواست کردہ اگر بہش ازرسیدن اورا، این قلیچہ را می گرفت و جلدوے

آن چنیں رعایت جا داشت۔ حالا کہ خود رسیدہ دلیپ اچہ رو ماندہ اگر بنجا طرا و

یا بہ تفضل محض۔

## ۵۶

فرزند عالی جاہ! انچہ معلوم می شود مصطفےٰ قلی بیگ دیوان خاص آن فرزند کارہا

بحزم سرانجام میدہد غنیمت ست اضافہ منصب و خطاب خانی اگر بنویسند دادہ آید

آدم خوب مثل طلائے بیغش ست ؎

انچہ بر چشیم کم دیدیم و بسیار ست نیست

نیست جز آدم دریں عالم کہ بسیار ست نیست

روزے سعد اللہ خاں مرحوم بعد فراغ از اورادو وظائف تا دیرے دست

بدعا برداشتہ بود یکے از ندمائے گستاخ پرسید کدام آرزو باقی ست کہ گفت آدم خوب

الحق حرف خوبی گفتہ۔ ہر چند جوہر دیانت و امانت در خلقت انسانی جبلی ست ہر کہ حق تعا

لزامت کردہ باشد۔ اما ہمت و انصاف آقا را نیز دخلے ہست کہ نوکر را مرفہ الحال و

زوجہ معاش مقدار احوال فارغ البال دارد۔ تا ضروریات عالم التعلق عشل انداز

---

لے سبھکرن سنگھ کے لڑکے کا نام ہے۔ راؤ اودرچہ کے رئیس اور عالمگیر کے لڑکپن کے خاص دوست تھے اُن کے مرنے کے بعد راؤ دلیپ کو سہ ہزاری منصب اور خلعت مرحمت ہو کر راجہ کے خطاب سے سرباند کیا اس تقریب میں طبل، دعلم کی سفارش تھی اور ۱۱۰۶ھ میں یہ بھی مرحمت ہو گیا۔ ریاست اودرچہ آج بھی نیک نام ریاست ہے ۱۲۔

اکنوں چنیں بخاطر می رسد کہ خطاب قبچین قلیچ خان ست بداروغہ جواہر خانہ بگوید کہ مہر کن طلبیدہ تمام خطاب او کندہ سجان مذکور رساند۔

(۸۴)

خطے کہ روح اللہ خاں بآں فدوی فرستادہ بود با طومار بمطالعہ درآمد۔ اما مورث تشفی نشد۔ نقشہ بر طبق نوشتۂ خود بفرستند ۔ انہ عائے بحالی کمی عبداللہ خاں[1] کردہ بے آنکہ کارے از وظہور آید بہ برائی چہ حساب دارد؟ لیکن چوں خان مذکور بر بہر بکار است۔ عرض مقبول شد اِنّ اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب حالا از و کار درست بستہ بگیرد تا ایں مہم کفایت گرانی نہ کند و کارے کہ براسئے

---

[1] سید عبداللہ بارہہ عرف سید میاں سے مراد ہے۔ ابتداً شاہزادہ معظم کے سرکار میں تھے لیکن ۱۱۰۵ھ میں منصب ہزاری وتصدی پر ستاد ہوکر شاہی ملازمان میں داخل ہوگئے۔ حیدرآباد کی لڑائی میں کارنمایاں کئے اور شاہزادہ معظم کے دیوان بابو بندرابن کو جان پر کھیل کر غنیم کے نرغے سے بچالائے شاہزادہ معظم کے مزاج میں ان کا رسوخ زیادہ تھا۔ جب وہ زندانِ تادیب میں بھیجے گئے تو ان پر بھی عتاب نازل ہوا لیکن روح اللہ خاں نے وکالت کرکے ان کی بے گناہی ثابت کردی اور سید عبداللہ بیجاپور تعینات ہوئے۔ راجہ رام خاں نصرت جنگ کے چنگل سے نکل کر صوبہ بیجاپور میں آیا۔ اور سید نے ڈھونڈھ نکالا سجان گڈھ میں مقابلہ ہوا مرہٹوں کے سو نامی سردار گرفتار ہوگئے۔ لیکن راجہ رام نکل گیا۔ افسرانِ فوج نے طریقہ جنگ پر نکتہ چینی کی۔ اور سید عبداللہ خاں معتوب ہوکر ناندیر کی فوج داری پر بجائے راجہ مان سنگھ کے مامور کئے گئے۔ اور وہیں اُن کا انتقال ہوا۔

لڑکوں میں قطب الملک سید عبداللہ اور امیر الامرا سید حسن علی ہندوستان کی تاریخ میں بادشاہ گر کے نام سے مشہور ہیں۔۱۲

(۸۲)

حسب التماس آں فدوی کہ عتیق اللہ خاں بحال شدہ در و شروط بسیار ست اول آنکہ جمع پرگنہ ہر سال زیادہ کند (مزروعہ اضافہ کند) دویم آنکہ بر احدے ظلم نرود و بہی رموضع) ویران نہ گردد۔ سوم حدود فوجداری خود چناں از قطاع الطریق خالی و از امن پر سازد کہ مسافرین و متردین و تاجر و بیوپاری بلا دوسواس آمد و رفت کنند۔ اگر ایں مراتب قبول کند و بعمل آوردنی باشد سند بدہد و الا لا۔

خلیفہ ثانی در خلافت خود ہر گاہ امیر تاجیہ می کردند عہد نامہ چند چیز ازوے می گرفتند یکے آنکہ آنکہ حاجب بر درگاہ ندارد تا مردم بے تکلف احتیاج خود با او رفع توانند نمود۔ دوم آنکہ اوقات خود مصروف بکار خدا و خلق خدا دارد۔ سوم آنکہ مرکوب اختیار نکند۔ چہارم آنکہ چیزے برائے خود یا اطفال خود از بیت المال نگیرد۔ کسب کردہ از وجہ حلال قوت خود نماید احیاناً اگر بنا بر کبر سن یا عارضہ نتواند بمشورت مومنان از یک درم تا سہ درم بگیرد۔ زیادہ ازیں جائز ندارد۔ دیگر ہم شروط بسیار در کتب تواریخ و سیر مرقوم ست تا کہ پیروا لیشانیم باید کہ بقدر طاقت خود بکوشیم اللھم اھدنا الصراط المستقیم والسلام علیٰ اھل التکریم

(۸۳)

انگشتری نگین زمرد کہ شب برائے قلیچ خاں[۱] علیحدہ شدہ سادہ است

---

[۱] نظام الملک آصف جاہ خان دوران خان سے مراد ہے ۱۲۔

جاگیر محدود ہے۔ غیر محصور اور محدود چیز کا ساتھ کیسے ہو سکتا ہے حکم ہوتا ہے:۔

"استغفر اللہ۔ کارخانۂ بادشاہی نمونۂ درگاہ آلہی ست الخلق عیال اللہ والرزق علی اللہ۔ این اتبہ رسان بیچارہ ذلیل زیادہ از وکیل رب الجلیل نیست در بارگاہ الہی اعتقاد بحصر و قناعی عین ضلالت و تباہی ست الحمد للہ ثم الحمد للہ اگرچہ پاشکستہ دل نہ شکستہ۔ بعد از فتح قلعہ ستارہ بموجب عرضی ارشد خاں جاگیر پنج ہفت ہزاری در تعلقہ ملک این فانی آمدہ۔ ازہمیں تنخواہ دہند۔ ہرگاہ این باتمام خواہد رسید حق تعالی" رودی نو روزی نو خواہد داد"

-(۸۱)-

فرزند عالی جاہ! قصبۂ دوحد[1] از مضافات صوبۂ گجرات مولد این عاصی پرمعاصی ست رعایت سکنۂ آنجا واجب دانند و پیر مخنی[2] را کہ از مدت فوجدار آنجا ہست مستمال و بحال دارند حسب مرلعیان عرض کہ فی قلوبہم مرض فزادھم اللہ مرضا۔ درشان آنہاست بحق او نشنوند ؎

عنایت بر ضعیفاں گوشۂ چشم دگر دارد
بمہر کوچک خود لطف دیگر ہست سلطان را

---

[1] جیتین سے ۱۰۰ میل اور بڑودہ سے شمال مشرق ۷۰ میل ہے صوبہ بمبئی میں ضلع پنچ محل کا تحصیل مقام ہے ۱۲۔

[2] مراد خاں ۱۲

(۶۹)

میر حسن روح اللہ خاں دوم بخشی گری وتن خانسامانی کے عہدہ پر سرفراز تھا۔ باوجودیکہ سہ ہزاری منصب تھا لیکن خواصی کی خدمت بھی ان کے متعلق تھی جب عالمگیر عدالت میں بیٹھتا تھا تو یہ بائیں کھڑے ہوتے تھے لیکن فیض اللہ خاں ہفت صدی اپنے عہدہ کے لحاظ سے سرہانے کھڑے ہوتے تھے۔ میر حسن نے عمدۃ الملک مدار المہام کے ذریعے سے درخواست۔

"ازیں راہ کہ منصب من سہ ہزاری ست ومنصب فیض اللہ خاں سربازاری کہ نیابت داروغگی دارو ہفت صدی اگر سربازاری نائب داروغہ من شوم از فضل وکرم خانہ زاد نوازی بعید نیست" حکم شد "بشرط تغیری ہر دو خدمت کہ دارد ومقرر شدن ہفت صدی منصب چہ مضائقہ؟ سربازاری باشد؟" بعدہٗ اسد خاں عرض کردیں کجا استادہ شود۔ حکم شد:

بالائے خود جائے نیست مگر برسر من۔ دیگر ارشاد شد کہ در برہم خوردن یک ضابطہ خلل بہمہ ضوابط می شود۔ باوجودیکہ ہیچ ضابطہ را برہم نزدہ ایم مردم ایں قدر جرأت پیدا کردہ اند کہ التماس برہم خوردن ضابطہ می کنند۔ ہرگاہ ایں راہ جاری شود باز مشکل خواہد شد۔

(۸۰)

عنایت اللہ خاں بخشی نے عرض کیا کہ زنانہ منصب عطا ہوتے ہیں اور حضور کی

عصیان اگر لحظۂ ہم بدیدن فقرائے صاحب کمال مشغول بحق نشویم حال ما چہ باشد؟ و بجا رسد؟ گفتند نہی برائے آنست کہ درویشان حال بر روش بزرگان ماضی نماندہ اند چوں ایشاں را بہ بینید بد باطن تر شوید و ایں خوب نیست. نعوذ باللہ منہ۔ آں فدوی باں عزیز بگوید کہ حکم شدہ است استغناءً لوجہ اللہ تعالیٰ العظیم و امتثالاً لاوامرہ الکریم۔ ہر جا کہ باشد اختیار دارد ولیکن ازیں راد خود را از ملاقات نیا زارد۔ وظیفہ انچہ مقرر شدہ خواہد رسید۔

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) دل و جان سے منظور ماثر آل کے بعد ان کا بڑا لڑکا سیف اللہ خاں مدد مر گیا۔ دوسرے لڑکے میر حسن خانہ زاد خاں کو روح اللہ خاں کا خطاب مرحمت ہوا اور تیسرے صاحبزادے سلام خاں بھی منصب دار ہوئے

فتح حیدرآباد کے بعد بخشی الملک روح اللہ خاں صوبہ دار ہوئے اور ان کی درخواست پر جاں نثار خاں ان کے نائب کئے گئے۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد جاں نثار خاں نے بخشی الملک ۔ کی شکایت شروع کی اور لکھا کہ بخشی الملک کا مزاج مثل مار ہے۔ ہمیشہ آزار کی فکر میں رہتے ہیں۔ اس درخواست کے جواب میں عالمگیر نے مذاقیہ جواب لکھدیا۔

" بر بالائے مار (ح) دستخط شد یعنی حمار۔ بیچارہ کہ بالحاق "ح" درست شد بے آزار ست لیکن خوئے بد را چہ چارہ؟ نیابت بتجویز او شدہ۔ در باب عزل چہ اختیار دارد؟ بحال مثل ست کہ دزد را بگفتہ روستائی بندند و بگفتہ او دامنی کنند؟ اگر شکوہ کند تغیر می شد تن بخشی گری۔"

روح اللہ خاں نے مرنے کے قبل اپنے مذہبی عقائد کے متعلق کچھ کہا تو عالمگیر نے سکرا کر فرمایا کہ لڑکوں کے بہبود کی وجہ سے ایسا کہتے لیکن لڑکے دنیاوی عزت و جاہ کے لئے یہ ذلت ہرگز گوارا نہ کریں گے اور اسی سلسلہ میں فرمایا "مارا بہ مذہب کسے چہ کارست؟ عیسیٰ بدین خود موسیٰ بدین خود" عالمگیر کا یہی مسلک رہا۔ لیکن اب تو بادشاہان ہند میں عالمگیر سے زیادہ مفسد متعصب غیرہ وغیرہ دوسرا بادشاہ تاریخ ہند میں دکھائی نہیں دیتا۔

اجلاف نہ تشبوۂ اسلاف بر چنین کس پیش میاں عبداللطیف قدس سرہ الشریف بیاید آمد
کہ روزے بایں عاصی فرمودند شما فقرا را امید دیدہ باشید؟ گفتیم ما دنیا دار ان غریق

---

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) ان کے عقد میں تھیں۔ عمدۃ الملک نواب اسد خاں کی سالی کے لڑکے تھے
ان خصوصیات خاندانی کے علاوہ ان کی صاحبزادی عائشہ بیگم شاہزادہ محمد اعظم کے عقد میں تھیں۔ اگر
بے موقعہ نہ خیال کیا جائے تو میں یہ بھی لکھ دینا چاہتا ہوں کہ من جملہ اور بڑے بڑے افسروں کے یہ بھی اثنا عشری
تھے۔ حیدر آباد اور گولکنڈہ کے سلطنتوں کے الحاق کے وجوہات میں جو مذہبی تعصب کا الزام عالمگیر پر ہے
وہ شاید اس ذکر سے وزن میں کچھ کم ہو جاتے۔

عالمگیری دربار میں انھوں نے چھوٹے منصب سے خدمات انجام دیں اپنی قابلیت، بہادری اور مزاجدانی
کی بدولت بڑے منصب اروں میں پہنچے وہ کون ایسا معرکہ ہوا جس میں خاں کی تلوار نے کام نہ کیا ہو
پنجہزاری منصب دار ہوئے علم و نقارہ مرحمت ہوا یہی روح اللہ فاتح حیدر آباد ہیں اور اسوقت بخشی الملک کے
عہدہ پر سرفراز تھے۔ خاں کے طرز بیان میں ایسی سحر آفرینی تھی کہ جو کام چاہتے تھے کرا لیتے تھے روح اللہ خاں
۲۶ ذی حجہ ۱۱۰۳ھ کو بمقام قطب آباد راہی ملک بقا ہوتے تاریخ وفات "روح در تن ملک نماند" ہے
۱۱۰۳ھ
روح اللہ خاں فیاضی اور شگفتہ روئی میں فرد تھے اور مخلوق کی کاربرآری ان کے ذریعہ سے
خوب ہوتی تھی جب روح اللہ خاں کی حالت خراب ہوئی تو عالمگیر عیادت کے لئے تشریف لے گئے
اُس وقت غشی کی حالت تھی جب ہوش میں آئے تو سلام علیک کے بعد عرض کیا ؎

ہیچ نادرفتہ باشد زجہاں نیاز مندے — کہ بوقت جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی

حضرت عالمگیر کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا کہ کسی حال میں فضل الٰہی سے ناامید نہ ہونا چاہئے کوئی
بات اُس کے رحم و کرم سے دور نہیں ہے جو کچھ دل میں ہو کہو۔ خاں نے عرض کیا کہ ان قدموں کی بدولت
کوئی آرزو باقی نہیں ہی البتہ لڑکوں کی پرورش فرمائیے گا۔ جو جس قابل ہو وہ منصب عطا فرمایا جائے
اگر لڑکے ناقابل ہوں تو ان کے آباد اجداد کے خدمات کا لحاظ فرما کر پرورش فرمائی جائے ارشاد ہوا

(بقیہ نوٹ بر صفحہ آیندہ)

(۷۷)

خبر مرگ مخلص خاں[1] شنیدہ باشید۔ از شرائف انسانی و جوہر خداوانی و ہمہ دانی او خدا بر میدا شتیم رضی اللہ عنہ۔ ایں اور مرگ نا رشد اند بسیار دارد و فوائدش ناپا ندار دل دانا و چشم بینا کو۔ شخصے شکایت گونہ پیش ما گفتہ بود کہ ایں مرد کسے را بہتر از خود نمی داند۔ جواب دادیم کہ بہتر از خود کسے را نمی باید۔

(۷۸)

فدوی با اخلاص با فقیرے کہ فرزند روح اللہ خاں[2] آوردہ بود دیدیم بطور

---

[1] میر بخشی فوج اور چہار ہزاری منصب دار تھے شاہی لشکر قلعہ پرلی کے محاصرہ کے سلسلہ میں بمقام قصبہ مرتضیٰ آباد قیام کئے ہوئے تھا۔ اسی قصبہ میں ایک طویل علالت کے بعد مخلص خاں نے ۱۴ شعبان ۱۱۱۲ھ ۴۴ جلوس میں انتقال کیا اور زبدۃ العرفا سید شمس الدین کے مقبرہ میں دفن ہوئے خاندانی شرافت اور قابلیت چہرہ پر ہویدا تھی مزاج میں استغنا تھا اور ظرافت کو کا شعار رکھتا۔ ان کے مرنے کے بعد حضرت عالمگیر افسوس فرمایا کرتے تھے کہ خلیفہ سلطان کے خاندان نے ایک چیز دی تھی وہ مر ... سنہ جلوس میں انہوں نے دیوان قصائد پیش کیا جس میں ایک لاکھ اشعار تھے۔ خدا معلوم یہ دیوان کہیں موجود ہے یا زمانہ نے نابید کر دیا دیوان کے کچھ اشعار درج ذیل ہیں ؎

غم چو گردد قدرت افراختہ می باید گفت | پل بریں آب چو شد ساختہ می باید رفت
ہر چہ در کار بود ساختنش خود سازی ست | گو مشو کار جہاں ساختہ می باید رفت
ایں سفر ہیچ سفر ہائے دگر صاحب نیست | رخت ہستی ز خود انداختہ می باید رفت

[2] عمدۃ الملک خلیل اللہ خاں کے لڑکے اور حضرت عالمگیر کے خالہ زاد بھائی تھے میر بخشی امیر شاہ ... خانی (بقیہ نوٹ بر صفحہ آئندہ)

اس پر علمائے دین نے اعتراض کیا کہ شریعت کے خلاف ہے لیکن عالمگیر ہنس کر خاموش ہوگیا۔ اور سرہند والی سزا ان کو نہیں دی۔ سید صاحب کا انتقال دکھن میں ہوا

فدوی با اخلاص ! سید سعداللہ مکرر خطوط بما فرستادہ و اظہار چیزہائے بسیار نمودہ کہ سوانح نگار بندر سورت[1] را تغیر باید کرد و خلعت حکیم اشرف متوفی را خدمت دارالشفا مقرر نمودہ باضافہ یومیہ قوت دل بخشید۔ بسید باید نوشت کہ بعد ازیں در مقدمات اہل خدمات بفتوائے آیہ کریمہ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا الخ درحقیقت ظالم اند دخل نہ نمودہ باشند۔ ہر چند ایں طائفہ بر غیر ظالم نباشند بر نفس خود ظالم اند در ہر ورق مستدعی بودن خود بدعائے موت فی اللہ والمنودہ اند حق ست در فی هذہ الموت حیوٰۃ ایں نیاز مند درگاہ بے نیاز ہم ہمیشہ ایں آیہ کریمہ اللہم فاطر السموات والارض انت ولیی فی الدنیا والاخرۃ توفنی مسلماً و الحقنی بالصالحین۔ ورد زبان دارد۔ در معنی یلحقنی قبل لقاء الانبیا والاولیاء اجمعین صورتہا بجا می آرد۔ اگرچہ فضلائے حضور نکات عمدہ گفتہ اند اما چنانچہ باید تشفی نمی شود۔ آں معرفت آگاہ بر تحقیق خود بنگارد

والسلام۔

---

[1] ہمیشہ نامی بندرگاہ تھا۔ اور ممالک غیر سے تجارت زیادہ تر اسی بندرگاہ سے ہوا کرتی تھی اور حج بیت اللہ کے لئے حجاج اسی بندرگاہ سے جایا کرتے تھے۔ انگریزوں کی تجارتی کوٹھیاں قائم تھیں۔ مہاراج نے میدان خالی پا کر دو مرتبہ اس بندرگاہ پر حملہ کیا اور عام غارت گری کے ساتھ غیر مسلح حجاج کے جہازوں کو لوٹ کر تباہ اور برباد کر دیا۔ تجارتی کوٹھیوں پر ڈاکہ مارنا چاہا لیکن انگریز مقابلہ پر آ گئے۔ اور مہاراج غنیم کو آمادہ پا کر بھاگ کھڑے ہوئے ۱۲۔

بتقدیم رسانیدہ بادائے شکر منعم حقیقی قیام نماید وبضبط آں صوبہ متعلقہ وقرار واقع پردازد۔ بالفعل فرزند بجان پیوند محمد سلطان بہادر را بمناقب آں ناحق شناس تعین فرمودیم وما عنقریب باکبرآدمی آئیم۔

(۷۶)

سید سعد اللہ عالم متبحر اور خلوت میں سامنے بیٹھنے والے تھے۔ عالمگیر پران کے تقدس کا یہ اثر تھا کہ سید صاحب کو اپنے ہی ہاتھ سے خط لکھتا تھا اور سید صاحب اہلِ حاجت کی کار برآری کے لئے بے خوف وخطر جرأت کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کچھ امیروں کی سفارش فرمائی۔ عالمگیر نے سفارش منظور کرلی لیکن آگاہ کردیا کہ آپ اللہ والے بزرگ ہیں علم دوست اور فاضل اجل بہتر ہوتا کہ آیندہ اپنے ہی طبقے کی سفارش فرمایا کریں نہ کہ ایسی جماعت جو کہ ظلم پیشہ ہوں کہاں تو وہ اُو بھگت کہاں یہ خشک جواب جو ذیل میں درج ہے اور یہ جواب اسلئے تھا کہ عالمگیری سرکار میں ظالم کو اُس کے کیفر کردار کی پوری سزا ملتی تھی۔ رقعہ میں آپ یہ ذکر جا بجا پائیں گے کہ انصاف کے مقابلہ میں کسی کی مروت روا نہیں اور یہ عیب ہے، جو آئین ملک داری کے منافی ہے۔ اسی اصول کے ماتحت سید سعد اللہ صاحب کے سفارشی خطوط آ گئے اور سید صاحب نے آیندہ کے لئے جرأت کرنا چھوڑ دیا۔ سید صاحب صوفی منش تھے اور اپنے ایک سند عقیدت مند کو بجائے القاب کے لکھا کرتے تھے:

"بنام آنکہ اونامے ندارد"

اس پر علمائے دین نے اعتراض کیا کہ شریعت کے خلاف ہے، لیکن عالمگیر ہنس کر خاموش ہو گیا۔ اور سرہند والی سرزان کو نہیں دی۔ سید صاحب کا انتقال لکھنؤ میں ہوا

فدوی با اخلاص اسید سعد اللہ مکرر خطوط بما فرستادہ و اظہار چیزہائے بسیار نمودہ کہ سوانح نگار بندر سورت[1] را تغیر باید کرد۔ و خلعت حکیم اشرف متوفی را خدمت دار الشفا مقرر نمودہ باضافہ یومیہ قوت دل بخشید۔ بسید باید نوشت کہ بعد ازیں نہ مقدمات اہل خدمات بفتوائے آیۂ کریمہ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا الخ و حقیقت ظالم اند دخل نمودہ باشد۔ ہرچند ایں طائفہ بر غیر ظالم نباشند بر نفس خود ظالم اند در ہر ورق مستدعی بودن خود بدعائے موت فی اللہ والمنودہ اند حق ست در فی هذہ الموت حیوٰۃ ایں نیاز مند درگاہ بے نیاز ہم ہمیشہ ایں آیہ کریمہ اللهم فاطر السموات والارض انت ولیی فی الدنیا والاخرۃ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین۔ ورد وارد۔ در معنی یلحقنی قبل لقاء الانبیا والاولیاء اجمعین صورتہا بجا می آرد۔ اگرچہ فضلائے حضور نکات عمدہ گفتہ اند اما چنانچہ باید تشفی نمی شود۔ آں معرفت آگاہ بر تحقیق خود بنگارد

والسلام۔

---

[1] ہمیشہ نامی بندرگاہ ہے۔ اور ممالک غیر سے تجارت زیادہ تر اسی بندرگاہ سے ہوا کرتی تھی اور حج بیت اللہ کے لئے حجاج اسی بندرگاہ سے جایا کرتے تھے۔ انگریزوں کی تجارتی کوٹھیاں قائم تھیں ۔۔۔ مہاراج نے میدان خالی پا کر دو مرتبہ اس بندرگاہ پر حملہ کیا اور عام غارت گری کے ساتھ غیر مسلح حجاج کے جہازوں کو لوٹ کر تباہ اور برباد کر دیا۔ تجارتی کوٹھیوں پر ڈاکہ مارنا چاہا لیکن انگریز مقابلہ پر آ گئے۔ اور مہاراج غنیم کو آمادہ پا کر بھاگ کھڑے ہوئے ۱۲۔

بتقدیم رسانیدہ بادائے شکر منعم حقیقی قیام نماید وبضبط آں صوبہ متعلقۂ دقرار واقع پرداز د۔ بالفعل فرزند بجان پیوند محمد سلطان بہادر را بتعاقب آں ناحق شناس تعین فرمودیم و ماعنقریب باکبر آدمی آئیم۔

(۶۷)

سید سعد اللہ عالم متبحر اور خلوت میں سامنے بیٹھنے والے تھے۔ عالمگیر پر ان کے تقدس کا یہ اثر تھا کہ سید صاحب کو اپنے ہی ہاتھ سے خط لکھتا تھا اور سید صاحب اہلِ حاجت کی کار برآری کے لئے بے خوف وخطر جرأت کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کچھ امیروں کی سفارش فرمائی۔ عالمگیر نے سفارش منظور کرلی لیکن آگاہ کر دیا کہ آپ اللہ والے بزرگ ہیں علم دوست اور نا شل اجل بہتر ہوتا کہ آیندہ اپنے ہی طبقے کی سفارش فرمایا کریں نہ کہ ایسی جماعت جو کہ ظلم پیشہ ہوں کہاں تو وہ آؤ بھگت کہاں یہ خشک جواب جو ذیل میں درج ہے اور یہ جواب اسلئے تھا کہ عالمگیر کی سرکار میں ظالم کو اُس کے کیفر کردار کی پوری سزا ملتی تھی۔ رقعہ میں آپ یہ ذکر جا بجا پائیں گے کہ انصاف کے مقابلہ میں کسی کی مروت روا نہیں اور یہ عیب ہے جو آئین ملک داری کے منافی ہے۔ اسی اصول کے ماتحت سید سعد اللہ صاحب کے سفارشی خطوط آ گئے اور سید صاحب نے آیندہ کے لئے جرأت کرنا چھوڑ دیا۔ سید صاحب صوفی منش تھے اور اپنے ایک ہمدرد عقیدت مند کو بجائے القاب کے لکھا کرتے تھے: ؎

"بنام آنکہ او نامے ندارد
بہر نامش کہ خواہی سر برآرد"

(۷۵)

بندہ امیر الامرا نواب شائستہ خاں صوبہ دار اکبرآباد یار وفادار خجستہ اطوار با
رضای ایزد متعال بودہ مشتاق داند۔ روز نحر بر کہ سہ شنبہ بستم ربیع الاول حال است
(ربیع الثانی؟) شجاع ہزیمت رسیدہ[1] بالشکر ظفر اثر کہ در رکاب نصرت نصاب
این نیاز مند نزین حضرت عزاسمہ بود مقابلہ نمود سزائے کردار ناہنجار در کنار تمام
ادبار خویش دیدہ ؎

از دست و زبان کہ برآید؟
کز عہدہ شکرش بدر آید (سعدی)

تفصیل این فتح بزرگ بعد ازیں نوشتہ خواہد شد جسونت سنگھ[2] نامرد پیش از جنگ
دی شب کہ نزدیک غنیم آمدہ منزل کردیم گریختہ اکبرآباد رفت ظاہرا بوطن خود برد
خسر الدنیا والآخرۃ۔ ذلک ھو الخسران المبین
باید کہ آں عضد الخلافۃ بمجرد اطلاع بر مضمون این منشور والا۔ لوازم سرور و شادمانی

---

[1] کھجوا کے مقام پر یہ لڑائی ہوئی۔ یہ جگہ اب ضلع فتح پور میں تحصیل کا ہیڈ کوارٹر ہے اور بندکی روڈ اسٹیشن (E. I. R) سے ۸ میل جنوب مشرق واقع ہے۔ دریائے گنگا اس مقام سے ۸ میل دکھن ہے
اور اس مقام سے کوڑا جہان آباد کا مشہور قصبہ ۵ میل ہے۔ ۳ مئی ۱۷۶۵ء کو پوری ایک صدی کے بعد جنرل کارنک نے مرہٹوں کو کوڑا جہاں آباد کے مقام پر شکست دی تھی۔ اب یہ قصبہ ویران حالت میں ہے۔ لیکن شریفوں کی بستی ہے۔

[2] مہاراجہ گج سنگھ والی جودھپور شاہجہان کے ماموں (آذبھائی) کے چھوٹے بیٹے تھے۔ حالات کے لئے ملاحظہ ہو در آخر کتاب۔

ایں کار اگر باو گفته شود شاید که بهتر از دیگران سرانجام نماید از طرف خود بپرسد مقدمه که بر فضل علی خاں گزشت آں قدیم الخدمت شنیده باشید. فوجے برائے تنبیه تنزلباشان اوباش لعیں باید کرد. خان بهادر حمید چه طور ست؟ ایں عاصی میخواہد که مرتکب ہیچ گناه معصیتے خاصته ظلمے نه شود. اما از آن جا که ملک بے سیاست نمی ماند و ریاست بے سیاست راست نمی آید بعضے جاہا احکام موافق آں وقت للبلیه نفس بے اختیار صادر می شود. الحمد لله که نیت خود بخیر ست شاید که بگیرد؟ انما الاعمال بالنیات حدیث صحیح ست و بسر حد تواتر رسیده۔

---

(بقیه نوٹ صفحه گزشته) مؤتمن الملک علاؤ الدولہ جعفر خاں ناصری ناصر جنگ خطاب تھے۔ جب دکھن فتح ہوا تو صوبہ حیدر آباد کے دیوان مقرر ہوئے۔ ملک کی پیمایش کے بعد تشخیص مال گذاری کی خدمت سپرد ہوئی تو انہوں نے رعایا اور بادشاہ کے حقوق کی پوری نگہداشت کرکے خدمت کو انجام دیا۔ شاہزادہ عظیم الدین کے نائب صوبہ دار ہو کر صوبہ بنگال بہار اڑیسہ تعینات کئے گئے۔ عالمگیر کی آنکھ دیکھے ہوئے تھے۔ اس لئے اپنے صوبہ میں ویسی ہی بساط بچھائی اور مشہور بادشاہ نے اظہار خوشنودی فرمایا۔ ان کے کام پر عالمگیر کو بھروسا تھا اور قدر کرتا تھا۔ ۱۱۲۳ھ میں مستقل صوبہ دار ہو گئے۔ اور بڑی آن بان سے حکومت کرکے ۱۱۳۹ھ میں وفات پائی۔ مرشد آباد کا شہر انہیں کا آباد کیا ہوا ہے اور وہیں دفن ہوئے۔ صوبہ بنگال و بہار میں انہوں نے ملکی اور مالی اصلاحیں جاری کیں اور مالگذاری کی تشخیص اور وصول کے قوانین مقرر کئے۔ مرنے کے بعد ان کے داماد شجاع الدین نے بھی مدبرانہ حکومت کرکے کوچ بہار وغیرہ فتح کئے۔ اور تیموری عہد بہ صوبہ بنگال اور بہار میں قائم رکھا۔ لیکن شجاع الدین کا لڑکا نا اہل ثابت ہوا اور سلطنت علی وردی خاں کے ہاتھ آئی مدت تک رفتہ رفتہ تنزل ہوتا رہا۔ آخر ش آخری نواب ناظم بنگالہ (نواب فریدوں جاہ) نے استعفا دے دیا اور صوبہ بنگال بہار۔ اڑیسہ پر انگریزی قبضہ بلا شرکت غیرے ہو گیا۔ ع

حقا بے حساب نا صواب ورب الارباب۔

عاقل خاں[۱] جواب حسب الحکم کہ در باب انبا مودن قلعہ دار الخلافہ بمہابت خاں[۲] صادر شدہ خوب نوشتہ۔ نوکر ہمچو باید۔ الشکر للہ والمنۃ۔

(۴۷)

## فدوی با اخلاص امر شد قلی خاں[۳] ضابطہ است خالی از تذبذب نیست

---

۱ میر عسکری نام تھا اور خواف کے رہنے والے تھے۔ شاہزادہ اورنگ زیب کے سرکار میں بخشی دوم کی خدمت پر مامور ہوئے۔ شاہزادہ نے سریر آرائے سلطنت ہوکر انکو عاقل خاں کا خطاب دیکر دوآبہ کی صوبہ داری پر سرفراز کیا۔ مگر عاقل خاں کچھ دنوں کے بعد خانہ نشین ہو گئے۔ لیکن پر دربار میں آئے اور سہ ہزاری منصب مرحمت فرما کر صوبہ دار اکبر آباد کئے گئے ۲۳ سنہ جلوس سے ۱۱۰۰ھ جلوس تک صوبہ دار رہے۔

شاعری سے ذوق اور حضرت برہان الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ سے لعتقاد تھا۔ اس لئے رازی تخلص کرتے تھے۔ کریم الصفات مجیر اور نثر زبردست تھے۔ لیکن مزاج میں تمکنت زیادہ تھی عالم یہ تھا کہ مہابت خاں صوبہ دار نے قلعہ لاہور کی سیر کرنا چاہی تو عاقل خاں نے جواب دیا کہ شاہی چیز سیر کرنے کیلئے نہیں ہوا کرتی ہیں اور قلعہ نہ دکھلایا۔ لیکن اس میں تمکنت کی بجائے نو کم البتہ دور اندیشی کا پہلو زیادہ تھا۔ عاقل خاں نے اکبر آباد میں ۱۱۰۸ھ میں انتقال کیا۔ صاحب دیوان تھے اور مثنوی شریف پر اچھا عبور تھا۔

۲ محمد ابراہیم نام تھا۔ ولایت سے آکر سید ابو الحسن والی حیدر آباد کی سرکار میں ملازم ہو گئے اور ترقی کرتے کرتے فوج کے اعلیٰ عہدہ دار ہوئے۔ پنڈت وانا وزیر اعظم کا دربار میں بڑا رسوخ تھا نام سید ابو الحسن کا تھا لیکن حکومت کی باگ پنڈت کے ہاتھ میں تھی۔ محمد ابراہیم زمانہ ساز اور متعصب پرست تھے اسلئے وزیر کے یہاں ان کی بڑی قدر ہوئی۔ اور خلیل اللہ خاں کا خطاب مرحمت ہوا لیکن آخر زمانہ میں وزیر سے چشمک ہو گئی اور محمد ابراہیم خلیل اللہ خاں دل برداشتہ وہاں سے چل کر عالمگیری دربار میں حاضر ہوئے اور چھ ہزاری منصب عطا ہو کر خطاب مہابت خاں مرحمت فرمایا گیا صوبہ داری برار اور پھر پنجاب کی خدمات انجام دینے کے بعد ۳۳ سنہ جلوس میں انتقال ہوا۔ ان کے پوتے محمد منور ایران سے آکر تدموس ہوئے اور مردم شناس بادشاہ نے منصب یا نفدی فرما کر مکرمت خاں کا خطاب مرحمت فرمایا۔ ۳ محمد ہادی نام تھا اور مرشد قلی خاں

(بقیہ نوٹ صفحہ آیندہ)

(۷۲)

فدوی باخلاص ما دل نواب اسد خان، که بدیدهٔ ادب ستاید و جهت تنبیه
پدر و پسر را اعتبار او لازم دیدیم، تا برابر نخوت پندار افزود و قدر خود را کم کرد.
استغفرالله لازم آنست که لوازم اعتذار و استغفار بر خود واجب شمرده بدیده
نصرت جنگ برود عذرها بجا آورد خود را از زمرهٔ بیش دستان پدرش انگارد
و اللفظ کلکم یکجا فراموش نسازد ـــ

نیک دانی که شیر مردی چیست
شیر مردانه دانی کیست؟
آنکه با دشمنان نواند ساخت
وانکه با دوستان نواند زیست

(۷۳)

فدوی باخلاص! ما که پان نمی خوریم این کارخانه هم رنگے دیگر گرفت
و آب و هوا خانه هم تاب و تاب نیست. هوشیاری و چیز رسی از دو عنها آنست که همه
وقت همه جا کارخانجات عهده خود به ترک آراسته دارند تا در وقت کار مجبرائی
آنها ظاهر شود. نفاست مزاج و پاکیزگی طبع آنها بر ما هویدا گردد و همه مردم
بینندگان نشان دولت خداداد را معلوم کنند و رونق و شکوه او معاینه نموده
ناتوان بینان پست گردند. هیهات هیهات!! دعوی فقر و این همه باهات!!!

مصروف بجان و دل در امور سرکار۔ دا الارت۔ وقتیکہ کتابتیہ بخانِ مذکور فرمودند ماشنیدہ ایم کہ شما سنگ پارس دارید؟ از نظر بگذرانید۔ عرض کرد کہ فلانے را بصورت انسانی و وصف زر افشانی دارم آں حضرت الحمد للہ خواندہ برزبان در انشا آوردند کہ بایں وصف خود شما را ہم موصوف دانیم۔ اور البتہ ارزانی داشتیم۔

آدم ہوشیار امانت دار خدا زمیں آباداں کار کیمیا ہے

آنچہ بر تنیم و کم دیدیم و لیسیار ست و نیست
نیست جز آدم دریں عالم کہ لیسیار ست و نیست

---

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) متھرا میں ایک شاندار مندر بنوایا۔ حضرت شاہجہاں کے عہد میں متھرا والوں نے پھر شوخیاں شروع کردیں جدونبید... بھیجا گیا وہ بدم ہوا اعظم خاں مرزا عیسیٰ خاں اور دوسرے نامی گرامی امیر مامور ہو کر گئے۔ اور امن ہوا لئے ذلیل ہونے کہ شہزادہ داراشکوہ کی وجہ سے کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ تھی۔ اس طرح متھرا والوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے۔ امیروں نے نیم بانی سے ہی چرانا شروع کردیا تو متھرا والوں کے دماغ اور بھی آسمان سے باتیں کرنے لگے عالمگیر کے زمانہ میں بھی امیر تعینات تھے اور انہوں نے رواداری کے ساتھ انتظام شروع کیا لیکن خیر کو کیا کیجئے کہ اس طرف سے رواداری اور دوسری جانب سے بدتمیزی و شوخی تھی عالمگیر نے سید عبدالغنی خاں فوجدار سرہند کو متھرا کی فوجداری کیلئے منتخب کر کے تعینات کیا اور گمان غالب تھا کہ سید کی مرکزی پالیسی کامیاب ہوگی لیکن من چلے گوکلا جاٹ نے کچھ پرواہ نہیں کی اور بغاوت کر بیٹھا۔ سید عبدالغنی خاں نے متھرا میں مسجد بنوائی تھی جو آج بھی موجود ہے، باغیوں نے گردگی گوکلا جاٹ مسجد کو بے حرمت کر کے مسلمانوں پر خوب ہاتھ صاف کئے۔ لڑائی ہوئی اور بیچارے سید اس لڑائی میں کام آئے۔ یہ واقعات ۱۰۷۶ھ کے ہیں جب اطلاع پہنچی تو عالمگیر حیرت زدہ اور صف شکن خاں کو فوجدار کر کے بھیجا لیکن کسی وجہ سے وہ ہٹا دیئے گئے۔ اور حسن علی خاں پسر اللہ وردی خاں فوجدار مقرر ہو کر متھرا آ گئے گوکلا جاٹ نے پھر ہاتھ پیر نکالے۔ حسن علی خاں نے اس کی قرار واقعی گوشمالی کردی۔ متھرا والے اکبری عہد سے بگڑے ہوئے تھے انکو گمان بھی نہ تھا کہ جن بغاوتوں اور قتل کے لئے ان سے کبھی باز پرس نہیں ہوئی اس مرتبہ وہ سختی کیساتھ دبائے جائینگے چنانچہ حسن علی خاں نے گوکلا جاٹ کو شکست دیکر گرفتار کرلیا۔ قتل اور بغاوت اور بدنامی کے الزام میں پکڑ پھانسی کی سزا ہوئی۔ متھرا کا نام اسلام آباد رکھا گیا۔ اسکے بعد متھرا والوں نے عالمگیر کے زمانہ میں سر نہیں اٹھایا۔ ۱۲

اخلاص کیش پرچہ نویس نے معاملہ کی اطلاع دی خان حمید الدین خان کو حکم دیا کہ باہمی طور پر معاملہ کر دو۔ نتیجہ یہ نکلا کہ نواب امیر الامرا کو خان عنایت اللہ خان کے گھر جا کر معافی مانگنی پڑی اور معاملہ رفت و گذشت ہو گیا لیکن عالمگیر نے اپنے دستور معظم کو چشم نمائی ان الفاظ میں فرمائی۔

فدوی قدیم الخدمت! با آنکہ عمرے در حضور تربیت یافتہ و خدمت کردہ و گمان ...ابطہ دانی و شرائف انسانی در حق او بیشتر ست با وجود ایں ہمہ اہانت منصبداران ...شاہی روا پندار و قول سعدیؒ یاد نمی آرد۔

من و تو ہر دو خواجہ تاشانیم

بندۂ بارگاہِ سلطانیم

...ازیں احتیاط لازم داند و باعتقاد خود نوکر درگاہ والا را نیز ہم چشم خود شمارد و ...نیازے کہ می باید مراعات آں را نامرعی ندارد۔

## (۶۰)

...زند عالی جاہ! مندسور[1] عمدہ ترین محال صوبۂ مالوہ در جاگیر الیشاں مرحمت شد بسابق سر بلند خاں[2]

[1] ریاست اندور میں ضلع کا صدر مقام ہے ۱۲

[2] خواجہ رحمت اللہ نام تھا۔ نجابت خاں مرزا شجاع کے بھانجے اور مرزا شاہ رخ کے نواسے تھے۔ سر بلند خاں ان کا خطاب تھا۔ عہد عالمگیری میں چہار ہزاری دو ہزار سوار کے منصب پر سر بلند ہوئے اور بخشی الملک کے عہدہ پر سرفراز تھے۔ ایک طویل مرض کے بعد ...نہ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا ۱۲

(۶۸)

فدوی درگاه! وزارت[۵۱] خاں عبدالرحمٰن درگزشت برائے دیوانی مالوہ چند اسم نوشتہ بفرستد کہ خدمت کردہ باشند۔ رگھو ناتھ[۵۲] سعداللہ خانی در احیانیکہ راتق مہمات دیوانی بود می گفت کہ "کار سرکار والا بہ کسے باید فرمود کہ جوہر کاروانی و دماغ معاملہ آرائی داشتہ باشد۔ نہ علیل غرض"۔

(۶۹)

۱۱ ذی حجہ ۱۱۱۲ھ جلوس میں عالمگیر قلعہ راجگڈھ کی فتح کے لئے روانہ ہوا۔ اور شاہی لشکر نے مینی کے مقام پر خیمہ ڈالا عنایت اللہ خان ناظم خالصہ تن کا خیمہ اونچے مقام پر نصب ہوا اور مجلسا کا احاطہ قائم کیا گیا۔ امیر الامرا نواب اسد خاں کے خواجہ سرا مسمی لسنت نے خان عنایت اللہ خاں کے آدمیوں کو حکم دیا کہ یہاں سے خیمہ اکھاڑ دو۔ نواب کے قیام کے لئے اس جگہ انتظام ہوگا۔ خان نے مہلت طلب کی تو خواجہ سرا نے سختی کے ساتھ جواب دیا خان نے مجبوراً اپنا خیمہ اکھڑوا دیا

---

[۵۱] میرک معین الدین امانت خاں عالمگیری خوافی کے لڑکے اور ملک خراسان کے سادات عظام میں سے تھے۔ بادشاہ کو ان پر بڑا بھروسا تھا۔ میرک کے انتقال کے بعد عبدالرحمٰن خاں کو وزارت خاں کا خطاب دے کر صوبہ مالوہ اور بیجاپور کی دیوانی کی خدمت سپرد ہوئی۔ شاعری سے ذوق تھا۔ بکرمی تخلص کرتے تھے اور صاحب دیوان تھے۔ میر عبدالحی خاں صمصام الدولہ صمصام جنگ پسر شاہ نواز خاں حیدرآبادی مصنف مآثر الامرا تیموریہ اسی خاندان کے تھے ۱۲۔

[۵۲] ملاحظہ ہو ضمیمہ کتاب ہذا ۱۲۔

صوبہ داری اکبرآباد خوب سرانجام شدہ است گوپال سنگھ[۱] راہم درباب اعانت اد باید نوشت و بخان مذکور تسلی نامہ قلمی ساخت ؎

چنار نا بکجا عیب مفلسی پوشد

(۶۷)

مکرم خاں[۲] در چہ کار ست؟ باوجود اشتیاق زیارت حرمین شریفین توقف از چہ راہ؟ اولیٰ تر ازیں چیست؟ ؎

حج رب البیت مردانہ بود
حج زیارت کردن خانہ بود

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا خَیْرًا۔

---

۱؎ راجہ مہا سنگھ بہادر یہ سہ ہزاری عالمگیری کے لڑکے کا نام ہے۔ راجہ مہا سنگھ[illegible] مرزا سیمر انا بھی کہتے ان کی وفات کے بعد گوپال سنگھ راجہ ہو کر شاہی خدمات انجام دیتے رہے۔ آگرہ کے قریب ان کا آباد کیا ہوا گوپال پورہ ہے۔ گڑھی کے نشانات اب تک موجود ہیں۔ مرہٹوں کے عروج میں ریاست کی شان جاتی رہی لیکن گورنمنٹ انگلشیہ نے ایک لاکھ منافع کی جائداد قائم رکھکر ریاست کے نام کو باقی رکھا ہے۔ تو گنوا ب تحصیل باہ (آگرہ) میں راجہ رہتے ہیں۔ بھند (گوالیار) پناہٹ اور کچورہ (آگرہ) میں راجگان بہادر کے تعمیر کئے ہوئے عالی شان مکانات اب بھی موجود ہیں۔ راجہ بہادر کا اب بھی کافی اثر ضلع آگرہ کے اور گوالیار کے بہدریہ ٹھاکروں پر ہے اور وہ راجہ بہادر کی عزت اور عظمت کرتے ہیں ۱۲۔

۲؎ سید صحیح النسب اور شیخ میر خوافی کے بیٹے تھے۔ جو حضرت عالمگیر کے بچپن کے دوستوں میں تھے اور جنگ دوم داراشکوہ میں کام آئے۔ مکرم خاں کا اصلی نام میر محمد اسحاق تھا۔ اور اپنے بھائی شمشیر خاں کے ساتھ افغانہ کی لڑائی میں موجود تھے ۱۲۔

سوانح نگاروزیر دستِ[1] خاں درباب سید میرک چیز ہا نوشتہ اند۔ اصلی دارد یا نہ؟ او خود را از اصحاب تدوین می کشد۔ از عنایت[2] اللہ بپرسد۔ از صالح[3] خاں

لہ امیر الامرا علی مردان خاں ہفت ہزاری کے پوتے اور ابراہیم خاں پنجہزاری کے بیٹے تھے مختلف خدمات انجام دینے کے بعد ۲۹ جلوس میں چہار ہزاری منصب پر ترقی پاکر صوبۂ اجمیر کی صوبہداری پر سرفراز کیے گئے اور فوجداری لکھی جنگل کے منصب میں شاہزادہ جہاندار شاہ بجائے ان کے صوبہ دار ہوتے۔

ٹہ سید جمال نیشاپوری کی اولاد میں تھے ان کے آبا و اجداد کشمیر سے آتے اور اسی ملک میں سکونت اختیار کر لی۔ عنایت اللہ خاں کے پدر بزرگوار کا نام شکر اللہ تھا عنایت اللہ خاں کی ماں حافظ تھیں اور نواب بیگم صاحبہ کی تعلیم ان کے سپرد تھی جب شاہزادی حفظ مصحف مجید کی عزت حاصل کر چکیں تو ماں نے شاہزادی کے ذریعے سے عنایت اللہ خاں کی سفارش کرائی۔ چار صدی منصب عطا ہو کر شاہزادی کے سرکار میں خانسامانی کے عہدہ پر سرفراز ہوئے۔ ان کے مزاج میں جدت تھی اور بات میں بات پیدا کر کے محنت کے ساتھ اپنے فرائض کو انجام دیتے تھے اس لیے قدردان بادشاہ نے خطاب خانی اور منصب ہزاری سے سربلند کر کے دیوان تن خالصہ کے عہدہ پر سرفراز فرمایا۔ اعتبار کا یہ عالم تھا کہ جب اب عمدۃ الملک بیمار ہوئے تو ان کے بجائے عنایت اللہ خاں خدمت وزارت انجام دیتے تھے۔ عالمگیری دور کے بعد ان کے کام کی قدر ہوتی رہی ہفت ہزاری منصب پر ترقی پائی۔ چھ لڑکے چھوڑے۔ کتاب احکام عالمگیری ان کی مرتب کی ہوئی ہے۔ بادشاہ کے دستخطی احکام جمع کر کے ان کا نام کلمات طیبہ رکھا۔ عنایت اللہ خاں خوش صورت اور نیک سیرت متین اور متدین تھے اور فقیروں سے اعتقاد رکھتا۔ عالمگیر ان کے املا اور انشا پر فریفتہ تھا ۱۲۔

سٹہ فدائی خاں محمد اعظم کا بڑا لڑکا۔ فدائی خاں عالمگیر کے کوکہ، و خان جہان بہادر کوکلتاش ظفر جنگ کے بھائی تھے۔ فدائی خاں کی وفات پر صالح خاں کو فدائی خاں کا خطاب عنایت ہوا ۱۲۔

مبلغہائے بادشاہی بگیرند و دیوان مرحوم را فہمیدہ می گویند کہ بشرط نیکو خدمتی رعایتہا کردہ خواہد شد و حقیقت پسرانِ مغفور بغرض باید رسانید۔ بدیگرے ہم دریں باب گفتہ ایم بگمانِ رعایت قبیلہ داری اولوبت ثانی آں فدوی بایں امر مامور گر دیدہ لیقین کہ بتربیہ مرضیہ خود براستی و درستی ظاہر خواہد کرد۔ امان اللہ خاں ہم برائے ایں کار بدنیست متعین باید کرد و مراتب بالعرض رسانید کہ اضافہ دادہ شود و یک رعایت ہم بخاطر ہست تا نسبت باو بعمل می آید۔

---

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) عشر عشیر عروج ہوتا تو اس کا دماغ آسمان سے باتیں کرتا۔ مگر نواب شائستہ خاں امیر الامراء ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ خندہ پیشانی اور اخلاق سے پیش آتے تھے اور حتی المقدور سوال رد نہ کرتے تھے یہ تو منصب اور عروج تھا اور مرنے کے بعد ضابطہ کی کارروائی کی گئی۔ جب اپنے ماموں کے لئے عالمگیر نے قاعدہ نہیں توڑا تو پھر مہاراجہ جسونت سنگھ تو شاہجہاں کے ماموں زاد بھائی کے لڑکے تھے ان کے لئے اگر قاعدہ نہیں توڑا گیا تو عالمگیر کیوں ہدف ملامت بنایا جاتا ہے اگر شائستہ خاں کی اولاد عدول حکمی کرتی تو ان کو بھی سزا دی جاتی۔

لہ (۱) خدا بندہ خاں۔ بہرائچ (اودھ) کڑا مانکپور اور مندسور وغیرہ کے صوبہ دار رہے۔ روح اللہ خاں ثانی کی وفات کے بعد منصب دار سہ ہزاری ہوئے اور محلات شاہی کی داروغگی کی خدمت پر آخر عمر تک سرفراز رہے۔

(۲) بزرگ اللہ خاں دوسرے صاحبزادے کا نام ہے جو ایک فوجی رتبہ افسر تھے اور ۱۱۱۵ھ میں صوبہ داری بہار کی خدمت پر مامور ہوئے ۱۱۱۹ھ میں بمقام حاجی نگر (اڑیسہ) مسجد بنوائی ان کا اصلی نام ابوالنصر تھا۔

(۳) ابو طالب نام نام اور عقیدت خاں خطاب تھا ۳۲ جلوس میں فوت ہوئے۔

(۴) ابوالفتح خاں سیواجی کے شبخون میں کام آئے ۱۲۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مطالبہ ہم دارد۔ بدلیان ہیوتات آں صوبہ برائے
اموال باید نوشت کہ بتقید تمام بضبط آرند و از مردم او بزور دو گرفتگی ہر قسم کہ میسر آید

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) دیکھتا تھا وہ اُس کی بڑی تعریف کرتا ہے اور اُس کی خوبی موقع، بلندی، حسن مناظر
قرب دریا کے تحسین کرتا ہے۔ مدت تک مسجد عیدین کی نماز یہاں ہوتی رہی آخر یہ حالت بھی انقلاب حکومت ۱۸۵۷ء
مفسدے قائم نہ رہی اب لوگ جگہ بھی نہیں بتلا سکتے کہ مسجد کہاں تھی (مولوی عبدالاحد صمدنی) شہر الہ آباد کی تعیناتی
کے زمانہ میں مرلت کو موضع دیوری تھانہ گھورپور ضلع آباد جانے کا اتفاق ہوا تو دریا کے اندر ایک
سر بفلک برج دیکھا۔ دوسرا برج منہدم ہو چکا ہے اور عمارت کا باقی حصہ پتھروں کا ڈھیر ہے دریافت کرنے
پر ملاحوں نے بتلایا کہ سوجان دیوتا کا مندر ہے جہاں سال میں دو مرتبہ بھاگن و درگا کے ماہ میں میلہ ہوتا ہے۔ اور
دور دور سے زائرین درشن کرنے آتے ہیں میں خاموش تھا کہ میرے اردلی نے بتلایا کہ مندر تو ہے لیکن عمارت
میں فارسی اشعار کندہ ہیں یہ سنکر مجھے زیادہ اشتیاق پیدا ہوا اور میں اپنی کشتی عمارت کے نیچے لے گیا۔
اور بیسیوں سیڑھیاں طے کرنے کے بعد اوپر پہونچا تو واقعی فارسی اشعار کندہ تھے اور برج کے درمیان میں
سوجان دیوتا کا استھان بنا ہوا تھا۔ بدقت فارسی اشعار پڑھنے میں آئے لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں پوری
طرح کامیاب نہیں ہوا۔ میری آرزو ہے کہ کوئی اہل دل اس موقع پر پہونچکر فارسی اشعار کی
مدد سے پتا لگائے کہ یہ کیا عمارت ہے۔ اشعار فارسی یہ ہیں ؎

چو تخت سلیماں بروئے ہوا — بفرمانِ شائستہ خاں شد بنا
بشد ایں بنا در سرائے سپنج — بسال ہزار و پنجاہ و پنج
چو فکر بلند اندریں طرفہ جائے — بنائے بلند و عجب دلکشائے
۔۔۔ از ارتفاعش نیابد نظر — بجز قصد ہمراہی راہبر
بنائے عجیب و رفیع و لطیف — شد از اہتمام محمد شریف

اس عمارت کا تذکرہ گزیٹر الہ آباد میں اس طرح ہے کہ یہ سوجان دیوتا کا مندر تھا اور امیر الامرا شائستہ خاں
صوبہ دار نے منہدم کرکے موجودہ عمارت بنوائی تھی۔
فارسی اشعار ثابت کرتے ہیں کہ یہ عمارت ۱۰۵۵ھ میں تعمیر ہوئی جب کہ شاہزادہ دارا شکوہ کا اقبال ترقی
پر تھا۔ اسی زمانہ میں شائستہ خاں کا یہ فعل اس لئے زیادہ تعجب انگیز ہے کہ وہ سزا سے کیونکر بچے اگر اورنگ زیب
کا زمانہ ہوتا تو آنکھ بند کرکے تسلیم کر لیا جاتا کہ گزیٹر میں جو کچھ لکھا گیا وہ سچا اور بالکل درست ہے۔
امیر الامرا بڑی خوبیوں کے متواضع اور منکسر المزاج مذنگ تھے اگر معمولی دل و دماغ کے امیر کو ان کا
(بقیہ نوٹ بر صفحہ آیندہ)

تو نے خواہم زحق دریا شگافت    تا بسوزن برکنم ایں کوہِ کاف

او تعالیٰ توفیقے کرامت کند و ایں تیرہ روزی را رہائی بخشد بحرمت محمد و آلِ محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

## (۶۵)

فدوی درگاہ! امیر الامراؑ درگذشت از مردمِ قدیم ہمیں یک کس ماندہ بود

---

ؔ مرزا ابوطالب نام تھا۔ اور یمین الدولہ آصف خاں شاہجہانی کے بیٹے، عالمگیر اور امیر الامراء ذوالفقار خاں کے ماموں تھے۔ جس روز پیدا ہوئے شائستہ خاں کا خطاب مرحمت ہو کر منصب پنجہزاری عطا ہوا۔ جوان ہو کے معرکوں میں شریک ہوئے۔ عالمگیری عہد میں ہفت ہزاری منصب سے سرفراز ہو کر صوبہ بنگال، دکھن اور اکبرآباد میں صوبہ دار رہے۔ مرہٹوں نے جس امیر کی تلوار سے پناہ مانگی وہ یہی شائستہ خاں تھے۔ مرہٹوں میں جب کھلے میدان لڑنے کی قوت باقی نہیں رہی تو راتوں میں ڈاکہ زنی کرنے لگے۔ شائستہ خاں کے مقابلہ میں تلوار اٹھانے کی ہمت نہ رہی تو رات میں کچھ مرہٹے زنانہ لباس پہن کر محلسرا میں داخل ہو گئے اور غافل سونے والوں پر حملہ کیا۔ محلسرا میں خوب تلوار چلی۔ حملہ کرنے والے جان سے مارے گئے۔ لیکن شائستہ خاں بھی زخمی ہوئے۔ عالمگیر کے یہاں یہ انتہائی غفلت تھی۔ شائستہ خاں کو چشم نمائی کی گئی اور بنگالہ کی صوبہ داری پر تبادلہ کر دیا گیا۔ عہد شاہجہانی میں گجرات اور مالوہ کی صوبہ داری کر چکے تھے اور شاہزادہ معظم کے اتالیق بھی رہ چکے تھے۔ اور مہم گولکنڈہ میں شریک رہے تھے۔ آخر زمانہ میں صوبہ دار اکبرآباد تھے۔ اور اسی شہر میں ۱۶ شوال ۱۱۰۵ھ کو ۹۳ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ جمنا کے کنارے اپنے باغ میں دفن ہوئے۔ الہ آباد کے قلعہ کے پیچھے دریائے جمنا کے کنارے ان کی بنوائی ہوئی مسجد آج بھی موجود ہے۔ اس کی بنیاد عہد شاہجہانی میں رکھی گئی اور ۱۰۶۰ھ میں تکمیل کو پہنچی۔ حسب تحقیق مسٹر ... ۱۸۰۱ء میں کرنیل کیڈ نے اس کو تغیر دے کر اپنی بود و باش کا مکان بنالیا تھا۔ لیکن ۱۸۵۰ء میں کمپنی کے حکم سے مسجد پھر اپنی اصلی صورت میں تبدیل کر دی گئی۔ بشپ ہیبر نے بھی اس مسجد (دیکھو ...) کو

(بقیہ نوٹ بر صفحہ آئندہ)

ازیں قسم مردم پیشتر ہم کم بودند و دریں وقت کہ ایمان ضعیف و شیطان قوی ست غور کجا؟

(۶۴)

خان جہان بہادر درگزشت انا للہ وانا الیہ راجعون سبحان اللہ آدمی چہ قدر رو بزوال ست؛ و نفس تا کجا بر و غالب؟ دریں ایام صوبہ داری دکھن منیجو است بہ بچہ دل گرمی آرزوئے آں میکرد؟ آرے کار نفس بدتر ازیں ست ؎

| | |
|---|---|
| کشتنِ ایں کار عقل و ہوش نیست | شیر باطن سخرۂ خرگوش نیست |
| عالمے را لقمہ کرد و درکشید | معدہ اش نعرہ زناں ہل من مزید |
| دوزخ ست ایں نفس و دوزخ اژدہاست | کو بدریا ہا نہ گردد کم و کاست |
| ہفت دریا را در آشامد ہنوز | کم نہ گردد سوزش ایں خلق سوز |
| سنگہا و کافران سنگ دل | اندر آیند اندراں خوار و خجل |
| ہم نہ گردد ساکن از چندیں غذا | تا ز حق آید مراورا ایں ندا |
| سیر گشتی سیر؟ گوید نے ہنوز | ایں ست آتش ایں ست تابش ایں ست سوز |
| حق قدم بر وے نہد از لامکاں | آنگہ او ساکن شود از کن فکاں |
| چونکہ جزو دوزخ ست ایں نفس ما | طبع کل دارد ہمیشہ جزو ہا |
| ایں قدم را حق بود کو را کشد | غیر حق خود کے کماں او را کشد؟ |

؎ میر ملک حسن خان جہان بہادر مظفر جنگ کو کلتاش سے مراد ہے۔ حالات کے لئے ملاحظہ ہو فٹ نوٹ سابقہ ۱۵ جمادی الاولی ۔۔۔ مطابق ۔۔۔ جلوس میں انتقال ہوا ۱۲

اُدم کاروان بود در گجرات عمل درست داشت صوبہ داری جہت آں ملک بتجویز باید کرد۔ دو دو سہ کس بجائے خود سنجیدہ عرض نمود۔ عالی جاہ شاہزادہ محمد اعظم ہم رغبت دارند۔ اگر بادشاہزادگی را کار نفرمایند و بہتر از دیگراں سر انجام نتوانند کرد می تواں دارد۔ باللہ التوفیق والیہ الرشاد ودریں مقدمہ بہتر از خیر اندیش خاں دیگر کسے نیست۔ اما می گویند کہ چشمانش از کار رفتہ بارے اورا یا دیگرے را مقرر نمایند یتیق اللہ خاں ہم بد نیست دمقدمہ ابراہیم خاں کشمیریاں حفیظ اللہ خاں خوب نوشتہ تاں اندیشی را دخل ندادہ ؎

عیب بریں دانش و آئین او
کور شدہ دیدۂ حق بین او

درباب دینداری تحقیق حق از دست دادن چہ معنی دارد؟ دازیں جاست کہ گفتہ اند۔ قاضی واین تحقیقات متعصب باید کرد کہ بیک اقرار و انکار مقدمہ تمام نہ کند و در انفصال قضایا اصلا کوتاہی نمود و اعتبار جہت غالب را منظور دارد۔

---

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) مرحمت ہوا اور متصدی گری سورت مرحمت ہوئی۔ اس زمانہ میں یہ معزز عہدہ تھا کچھ دنوں بعد صوبہ داری الہ آباد پر ترقی پائی۔ اور خطاب شجاعت خاں مرحمت ہوا۔ چھوٹے درجے سے منصب چہار ہزاری تک اپنی قابلیت کی بدولت پہنچے تھے۔ ۲۰ محرم ۱۱۱۳ھ ۴۵ جلوس میں انتقال ہوا۔ اور احمد آباد میں دفن ہوئے خلیق و منکسر المزاج اور صوفی منش تھے۔ آحمد آباد کے لوگ ولی سمجھتے ہیں۔ اور آج بھی چادریں ہیں۔ شجاعت خاں کے کوئی اولاد ذکور نہ تھی۔ لیکن ایک لے پالک چھوڑا۔ اس کو نذر علی خاں کا خطاب مرحمت ہوا لیکن کچھ نکلا نہیں۔ وہ لڑکیاں تھیں جو معصوم بیگ اور عید قلی خاں کو بیاہی گئیں۔

[۱] شخصی سلطنت تھی لیکن مدار المہام کو افسران کے انتخاب کرنے کا حق تھا اور ان کی سفارش پر صوبہ داریوں کا انتظام ہوا کرتا تھا لیکن ہم اس دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں کہ یہ نعمت متمدن یورپ کی ایجاد ہے اور شخصی سلطنت میں کوئی اس شے سے واقف ہی نہ تھا

(۶۲)

خان نصرت جنگ من! ارباب کار تیمار حال مرم متدین کم می کنند۔ زیرا کہ از نیہ تواضع آنہا از اول تا آخر نمی آید سقاکان در گرفتن و دادن باک ندارند یعنی آب از دریا بخشیدن بخل نمی خواہد۔ خلاف امر لیست دشوار۔ نمی دانم روز جزا بر من چہ خواہد گزشت؟ و بعد ازیں بر سر بندہائے خدا چہ مصیبت خواہد شد ؎

فکر شنبہ تلخ دارد جمعۂ اطفال را

عشرت امروز بے اندیشۂ فردا خوش ست

بہر حال ارباب کار ذوی الاعتبار را در ہمہ حال ہراسان و ترسان باید بود و ہر لحظہ الحفیظ و الامان باید گفت۔

(۶۳)

فدوی درگاہ اشجاعت خاں در گزشت۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

---

سلہ قافلہ سالار کی رحلت کے بعد جو مصائب بندگان پر پڑیں اور جس طرح نامی گرامی امیر اور فوجی آفیسر خانہ جنگیوں میں تباہ اور برباد ہوئے ان کے معلوم کرنے کے لئے عہد بہادر شاہ سے سلطنت مغلیہ کی تاریخ کو ملاحظہ فرمائیے ۱۲ سلہ محمد بیگ نام تھا اور شاہزادہ کام بخش کی سرکار میں مصاحب تھے۔ جب بھائیوں میں جھگڑا شروع ہوا تو بہ صوبہ گجرات چلے گئے حضرت دارا شکوہ کی سموگڈھ کی شکست کے بعد گجرات آئے اور ان کو قزلباش خاں کا خطاب دے کر ہمراہ لیا لیکن جب ان کو نواح اجمیر شریف میں شکست ہوئی تو محمد بیگ عالمگیری دربار میں حاضر ہوئے تقصور معاف ہو کر صوبہ دار گجرات مقرر ہوئے اور پھر کارطلب خاں کا خطاب

(بقیہ نوٹ بر صفحہ آیندہ)

حاصل نہ کرنا گوارا نہیں ہوتا۔ اگر اجازت ہو سلام کرنے کے بعد تعاقب میں روانہ ہوں۔ حکم ہوا۔

دوام خلافِ ادب بظہور رسیده. یکے آنکہ چرا چنیں کرد کہ شقیا از نزدیک عسکر معلے عبور کردند؟ ایں خالی از سوءِ ادب نبود بلکہ احتمال بجر یک بود۔ دوم آنکہ بکار مامور نپرداختن و برخلافِ آں عرض کردن بخلاف اطاعت بعمل آمده۔ اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔"

(۶۱)

خان نصرت جنگ، راؤ دلیپت[1] وغیره متعینان خود را سوائے ملتفت خاں پیش شاہزاده عالی جاه بگذارد کہ آنجا ہم کار بسیار ست و دست آنہا اگر کوتاه باشد ورکار خللے نشود فیہا کہ بعضیہا بار انائے بیجا بیک کمان تیر می اندازند و نمی فہمند کہ خود را نشانۂ تیر وبال آخرت می سازند۔

گندم از گندم بروید جو ز جو
از مکافاتِ عمل غافل مشو

صبا بلطف بگو آں غزالِ رعنا را — کہ سر بکوه و بیاباں تو داده ما را

العاقبۃ بالعافیہ۔

---

[1] راؤ دلیپت سنگھ راجہ دریچھا حال (دیکم گڑھ) کا نام ہے جنکو عالمگیر نے خدمات کے صلے میں راجہ کے خطاب سے سرفراز کرکے سہ ہزاری ذات ا دو سہ ہزار کے منصب جلیلہ پر ترقی دی تھی ۱۱۱۶ھ میں علم و نقارہ مرحمت ہوا اور وفات سے قبل پنجہزاری ہو گئے تھے۔ راجہ دلیپت سنگھ راؤ بھگونت سنگھ کے لڑکے تھے جو عالمگیر کے بچپن کا دوست تھا ۱۲۔

محرم خاں را حکم شد کہ عینک آوردہ بدست خود بزینی خان مذکور بگزارد و تاکید شد کہ ہمیں طور بخانہ رود وازیں را کہ عنایتِ حضور ست تا سہ روز باید کہ عینک گذاشتہ بدستورِ خلعت بدربار می آمدہ باشد۔

حکم کی تعمیل ہوئی۔ لیکن امیر خاں داروغہ خاصاں کے ذریعے سے خان تنہائی میں حاضر ہو کر خواستگار معافی ہوئے۔ عالمگیر نے قصور معاف کیا اور خان نصرت جنگ رات ہی کو مہم پر روانہ ہو گئے

## (۵۹)

خان نصرت جنگ کی فوج میں زندان خاں دکھنی چہار ہزار منصب دار خیر خواہی کیساتھ کام کرتا تھا۔ اس لیے خان نے سفارش کی کہ جانفشانی کے ساتھ کام کرتا ہے اگر کچھ مرحمت ہو جائے تو مناسب ہے۔

لفظ جانفشانی محض عبارت وانشاست مقرر اگر جانفشاں می بود تا حال چرا زندہ می بود؟ درعایت ایں جماعت عقرب بدست گرفتن و مار در بغل داشتن ست۔ الکوفی لایوفی"

## (۶۰)

خاں نصرت جنگ مہونت کی گرفتاری کیلئے مامور ہوئے اتفاقاً لشکر معلیٰ سے دو میل پر اُس نے دریا عبور کیا اور خان نصرت جنگ تعاقب کرتے ہوئے پہنچے تو وہ دریا عبور کر چکا تھا۔ خان نے استدعا کی کہ اس قدر قریب آ کر قدمبوسی

سرکش ہو گئے ہیں اور نہ معلوم کیا ہونے لگتا۔ لیکن عالمگیر دوسرے ہی دل و دماغ کا تھا۔ دیکھئے کس دبدبہ کے ساتھ اُس نے گرفت کی اور یہ بھی دیکھئے کہ خان نصرت جنگ بھی اپنی غلطی پر کس قدر متاسف ہوئے۔

خان نصرت جنگ نے حاضر ہو کر قدمبوس ہونا چاہا تو عالمگیر نے داہنا پیر پھیلا دیا۔ گھبراہٹ میں خان کا پہلو مسند پر آ گیا جو باعث تکدر ہوا۔ لیکن بادشاہ نے خان نصرت جنگ کی پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا :-

چوں مستے در بیروں ہا بود ضوابط حضور فراموش کردید ؎

زاغ دُم سوئے شہر و سر سوئے دہ

دُم آں زاغ از سرِ او بہ

بعد ازاں رو بطرف بہرہ مند[1] خاں کردہ فرمودند کہ چہ معنی دارد کہ خانہ زاداں بہ سبب بتن بیروں آداب را فراموش کنند؟ ظاہراً در باصرۂ خانِ مذکور تفاوت شدہ است

---

[1] عزیز الدین میرزا بہرام کے لڑکے اور عمدۃ الملک جعفر خاں کے برادر زادہ تھے بسنہ ۱ جلوس میں عالمگیر نے عزیز الدین کو بہرہ مند کا خطاب مرحمت فرمایا۔ دکھن کی لڑائیوں میں قابل قدر خدمات کے صلہ میں ترقی کرتے کرتے چہار ہزاری اور دو ہزار سوار کے منصب دار ہو گئے۔ اور ۴۵ سنہ جلوس میں بجائے بخشی الملک روح اللہ خاں کے میر بخشی فوج مقرر ہوئے اور ۱۵ جمادی الثانی ۱۱۱۴ھ میں وفات پائی۔ وصیت کے مطابق بہادر گڈھ (دکھن) میں دفن ہوئے۔ بہرہ مند بہت ہی باوقار امیر تھے۔ کریم الصفات اور مہذب الاخلاق۔ ہمیشہ آرزو کرتے رہتے تھے کہ اگر بادشاہ عالمگیر ایک سال کیلئے دہلی بھیج دیں تو ایک لاکھ نذرانہ حاضر کریں۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا بادشاہ کی صحبت سے دہلی جانا افضل ہے؟ بہرہ مند خاں نے جواب دیا کہ دولت اور منصب کا مزہ تو جب ہے کہ وطن والے جنہوں نے میرا ابتدائی زمانہ دیکھا ہے۔ وہ عزت بھی دیکھیں۔ یہ آرزو پوری نہ ہوئی۔

قرار دے لیا تھا۔ اس سے کبھی منحرف نہ ہوئے جنجی کا نامی قلعہ اور کرناٹک کے
سنو چھوٹے بڑے قلعے اور ساحلی مقامات فتح کرنے کے بعد خان نصرت جنگ
خوشی خوشی دربار کو روانہ ہوتے۔ لیکن راستہ میں ایک اور مہم پر تعیناتی کا
حکم پہنچا۔ خان نے خیال کیا کہ سلام اور قدم بوسی کے بعد چلے جائیں گے۔ غریب کو
کیا خبر تھی کہ اس عدولِ حکمی کی پاداش میں روز بد دیکھنا نصیب ہوگا اور رسوائی
اٹھانا پڑے گی لشکر شاہی پرنالہ پر تھا۔ انہوں نے حسب قاعدہ لشکر میں داخل
ہونے کی اجازت طلب کی عالمگیر نے داخلہ کی اجازت نہیں دی اور خان نصرت جنگ
کے وکیل یار علی بیگ کو حکم دیا کہ صورتِ حال سے خان نصرت کو آگاہ کیا جائے
اطلاع کے بعد بھی خان نصرت جنگ بلا اجازت کیمپ میں آگئے اور دیوان
خاص میں حاضری کے طالب ہوئے۔ عالمگیر نے ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ
حکم دیا کہ بہتر ہو آئیں۔ ہمیشہ پالکی دیوان خاص کی جالی کے برابر آیا کرتی تھی۔ اس
موقع پر پالکی جالی کے اندر آئے اور دونوں رواہیتوں کے درمیان
میں رکھی جائے اور خان نصرت جنگ ترکش و کمان کندھے پر رکھکر اور بندوق
ہاتھ میں لئے حضور معلیٰ میں حاضر ہو کر قدم بوسی حاصل کریں۔ یار علی بیگ نے
ان عتاب آمیز سرفرازیوں کا حال مفصل لکھ کر بھیجدیا۔ خان سناٹے میں
آگئے اور تمام اسلحہ جسم سے علیحدہ کر کے گلال باری سے دیوان خاص تک
پا پیادہ گئے۔ اور وہاں ٹھیر کر حکم کا انتظار کیا۔ بادشاہ کو خبر دی گئی تو
دو گھنٹے کے بعد حاضری کا حکم دیا۔ کوئی اور بادشاہ ہوتا تو گھبرا جاتا اور فوراً
یہ نتیجہ نکالتا کہ پیہم فتوحات کیوجہ سے خان کا دماغ خراب ہو گیا اور وہ

(۵۷)

خان فیروز جنگ کار خود را تمام گذاشت، باوجودیکہ فرزند[۵۱] زادہ از برہان پور آمدہ بدیدنش نرفتہ روانہ برار شد و لفظ سپہ سالار کہ می نویسد از نوشتہ وکیل معلوم شدہ یا خبر غیبی ست؟ دریں مادہ نہ فرمان رفتہ و نہ گفتہ ایم، بنماید کہ منصب سپہ سالاری از کجا پیدا کرد؟

(۵۸)

ذوالفقار خاں نصرت جنگ جس پایہ کے امیر اور جس دبدبہ کے جرنیل تھے وہ اس کتاب کے آخر میں مذکور ہے۔ ان کی جاں بازانہ خدمات نے مرہٹوں کی قوت کا دکھن میں قلع قمع کر دیا تھا۔ دکھن کے بڑے بڑے سردار ان کی جرئت اور بہادری کا لوہا مانتے تھے اور سچ تو یوں ہے کہ خان نصرت جنگ اور فیروز جنگ پر عالمگیر کو ناز تھا اور بجا طور پر ناز تھا لیکن ان کی یہ مجال نہ تھی کہ قاعدہ کے خلاف کریں اور جب کبھی ایسا موقع آیا تو عالمگیر نے مواخذہ کے شکنجہ میں ان کو خوب ہی کسا اور حسب موقعہ سزائیں دیں۔ لیکن امیروں نے اطاعت شعاری اپنا شعار

---

۵۱ امیر الامرا غازی الدین خاں سے مراد ہے جو نظام الملک آصف جاہ خان دوراں خان فتح جنگ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ باپ کے انتقال کی خبر سن کر دار السلطنت سے دکھن روانہ ہوئے۔ لیکن اورنگ آباد پہنچکر، ذی الحجہ ۱۱۶۵ھ کو انتقال ہوگیا۔ اور نعش دہلی لائی گئی اور وہیں دفن ہوئے ۱۲۔

۵۲ فرمان جاری کرنے کے بعد خیال پیدا ہوا کہ یہ حسن طلب ہے، اور سنہ ۴۰ جلوس میں منصب سپہ سالاری سے سرفراز فرما دیا۔

آنچہ دل از فکر آں می سوخت ہم ہجر بود
آخر از ہمیسری گردوں باں ہم ساختیم

## (۵۵)

وقائع نگار متعینہ لشکر خان فیروز جنگ نے اطلاع دی کہ محمد عاقل کو بلبت راہزنی خاں بلے قتل کرادیا۔ حکم ہوا:۔
عمدۃ الملک مدار المہام سبحان فیروز جنگ بلے فرہنگ بنویسد کہ بر قتل کہ عبارت از ہدم بنیان الٰہی ست بغیر از حجت شرعی اقدام نمودہ۔ وائے بر آں روز کہ ... بہم رسد دیت نہ کند۔ ایں خبیث را بغیر از حکم قصاص چہ چارہ کہ ... حدود ممنوع نص کلام اللہ است ولاتاخذکم بھما رافۃ فی دین اللہ

## (۵۶)

خان فیروز جنگ یک رنگ من۔ الحمد للہ دوری قلبی نیست ؎
گر در یمنی و با منی پیش منی
در پیش منی و بے منی در یمنی
... ال شما روزی اکثر اطلاع می دادہ باشند تاکہ مواصلت صوری و ...
... خانہ زاد عنایت اللہ خاں را ندیدہ ایم جائے او خالی ست ؎
شاخ گل ہر جا کہ روید ہم گل ست"

زرہا ضائع می کنید و بے مصرف صرف نمائید؟ آنچہ در کار بود ساختنش ضرورست و دیگر ہمہ خود سازی ست"

خان فیروز جنگ رنجیدہ ہوئے لیکن ضابطہ ضابطہ ہی ہا دوسرے طریقہ سے اضافہ منظور ہوا۔ مگر جس طور سے خان فیروز جنگ نے لوازمہ رکھ چھوڑا تھا وہ جائز نہیں قرار دیا گیا۔

(۵۴)

جب خان فیروز جنگ[1] زیادہ ملول ہوئے تو ان کو رقعہ بھیجا:۔

خان فیروز جنگ۔ تفریق فوج لاعلاجی ست۔ فدوی زادہ را زود بہ حضور کرامت گنجور بفرستد کہ بالغامات و ادرارات امتیاز یافتہ بازپیش آں دولت خواہ خواہد رسید ؎

ہاں مشو نومید چوں واقف نۂ زاسرار غیب
باشد اندر پردہ بازیہائے پنہاں غم مخور

---

[1] قمرالدین خاں نام تھا۔ میر شہاب الدین فیروز جنگ غازی الدین خاں ہفت ہزاری کے صاحبزادے ۱۰۸۳ھ میں پیدا ہوئے۔ عالمگیری سرکار سے قلیج خاں کا خطاب اور پنجہزاری منصب تھا۔ بہادر شاہ بادشاہ نے خان دوراں خاں کا خطاب مرحمت فرمایا۔ فرخ سیر بادشاہ کے عہد میں فتح جنگ نظام الملک کے خطابات سے سرفراز ہوکر صوبہ داری دکھن مرحمت ہوئی اور محمد شاہ نے خلعت وزارت اور خطاب آصف جاہ سے سرفراز فرماکر صوبہ داری مالوہ کا اضافہ فرمایا۔ نواب کو شاعری سے ذوق تھا۔ اپنا دیوان یادگار چھوڑا۔ یہ نہایت دلیر شجاع اور سیر چشم تھے (قاموس المشاہیر صفحہ ۱۲۷) مفصل حالات کتاب کے آخر میں درج ہیں

مضایقہ ندارد۔ بزرگانِ ایشاں درویش و خانقاہ نشیں بودند (خان
فیروز جنگ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں تھے) فقط
نسب الارشاد را قبول کردیم ہفت ہزاری کرامت نمی داروئا

جب خان فیروز جنگ کو خبر ہوئی تو انہوں نے لکھا:

التائب من الذنب کمن لا ذنب له والمعترف بالتقصیر
قد عفی الله عنه القلیل والکثیر۔

بر عرضداشت دستخط شد۔

من عفی واصلح فاجرہ علی الله ومن عاد فینتقم الله منه

ترجمہ:- ہرکہ عفو و ملامت با صلاح آرد پس اجر او بر خداست و ہرکہ بہ تقصیر خود عود کند
خدائے تعالیٰ ازو انتقام می گیرد۔

(۵) ۵۴

تمبر ۱۱۱۳ھ میں عالمگیر نے منصبداروں کی فوج کا جائزہ لیا۔ اور خان فیروز جنگ کے
یہاں مقررہ تعداد سے زیادہ فوج پاکر شاہزادہ بیدار بخت کو تہدید نامہ بھیجا:۔

فرزند زادہ بہادر! محلہ (جائزہ) ہمراہیان خود کہ خان فیروز جنگ نمودہ
بہ از ضابطہ منصب و تنخواہ او منظر آمد۔ از توپ و رہکلہ و بان ورام جنگی و
شتر و کھڑنال و شترنال و گجنال و سواران با یراق و اسپان و فیلان
بستو انہائے یراق و دیگر لوازمہ طمطراق آں قدر کہ بایہ بلکہ نباید ملاحظہ شد۔
نخچہ اکثرے از آں بشرکار والا۔ در آمد۔ شما کہ مضاعف او می یابید چرا

طول کلام دریں مقام آہن سرد کوفتن و جامۂ کہنہ دوختن ست ۔

(۵۴)

خواجہ میر عابد کے لڑکے شہاب الدین ولایت سے آئے اور منصب دار ہو کر بادشاہ کی ہمرکابی میں اجمیر شریف روانہ ہو گئے۔

شاہزادہ اکبر راجپوتوں کے تعاقب میں گئے ہوئے تھے۔ اور ان کے نقل و حرکت کی خبر نہ تھی، اور نہ کوئی خبر لانے کے لئے آمادہ معلوم ہوتا تھا۔ میر شہاب الدین نے عرض کیا کہ غلام کو اس خدمت پر مامور کیا جائے۔ بادشاہ نے خوش ہو کر خلعت رخصت مرحمت کیا اور دو صدی منصب میں اضافہ کر کے پنج صدی منصب داری سے سرفراز فرما کر روانگی کی اجازت دی۔ میر شہاب الدین چودھویں روز خبر لیکر آئے اور لشکر میں واپس آنے کی درخواست جو منظور ہوئی ۔ حاضر ہو کر خبریں عرض کیں۔ بادشاہ کے دل پر اُن کی اطاعت شعاری اور خیر خواہی کا اثر پڑا اور حالات سن کر فرمایا ؎

"چوں لعل ہر کہ خونِ جگر خورد و صبر کرد
زیبِ کلاہ و افسرِ اقبال می شود"

یہی شہاب الدین اپنی کارگزاریوں کے صلہ میں غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کے خطابات سے سرفراز کئے گئے اور عالم گیری دور میں ہفت ہزاری منصب دار ہوتے سنہ ۳۳ جلوس ۱۰۹۹ھ میں طاعون نے قیامت مچا دی۔ جو ضرب میں آیا موت کے گھاٹ اُترا کسی شاعر نے تاریخ کہی ہے ؎

(۵۲)

امیر خاں صوبہ دار کابل نے عرضداشت گزاری۔ تھانہ دار ایران کو دوکوس ہندوستانی سرحد کی طرف چوکی قائم کرنے کی اجازت دی جائے اور اسکے معاوضہ میں وہ سالانہ سو گھوڑے عربی پیش کرے گا۔ بعد ملاحظہ حکم ہوا کہ

تھانہ دار ایران را آب و رنگ آوردن و صوبہ داری خود را بے آبرو ساختن کار عقلا نیست لیکن ؎

طمع را سہ حرف است و ہر سہ تہی

دو کروہ ایں طرف رخصت دادن چہ معنی دارد کہ دو قدم رخصت نیست ہم مسئلہ فقہی در ہمہ مذاہب سند است کہ اصرار بر صغائر عین کبائر ست عجب ست ازاں خانہ زاد مزاج داں کہ از سن ہفت سالگی در حضور تربیت شدہ از ندا بیر ایرانیاں غافل ست خود تصور کنند کہ برائے ایں کار سہل کہ دو کروہ ایں طرف نشانیدن تھانہ باشد چگونہ بصد اسپ عراقی کہ قیمت آں عمدہ ہی شود، راضی شدہ اند؟ ہماں مثل ست کہ ؎

| | |
|---|---|
| سر انگشت گیرد بہ فکر شکست | بیک بار جرأت نماید بدست |
| تو از فکر دشمن بہ غفلت مباش | ہمیشہ رخ تیرہ اش آخراش |

مثل مشہور ست کہ عقل و دولت قرین یک دیگر اند، ہر کرا عقل نیست دولت نیست عوام کالانعام فہمیدہ اند کہ ہر کہ دولت مند باشد البتہ باید عاقل باشد و ایں غلط ست بمعنی آنست کہ ہر کہ عقل ندارد دولت او پایدار نیست پس گویا نیست

اگر کسی راجپوت راجہ کی وفات کے بعد یہی حکم دیا۔ تو کیوں ملعون کیا جاتا ہے
شکایت کا اس وقت موقع تھا جب وہ مسلمانوں کے لئے ایک اور ہندوؤں کے لئے
دوسرا حکم دیتا تھا۔

میر خاں کی وفات کے بعد جو رقعہ لکھا ہے وہ زبردست اور ناقابل تردید شہادت
اس امر کی ہے کہ عالمگیر میں چاہے اور کمزوریاں ہوں لیکن وہ قواعد کا
سخت پابند تھا اور معاملہ میں کسی کی خاطر و مروت کو پاس نہیں پھٹکنے دیتا تھا۔

"آں فدوی (نواب اسد خاں) را عزادار (اس لئے کہ عزیز قریب تھے)
امیر خاں دہ گزشت اگرچہ ما راہم باید گزشت ؎
تا نفس باقی ست راہ زندگی ہموار نیست

آں فدوی بدیوان دار السلطنت لاہور کہ برادر اوست بنویسد کہ اموال آں
مبرور بجد و کد تمام کہ نقیر و قطمیر ودامے و درمے بلکہ پرکاہے فرو گزاشت نہ شود ضبط
نماید و از خواجہ نیز بتقید ہر چہ تمام تر خبر گرفتہ و از بنعہ و لحقہ بامید دہیم
استفسار کردہ ہر جا ہر چہ باید در قید خود آرد کہ ایں حق عباد است۔ بہ تخصیص
کہ خلیفۂ وقت بصلاح یا فساد رعایت و فزوں از حد شرع نماید حق مومنیں
پامال کردہ باشد۔ در ایام حیات او برائے پاس خاطرش ایں معیت برخ
گرفتہ بودیم۔ اکنوں چرا بانہ گیریم؟ ؎

گفتگو بسیار شد خاموش شدیم
مسئلہ بسیار گفتیم دم زدیم

❖

آں فدوی از نصرت جنگ پرسیدہ لیطلبد کہ نگین زمرد باد مرحمت می شود لیکن بہ تمام خطاب و فائی کنار۔ اگر بگوید نصرت جنگ فقط کندہ و منقش کردہ عنایت کنیم سے

دانی کہ بر نگین سلیماں چہ منقش بود
خطے بزر نوشتہ کہ ایں نیز بگذرد

(۵۱)

میر خاں کابل کے صوبہ دار تھے اور وہیں ۲۰ شوال ۱۰۹۸ھ کو سفر آخرت اختیار کیا۔ تجنتی خلیل اللہ خاں کے صاحبزادے اور عالم گیر کے خالہ زاد بھائی تھے ان کا اصل نام امیر میران تھا۔ مگر عالم گیری سرکار سے میر خاں کا خطاب تھا۔ اور پنجہزاری منصب سے سرفراز تھے۔ ہندوستان میں مختلف خدمات انجام دینے کے بعد کابل کی صوبہ داری کے لئے منتخب ہوتے اور اپنا کام وفاشعاری کے ساتھ انجام دیا۔ جب ان کے مرنے کی خبر آئی تو عالمگیر بار بار ان کی وفا پرستی کو یاد کرتے اور افسوس کرتے رہے۔ اور ان کی جگہ شاہزادہ معظم کو صوبہ دار کابل مقرر کیا۔ یہ سب کچھ تھا لیکن عام قاعدہ کے ماتحت میر خاں کی وفات کے بعد ان کے اموال و متاع کے لئے معمولی حکم ہوا۔ قرابت داری اور خیر خواہی کو معاملات ملکی میں کیا دخل؟ جب مسلمان امیر قاعدہ سے مستثنیٰ نہ تھے اور خالہ زاد بھائی کی جائداد کے لئے وہی حکم تھا جو معمولی امیر کے لئے تو پھر عالمگیر نے

---

سلہ نواب ذوالفقار خاں سے مراد ہے ۱۲۔

(۵۰)

آں فدوی (دستور معظم اسد اللہ خاں)، بخان[1] جہاں بہادر بنویسید کہ سوداگران اسپاں وغیرہ استغاثہ می نمایند و خبر صحیح ست الظلم ظلمات یوم القیامہ از چہ رو منظور نہ داشت؟ و یاد موت کہ قریب تر از شہ رگ با دست چرا گذاشت؟ از سخط الٰہی و غضب بادشاہی بترسد۔ آنہا را رضامند کند ؎

حاکم حق با تو مواسا کند

چوں کہ از حد بگذرد رسوا کند

در خانہ خود ولیوان کردہ نشستہ بند ؎

چند گوئی نامہ داں خوان من

---

۱؎ میر ملک حسین نام تھا اور مرزا ابوالمعالی خوافی کے لڑکے اور حضرت عالمگیر کے کوکہ تھے۔ خان جہان بہادر ظفر جنگ کوکلتاش خطاب تھے اور ہفت ہزاری منصب تھا مختلف صوبوں میں بدبہ کے ساتھ صوبہ داری کی قلم اور تلوار کے دھنی تھے سنہ [illegible]ھ کے پرآشوب زمانہ میں دکھن میں صوبہ دار مقرر ہو کر مامور ہوئے اور عالمگیری جھنڈا یہاں بھی لہرا دیا۔ حیدرآباد کی مہم میں بھی شریک تھے یہاں بھی خوب کام کئے۔ سنہ ۱۱[illegible]ھ میں بیمار پڑے تو حضرت عالمگیر عیادت کے لئے گئے۔ خان موصوف قدمبوسی کے بعد بیٹھ گئے۔ اور عرض کیا کہ خانہ زاد کی آرزو تھی کہ کسی معرکہ میں جاں نثار کرتا۔ لیکن موت اس طرح لکھی ہوئی ہے ارشاد ہوا کہ تمام عمر اخلاص اور بندگی میں جاں نثاری کی ابھی تک آرزو باقی ہے۔ خان جہاں بہادر نے ۲۲ جمادی الاول سنہ ۱۱۰۹ھ کو بمقام شولاپور انتقال کیا اور وہیں پیوند خاک ہو گئے۔ بڑے دبدبہ کے امیر تھے جو چاہتے تھے وہ کرتے تھے کسی کو چون وچرا کی مجال نہ تھی۔ تاریخ آسام ان کی تصنیف ہے۔ انکے ایک بیٹے کا نام مظفر حسین اور ذوالفقار خاں خطاب تھا۔ دوسرے اعظم خاں کوکہ کہلاتے تھے ۱۲

صبحدم مرغ چمن باگل نوخاستہ گفت،
ناز کم کن کہ دریں باغ بسے چوں تو شگفت
گل بخندید کہ از راست نہ رنجیم لیکن
ہیچ عاشق سخن تلخ بہ معشوق نہ گفت

باں نورالانصار واضح باد کہ در ایام جوانی کہ باصطلاح رواج مصاحبان شما جوانی دیوانی گویند مارا ہم در آں ایام ایں تعلق باشخصے کہ نہایت تنخواہ مواخات بہم رسیدہ بود۔ تا حیات محبت ادرا بانجام رسانیدیم وگاہے آزردہ نہ کردیم۔ دیگر آں کہ با سادات لفظ پاجی گفتن محض پاجی گری ست۔ کسے اگر سید را پاجی بگوید البتہ پاجی نہ خواہد شد، اگر از نوشتہ محلدار و ناظر رضامندی آں سید نہ شود بعتاب بلکہ بعقاب گرفتار خواہید شد جزاء بما کانوا یعملون

(۴۹)

شاہزادہ بیدار بخت گڈھی سنسی (متصل اکبرآباد) کے مہم پر ۱۱۱۲ھ میں مامور ہوئے اور حملہ ہائے دلیرانہ سے راجہ رام جاٹ کا زہرہ آب کر دیا لیکن دفعتاً زور شور میں کمی آگئی تو ناظر لشکر نے اطلاعی رپورٹ کے ساتھ یہ نوٹ جما دیا کہ ایسا مشہور ہے کہ شاہزادہ اور راجہ رام سے یہ معاہدہ ہوگیا ہے کہ راجہ رام اپنی برادرزادی شبستان عشرت میں داخل کر دیں اور اسکے معاوضہ میں شاہزادہ راجہ رام کو گڈھی خالی کرکے کسی طرف نکل جانے کا موقعہ دیدے۔

اللہ اکبر۔ دکھن میں یلغاریں کرکے ملک فتح کر رہا ہے حکومت کی بے راہ لو

حسب مطاوبہ ایں مہم از قلعہ از اکبر آباد بگیرد و والد بزرگوار راآں روے نزبدہ دیدہ براہ راست باسلام آباد عرف متھرا برسد۔

(۴۸)

شاہزادہ بیدار بخت[1] کو کسی زمانہ میں اپنی بیگم شمس النساء صاحبہ بنت سید ممتاز خاں[2] کے ساتھ بہت عشق تھا۔ ایک مرتبہ شاہزادہ کو غصہ آگیا اور غصہ کی حالت میں بیگم سے کہہ ڈالا کہ باپچی کی لڑکی کو شاہزادوں کے ساتھ بد دماغی زیب نہیں دیتی بیگم نے رنجیدہ ہو کر عہد کر لیا کہ شاہزادہ سے آیندہ بات نہ کرے گی۔ معاملہ نے طول کھینچا اور ناظر نے عالمگیر کے یہاں رپورٹ بھیجی۔ حکم ہوتا ہے۔

---

[1] شاہزادہ محمد اعظم کے خلف اکبر کا نام ہے۔ ان کی ماں کا نام بانو بیگم تھا۔ جو شاہزادہ داراشکوہ کی صاحبزادی تھیں۔ شاہزادہ ۷ ربیع الاول ۱۰۸۰ھ کو پیدا ہوا۔ ۵ محرم ۱۰۹۰ھ کو سید مختار خاں کی صاحبزادی ان کے عقد میں آئیں۔ یہ شاہزادہ دکھن کی لڑائیوں میں شریک رہا اور شاہ عالم اور شاہزادہ محمد اعظم کی لڑائی میں بمقام جاجو، ۱۸ ربیع الاول ۱۱۱۹ھ کو اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ کام آیا۔

[2] میر قمر الدین خاں کا خطاب تھا جو سید شمس الدین مختار خاں کے لڑکے تھے۔ قلعہ ستسی در ۱۱۱۱ھ ان کے ہاتھوں فتح ہوا۔ جس کے صلہ میں عالمگیر نے ان کو سہ ہزاری پانصدی منصب پر ترقی دیکر مراتب میں اضافہ کیا۔ نعمت خاں عالی کے حملہ سے یہ بھی محفوظ نہ رہ سکے۔

ہیچ کس در خانۂ مختار خاں بیکار نیست
ہر کرا دیدیم آنجا فاعل مختار بود (عالی)

ملول ساختن بند ہائے بادشاہی خصوص سعداللہ خاں بسیار بد و بدست آوردن دل ایں مرحوم خوب مصالح کار آں صاحب شعور دو واسطۂ افزایش مال و خوش نامی صاحب معاملہ اند۔ آخر روز چند نہال محمودی زر دوزی یک رنگ و سہ ہزار دینار نقد بہ سعداللہ خاں انعام فرمودند۔

## (۴۷)

فرزند عالی جاہ! الحمد للہ کہ فرزند زادۂ[1] بہادر خوب برآمد و کار روز افزوں ترقی روز بہ دارد حالا از تربیت والا جاہ غافل نباید بود صوبۂ مالوا۔ در صورت اقبال مہم سنسنی[2] و تنبیہ جاٹان بنام فرزند زادۂ بہادر بحال خود ماند۔ فرمان عالی شد کہ از راجپوتان عمدہ راجہ بشن سنگھ[3] کچھوا ہمراہ خود دارد و توپ خانہ و غیرہ اسباب

---

[1] فرزند زادہ بیدار بخت سے مراد ہے۔ [2] سنسنی اکبر آباد کے قریب جاٹوں کی ایک گڑھی کا نام ہے (اب ریاست بھرت پور میں ہے) پیر محمد آغر خاں پنجاب سے آ رہے تھے جب اس گڑھی کے قریب پہنچے تو ان کو معلوم ہوا کہ جاٹوں نے ایک قافلہ پر دست درازی کر کے عورتوں کو پکڑ لیا ہے۔ آغر خاں نے حملہ کیا اور مارے گئے۔ جب دکن میں خبر پہونچی تو بادشاہ نے شاہزادہ بیدار بخت کو مامور کیا۔ انہوں نے ۱۳ جمادی الاول سنہ ۱۱۰۲ھ کو قلع قمع کر کے پوری گوشمالی کر دی۔ عالمگیر کے یہاں رستہ کا لوٹ لینا سخت جرم تھا۔ اس لئے اس مہم کے لئے پورا سامان کر دیا تھا کہ کوئی کسر باقی نہ رہے۔ [3] مرزا راجہ رام سنگھ کا پوتا اور راجہ کشن سنگھ کا لڑکا تھا۔ ۱۰ ربیع الثانی سنہ ۱۰۹۰ھ کو منصبدار ہوا اور باپ کی وفات پر راجہ کا خطاب مرحمت ہو کر منصب میں اضافہ ہوا خلعت سے سرفراز کیا گیا۔ راٹھوروں اور جاٹوں کی سرکوبی پر مامور ہو کر فوجداری اسلام آباد (متھرا) پر سرفراز کیا گیا۔ سنہ ۱۱۱۱ھ میں وفات پائی۔ عالمگیر نے اس کے بیٹے بیجے سنگھ کو راجہ جے سنگھ کا خطاب دے کر منصبدار بنایا۔ یہی راجہ سوائی جے سنگھ کے نام سے مشہور ہے۔ اور جے پور انہی کا آباد کیا ہوا ہے۔ ۱۲

نبود۔ تلافی باضافۂ انعام شدہ کہ دیگر ارتکاب نہ کند۔ باوجود ایں از خود کمی نکردہ
زبان بریدن وگردن زدن مقدور نیست۔ باید سوخت و باید ساخت۔ مرفیق
لابد افقلت ولا یفا فلت۔

(۴۶)

فرزند عالی جاہ! روزے پہاڑ امل دیوان سرکار برادر نامہربان (شاہزادہ
داراشکوہ) فردے از نظر اعلیٰ حضرت گزرانیدہ کہ دہ لک روپیہ
بابت طلب تفاوت ایام مابین از سرکار والا طلب ست۔ بہ تنخواہ آں فرمان شود
آں حضرت فرد حوالہ سعد اللہ خاں (دستور معظم۔ علامہ فہمی) فرمودند کہ از روئے
سررشتہ دفتر دیوانی تحقیق نمودہ بعرض رسانند۔ خان مذکور فی الفور التماس نمود
کہ چنیں زرہا از خزانہ تنخواہ نمی شود، ثانی الحال در مطالبہ و تصرف حساب نقدی
محسوب می گردد۔ داراشکوہ بعد برخواست دربار با دیوان اعلیٰ (سعد اللہ خاں)
کلمات تند گفت۔ چوں از روئے فرد مرسلہ مشرف غسل خانہ بمسامع علیا رسید
ہماں وقت شقہ بہ برادر نامہربان نوشتند وایں فرد ہم بقلم آوردند ؎

با عداوت دل مجادلہ باخویش دشمنیست
ہر کس کشد برآئینہ خنجر بخود کشد

دریافت صدق و بطلان خلاصہ ابنائے ملک ست پہاڑ امل کفایت خانہ شما
سعد اللہ خاں صیانت مال مامی خواہد۔ ہرگاہ ایں فرد از دفتر شما درست شدہ بود
بایستی تحقیق نمود کہ تنخواہ آں از سعد اللہ خاں ممکن الحصول ست یا نہ،

کی وجہ سے رسوائی کر رہے ہیں یہ خانہ زاد منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔ اس لئے
التماس ہے کہ ایسی تنبیہ ہونا چاہئے کہ خان عالی ایسی حرکت آیندہ نہ کریں۔ خاتمہ پر لکھنا
"واجب بود بعرض رسانید۔" بر لفظ "واجب بود" دستخط شد "مرام بود" بر سر
عرضی دستخط شد۔

"خانہ زاد سادہ لوح دکامگار خاں، می خواہد کہ مارا ہم دریں رسوائی شریک
سازد کہ او ہر چہ خواہد درباب ما بگوید و بنویسد شہرۂ عالم سازد و پیشتر ہم درباب ما شہرۂ منتشر[1]

[1] فتح دکن کے بعد دستور معظم اسد خاں نے عالمگیر سے عرض کیا کہ اب ہندستان تشریف لے چلئے۔ دکن میں اب کام نہیں رہا۔ اورنگ زیب نے انکار کیا تو خان موصوف نے جل کر کہا کہ دکن میں جیتے جیتے سب کا جی بھر گیا تھا اور دہلی یاد آرہی تھی ؎

برنشستہ چناں قوی کہ بر داشتنش ؛ کار ست دگر نیست جز خدا بر دارد

عالمگیر نے سنکر خاموش ہو گئے۔ ذیل کے اشعار بھی ہجو میں ہیں لیکن عالمگیر قدرداں تھا۔ ان کو سنکر بھی چہرہ پر شکن نہیں پڑی اور کچھ دیر تذکرہ کے بعد اس سنہ کو یاد سے فراموش کر دیا۔

فاعلاتن فاعلاتن فاعلات — شعر در بحر رمل باشد بہ از آب حیات
چیست عنقا؟ دیدہ کبریت احمر اشرفی — کیمیا از کر شدن یک ہفتہ پیش بو الحسن
فقر و فاقہ حیلہ و حسرت صبوری انتہا — آنچہ باشد نوکران بادشہ را در دکن
خیمہ چنبر کہ منع بارش و تابش نکرد — فرش شاں سطح زمیں بالا پوش چرخ و جلد بدن

ان اشعار کو پڑھنے کے بعد یہ ملتے نہ تو کم کر لینا چاہئے کہ خان عالی سلطنت کے بدخواہ تھے۔ نہیں ہرگز نہیں خان موصوف کا مذاق ہجو گوئی تھا اور عالمگیر مزاج شناس اور متانت کا پتلا؛ وہ سب کچھ سنتا تھا لیکن چشم پوشی سے کام لیتا تھا۔ اس لئے کام لیتا تھا کہ خان موصوف کے بعد پھر اس رنگ کا دوسرا امیر میسر نہ تھا۔
خان موصوف نے ایک مرتبہ ہدایت اللہ خاں پسر شریف الملک حیدرآبادی کی ہجو لکھی۔ انہوں نے
فی البدیہہ جواب دیا ؎

فرزند زن و قبیلہ آں کس کش — بر خوان جماع نعمت الوان ست

خان موصوف سنکر خاموش ہو گئے اور آیندہ کے لئے ہدایت اللہ خاں ان کی نوک قلم سے محفوظ ہے ۱۲

نعمت خانِ عالی سے ہجونامہ لکھوا دیا۔ اور ایسا انتظام کیا گیا کہ آناً فاناً ہجونامہ مشتہر ہوگیا
کامگار خاں نے خفت اور ندامت میں بادشاہ کے یہاں عرضی بھیجی کہ خانِ عالی بدطینتی

---

سلہ عالی تخلص تھا اور مرزا محمد نام ان کے آبا و اجداد شیراز کے نامی طبیبوں میں تھے۔ مرزا کے والد حکیم فتح الدین ہندستان آئے اور مرزا محمد ہندستان میں پیدا ہوئے۔ ابھی بچہ ہی تھے کہ تعلیمی و تربیت کے لحاظ سے حکیم صاحب اپنے ہونہار بیٹے کو شیراز لے گئے اور شفیعائی یزدی المخاطب بہ دانشمند خاں کے سپرد کر دیا ابتدائی مراحل طے کرنے کے بعد مرزا محمد نے قابلیت کا سکہ ہم سبقوں میں بٹھا دیا۔ فارسی ان کی مادری زبان تھی اُس کا کہنا ہی کیا ہے لیکن عربی میں مختلف علوم و فنون پڑھے اور ایک عالمانہ قابلیت پیدا کرنے کے بعد اپنے آبائی پیشہ طب میں کمال حاصل کر لیا اس طرح زیورِ علم سے آراستہ ہو کر مرزا محمد ہندوستان آ گئے اور ہنر کے قدردان عالمگیر نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لے کر ملازمانِ خاصہ میں داخل کر لیا۔

حیدرآباد فتح ہوا تو مرزا صاحب نے حسب ذیل تاریخ لکھ کر جس کی صلہ میں انعام و خلعت سے سرفراز کیے گئے ؎

از نصرت بادشاہ غازی — گردید دلِ جہانیاں شاد
آمد لِلّٰہ حساب تاریخ — شد فتح بجنگ حیدرآباد

سنہ ۱۱۰۴ھ میں مرزا صاحب کو خطاب "نعمت خاں" مرحمت ہو کر داروغگی باورچی خانہ کی خدمت سپرد ہوئی جو اس زمانہ میں منصب امیر کو دی جایا کرتی تھی۔ آخر عہد عالمگیری میں خطاب مقرب خاں سے سرفراز ہو کر داروغہ جواہر خانہ ہو گئے تھے لیکن عالمگیر کی وفات اور شاہزادہ محمد اعظم کے مرنے کے بعد نعمت خاں عالی شاہ عالم بہادر شاہ کے دربار میں حاضر ہو کر "دانشمند خاں" ہو گئے۔ "وقائع نعمت خان عالی" "مثنوی عشق" اور "خوان نعمت" ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ وقائع نعمت خاں میں لطیف پیرایہ میں عالمگیر کی ہجو ہے۔ عالمگیر کے جانشین بہادر شاہ نے اس کتاب کو درس میں داخل کیا۔ ابن قیاس کر دیکھا عبدالقادر بدایونی نے نکتہ چینی کے ساتھ اکبر کے صحیح صحیح واقعات قلمبند کیے تو جہانگیر نے اپنے زمانہ میں اس کتاب کی اشاعت قطعاً بند کر دی اور یہاں باپ کا ہجونامہ درس میں داخل کیا جاتا ہے عالمگیر کی زندگی میں یہ ہجونامہ لکھا گیا اور عالمگیر کو بھی علم ہو گیا لیکن عالمگیر اگر وہ عالمگیر ہوتا جس کا نقشہ آج کل اسکولوں میں کھینچا جاتا ہے تو خان عالی کو تو متوحش ملک میں نفرت انگیز خیالات پھیلانے کے جرم میں عبرت ناک سزا دیتا۔

خان عالی نے سنہ ۱۱۲۱ھ میں حیدرآباد میں انتقال فرمایا اور حیدرآباد ہی میں دفن ہوئے۔ کلام ملاحظہ ہو:

نخواہد کرد ترکِ بت پرستی ہا دلِ زارم — کہ چوں سنگِ سلیمانی ست مادر زاد زنارم
یاد را در بر گرفتن کے فراموشم شود — کے رود از یاد کس چیزے کہ از برمی شود
گفتی اگر قرار بگیری رسی بکام — باشے از ایں قرار بہ بینیم چہ می شود
بیا کہ شیشۂ من در سپید شام شدست — ببیں کہ خانۂ ما مسجد الحرام شدست
بجائے نامہ شمع روشنی دادیم قاصد را — کہ طومارست شرحِ سوزِ پیغام زبانی ہم

اگر حیات باشد مراجعت نمائیم، مسرت خود را خواہیم فہمید اگر نوع دیگر شود چہ مضر در ؟ کہ برائے انما اموالکم و اولادکم فتنۃ ولکم زیرخانیاں را ضائع سازیم۔

(۴۴)

قلعہ اسلام پوری سے روانگی کے وقت ارشاد ہوا کہ :-

"خواہ صحت خواہ آزار غیر از جمعہ روز دیگر مقام نہ خواہد شد"

چنانچہ دوران سفر میں حضور کو ایک بار بخار آگیا اور دوسری مرتبہ اسہال کی شکایت ہوگئی لیکن غیر از جمعہ مقام نہیں فرمایا جب خواص پور پہنچے تو واقعہ شدنی کی وجہ سے شب جمعہ کو کوچ ہوا تو حمید الدین خاں نے عرض کیا کہ خلاف حکم سابق کوچ ہو رہا ہے حضرت عالمگیر نے مسکرا کر جواب دیا۔

" اگر قدرے از علم منطق اطلاع می بود ایں عرض کر دید، سخن در مقام غیر جمعہ بود غرض اہتمام کوچ نہ ایں کہ جمعہ البتہ کوچ نہ شود، مفہوم مخالف معارض مبنی اہل نمی شود"

آج کہا جاتا ہے کہ مطلق العنان بادشاہ کے یہاں اُس کے سامنے کسی کو مجال دم مارنے کی نہیں لیکن یہ تحریری شہادت ثابت کرتی ہے کہ عالمگیری سرکار کی مطلق العنانی بھی وہ مطلق العنانی نہیں تھی جس کی برائی بلند آہنگی کے ساتھ کی جاتی ہے۔

(۴۵)

دستور معظم جعفر خاں مرحوم کے [illegible] زادے کامگار خاں کا عقد ۱۰۹۵ھ میں صبیہ سید مظفر حیدر آبادی کے ساتھ ہوا۔ یار لوگوں کو مذاق کی سوجھی

تسخیر قلعہ ہائے دکھن کے مہم پر تشریف لے جاتے ہیں اور قلعہ اسلام پوری مضبوط نہیں ہے کیا حکم ہوتا ہے۔

حکم شد۔ استغفر اللہ در مقام نامحکمی لفظ اسلام پوری نوشتن بے موقع بود۔ نام اصل او کہ برہمپوری ست بایست نوشت۔ قلعہ بدن از آں نامحکم تر ست ا دراچہ علاج ہے

ما ز شغل آب و گل بر خویشتن پرداختیم
خانہ سازی را بخود سازی بدل ساختیم

خان موصوف نے عرض کیا کہ ارشاد ہو تو سرکاری معمار کو قلعہ ملاحظہ کرادیا جائے۔

حکم شد۔ باوجود دستخط سابق اعادۂ عرضی مردن نوعے از بازی دادن ست ہے

معمار خود مشو کہ کنی خانہ ہا خراب
ویرانہ باش کز تو بنائے شود بلند
با خاک شو برابر و گردن بکش ز کشش
شاید غبار از سر پائے شود بلند

---

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) دو ہزاری پانصدی ہوئے اور کچھ دنوں کے بعد میر آتش کے عہدہ پر سرفراز کئے گئے اور سہ ہزاری منصب مرحمت ہوا۔ سنتا گھوڑپرہ کی تنبیہ پر مامور ہوتے اور شکست کھا کر قید میں آئے جو کچھ پاس تھا وہ مرہٹہ جرنیل کے نذر کر کے دربار واپس آئے۔ خدمت خانسامانی پر مفتخر ہو کر روح اللہ خاں ہوگئے۔ قلعہ ہائے ستارا پرلی اور سنجرنا کی تسخیر میں یہ توپ کے منہ پر گئے اور جان توڑ کر غنیم کا مقابلہ کر کے کامیاب ہوئے منصب اضافہ ہو کر سہ ہزاری ہوتے اور بخشی الملک مخلص خاں کے بجائے بخشی دوم کی خدمت ان کو سپرد ہوتے عین جوانی میں ۱۱۱۵ھ میں راہی ملک بقا ہوتے۔ اُن کے بیٹے اعتقاد خاں کو روح اللہ خاں کا خطاب مرحمت ہوا اور دوسرے صاحبزادے خلیل اللہ خاں ہو کر منصبدار ہوتے ۱۲

منصب داران حضور میں پیش کئے جایا کریں گفتگو ملاحظہ ہو ایک مطلق العنان بادشاہ اور اُس کے امیروں کی:

مخلص خاں نے عرض کی کہ:-

اگرچہ بموجب آیۂ کریمہ "تلک عشرۃ کاملۃ" حکم شدہ است کہ "مثل دہ نفر ہر روز بگزارند" خیر، واِلّا اگر دوازدہم باشد مضائقہ ندارد ؛

حکم شد "شما ہم بے دلیل عرض نہ کردید ؎

ساعاتِ زماں دبرجِ افلاک نگر
روز و شب و آسمان ہم اثنا عشریست"

محمد امین خاں عرض کرد "بے معنت راعجب اثریست امروز معلوم شد؛ چرا در عوض دوازدہ چہار نباشد؟

فرمودند (عالمگیر) کہ:

"چہار ہم داخل دوازدہ است"۔

بعدہ تبسم کردہ فرمودند کہ "چرا سہ نباشد؛ لیکن دوازدہ باسہ نسبت منعیفین مضاعف دارد۔

شما اختیار دارید در ہرچہ رفاہ خلق اللہ زیادہ باشد بآں عمل بیارید"

(۴۳)

میر حسن[1] فتح اللہ خاں دم نے اسلام پوری سے کوچ کے قبل عرض کیا کہ حضور والا

---

[1] فتح اللہ خاں اول کے صاحبزادہ تھے پہلے ان کا خطاب عزیز خاں تھا۔ باپ کے انتقال کے بعد (بقیہ نوٹ بر صفحۂ آیندہ)

انچہ از قدم خدمت خود نوشتہ بیان واقع است لقدر مقدور فدوی بہ عمل می آید و انچہ از بد مذہب ایرانیاں نوشتہ امور دنیا را با مذہب چہ نسبت در کارہائے مذہب را بہ تعصب چہ دخل ؟ لکم دینکم ولی دین

اگر ہمیں قاعدہ مقرری بودے بایست کہ جمیع راجہا و تبعہ آنہا را مستاصل میکردیم اختیار تغیر قابلاں نزد عقلا امر مذموم ست استدعائے بک بخشی گری کہ نمودہ اند التماس آں فدوی بموقع بود کہ منصب لایق ایں خدمت ارند۔ سببیکہ مانع است آنست کہ جماعت تورانیاں کہ برادران ہمشہری بزرگان ما اند یعنی متعینان آں فدوی بہ مضمون ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ یعنی مبدا زید خود را بدستہائے خود در ہلاکت در عین گیر و دار مراجعت را معیوب نمی دانند۔ اگر در آوردن کسے ایں حالت رو دہ ہر چنداں مضایقہ ندارد لیکن در عین کار زار سخت مشکل ست اگر عیاذاً باللہ ازہم اہیان حضور ایں صورت واقع شود دریک لحظہ مقدمہ تمام حکایت بانجام برسد۔ اگر دریں امر مجرب آزمودہ انکاری داشتہ باشد مفصل معروض دارد جماعت ایرانی خواہ ولایت زا خواہ ہندوستان زا کہ بجہل مرکب مشہور اند بصد مرحلہ ازیں حرکت دور اند

انصاف بدہ کہ جہل آں مردم زشت
بہتر ز ہزار عقل روباہ سرشت

(۴۲)

ماہ جمادی الثانی ۴۳ھ جلوس میں حضرت عالمگیر فتح دکھن کے لئے اسلام پوری عرف بیرم پوری سے روانہ ہوئے اور مخلص خاں بخشی کو حکم دیا کہ روزانہ انفر

اس لئے جب اُن کے لڑکے محمد امین سنہ ۱۱۱۰ھ مطابق سنہ ۳۱ جلوس میں ہندوستان
آئے تو خدماتِ دیرینہ کے لحاظ سے اُن کی بڑی آؤبھگت کی گئی اور منصبداروں
میں داخل ہو گئے چونکہ علم اور قابلیت کے زیور سے آراستہ تھے اس لئے
ترقی کرتے کرتے سہ ہزاری اور دو ہزار سوار کے اعلیٰ درجہ میں داخل ہو گئے
طبل و نقارہ بھی مرحمت ہوا لیکن یہ ابھی قانع نہ تھے اور اُن کو ملال تھا کہ اُن کی
قابل قدر خدمات کا واجبی اعتراف نہیں کیا جا رہا ہے چنانچہ ایک موقع پر جب
حسن خدمات کے صلہ میں ان کو خلعت گراں بہا خنجر اور اسپ عالمگیر نے مرحمت فرمائے
تو مناسب دیکھ کر انہوں نے محرم خاں کی معرفت عرضی پیش کی جس میں بادشاہ پر
بعض وطن کے بعد اپنی اور اپنے اجداد کی خدمات کا اعادہ کر کے درخواست کی تھی
کہ وہ نوازش گری ایرانیوں کو دی گئی ہیں جو بد مذہب اور دو سیرت ہیں۔ بربنائے
خانہ زادگی اور قدیم الخدمتی ایک جگہ ان کو ملنا چاہئے تھی۔ عالمگیر نے جو جواب دیا
وہ ثابت کرتا ہے کہ اُس نے مذہب اور سلطنت کو علیحدہ علیحدہ رکھا تھا اور امور سلطنت کے
انصرام میں مذہب کو مطلق دخل نہ تھا لیکن آج عالمگیر پر ہر کول کا ایک بچہ طعن کرتا
ہے اور الزام لگاتا ہے کہ تعصب اور تنگ نظری کی کارفرمائی کی وجہ سے عالمگیر
غیر مسلموں کے ساتھ فیاضانہ سلوک نہیں کرتا تھا ستم ظریفی سمجھو یا بدقسمتی خیال کرو
آج ہمارے مسلمان بھائی بھی اس الزام میں اُن کے ہم آہنگ ہیں۔

---

۱؎ محمد شاہ بادشاہ کے خسر خاص ہوئے اور سادات بارہہ کے زوال کے بعد ۱۱۳۳ھ میں خلعت وزارت سے
سرفراز کئے گئے اور خطاب اعتماد الدولہ مرحمت ہوا کچھ دنوں وزارت کی خدمات انجام دینے کے بعد ۲۳ ربیع الاول
۱۱۳۹ھ کو انتقال کیا میر بہاء الدین اور خواجہ عابد مورث نظام الملک حقیقی بھائی تھے۔

رقعہ مستوجب عزل نیران وسخط حضرت رحمان لیکن کسے نباید کرد کہ باعث ملامت دنیا وموجب شقاوت عقبیٰ گردد ۔ ارغا عثمان باسادات بارہہ وخیم العاقبتی ست یعنی بدانجامی ازیں راہ کہ ایں جماعت باندک ترفع وترقی لاف انا ولاغیری زدہ ازجادۂ صواب انحراف ورزیدہ نظر را بلند داشتہ باعث پستگی می گردانند ۔ اگر بہ تنا زل بگزرد کار دنیا مشکل می شود اگر تدارک رسد در آخرت پائے در گل می گردد ۔"

اس رقعہ کو پڑھئے اور سید صاحبان کے حالات مابعد سے مطابقت کر کے نتیجہ نکالئے کہ عالمگیر مردم شناس تھا یا نہیں

(۴۰)

دوسرا رقعہ ملاحظہ ہو :-

فدوی درگاہ دستور معظم حسن علی خاں با فرزندزادہ محمد معزالدین بہادر بہ بیہودگی نمود و بے اجازت برخاستہ آمد چنانچہ شاہزادہ گلہ ادنوشتہ کمی منصب باید کرد وجاگیر ضبط شود تا دیگراں را عبرت شود ؂

کند تحمل بسیار مرادر لے قدر

کمان چوں تن بہ کشیدن دہد کبادہ شود

اعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا

(۴۱)

بلخ اور بخارا کی مہم میں میر بہاء الدین نے شاہزادہ عالمگیر کی قابل قدر مدد کی

تو ان خوبیوں میں پورے اُتریں گے دوست اور دشمن دونوں کو ماننا پڑے گا سلسلہ دونوں بھائی اخلاق مجسم تھے۔ بہادری میں کلام نہیں اور سخاوت میں ضرب المثل بخشی خاں نصرت جنگ کے خون سے ان دونوں بھائیوں کے ہاتھ ضرور رنگے ہوئے ہونگے لیکن یہ ملک داری اور حکومت کے کرشمے تھے ان میں پڑ کر کوئی سلامت نہیں نکلا کرتا ہے۔

علامہ عبدالجلیل بلگرامی واسطی سے دونوں بھائیوں کے خوب مراسم تھے علامہ نے اُن کی مدح میں مثنوی لکھی ہے۔ ملاحظہ ہو

" ارسطو فطرتے کاشف نشان ست

یمین الدولہ عبداللہ خان ست

بدیوان چوں نشیند نو بہارست

بمیدان چوں در آید ذوالفقار ست

جب سید حسن علی خاں بہادر نے ہنونت مرہٹہ کی لڑائی میں عہدہ مندانہ انجام دیں اور اس کے برادر زادہ جانا جی کو گرفتار کیا تو ذوالفقار خاں بہادر نصرت جنگ نے ان دونوں بھائیوں کے اضافہ مناصب کی درخواست کی عالمگیر نے خلعت بیش بہا اور خنجر مرصع مرحمت فرما کر فرمان تحسین ارسال کیا لیکن اضافہ منصب کے بابت خاں نصرت جنگ کی درخواست پر حکم دیا۔

"در تجویز اضافہ ازاں خانہ زاد مزاج داں لبسیار بموقع شد، عدم استمالت ارباب بسیف از سرداراں حیف ست کہ نہ شود لیکن قبول اضافہ یک دفعہ مشکل۔ محبت با سادات رفیع الدرجات جزو ایمان ست بلکہ عین عرفان و عداوت بایں

صاحب طبل و علم کر کے بخشی گری فوج کے عہدہ پر سرفراز فرمایا اعظم شاہ کی لڑائی میں
سادات بارہہ نے جان پر کھیل کر مقابلہ کیا اور حسن خدمات کے صلہ میں حسن علی خاں
چہار ہزاری ذات اور چہار ہزار کے منصب پر فائز ہو کر اجمیر شریف اور پھر الہ آباد کے
صوبہ دار مقرر ہوئے اور ان کے چھوٹے بھائی سید حسین علی خاں صوبہ دار صوبہ بہار ہوئے
فرخ سیر کی تخت نشینی ان دونوں بھائیوں کی مدد سے ہوئی خان نصرت جنگ کے
قتل اور ان کے والد دستور معظم کے زوال کا باعث یہی دونوں بھائی تھے فرخ سیر
بادشاہ نے ۱۱۲۵ھ میں تخت نشین ہو کر سید حسن علی خاں کو عبداللہ خاں قطب الملک
بہادر یار وفادار ظفر جنگ کے خطابات مرحمت فرما کر قلمدان وزارت سپرد کیا اور
ہفت ہزاری منصب سے سرفراز کیا۔ سید حسین علی خاں بھی امیر الامرا اور ہفت ہزاری
ہوئے دونوں بھائیوں نے اپنی جاہ و حشمت کے لئے سلطنت مغلیہ کا بھرم کھو دیا
اور اپنی مدد کے لئے مرہٹوں کو شمالی ہندوستان میں لاتے۔ یہ قوم ڈرتی ہوئی
دہلی میں آئی اور پھر جو کچھ مظالم اس نے کئے ان کو معلوم کرنے کے لئے تاریخ ہند
ملاحظہ کیجئے۔ دونوں بھائیوں نے یکے بعد دیگرے کئی بادشاہ تخت طاؤسی پر بٹھائے
اور تاریخ میں بادشاہ گر کہلائے جب پانی سر سے اونچا ہو گیا تو میر حیدر خاں نے
سید حسین علی خاں کو ۷ ذی قعدہ ۱۱۳۲ھ کو قتل کر دیا۔ ان کی قبر دہلی میں ہے
سید عبداللہ خاں نے مقابلہ کیا اور شکست کھائی۔ اجمیر شریف میں قید سے محرم الحرام
۱۱۳۵ھ کو بحالت قید انتقال کیا اور اجمیر شریف ہی میں دفن ہوئے۔

خلق محمدی، شجاعت حیدری اور سخاوت ہاشمی سادات عظام کی آبائی میراث
ہے حکمرانی کے پیچیدہ اور خاردار کھیلوں کے باہر اگر یہ دونوں بھائی وزن کئے جائیں

سنتا مارا گیا۔ خواجہ بابا لطف اللہ نے اس کا سر کاٹ کر خان فیروز جنگ کے سامنے پیش کیا اور اُن کے حکم سے دربار شاہی میں پیش ہُوا۔ خواجہ بابا کو اسکے صلہ میں خوش خبر خاں کا خطاب ملا۔

سنتا کی گرفتاری سے دکھن کی رعایا نے خوشی منائی اس لئے کہ جہاں وہ جاتا تھا لوٹ مار کرنے آگ لگا دینے اور قتل کرنے کے سوائے اس کا کوئی کام نہ تھا اور یہ حرکات روپیہ حاصل کرنے کے لئے کرتا تھا نیز اس لئے کہ شاہی لشکر کو کوہستانی علاقہ میں رسد نہ ملے۔

فرزند عالی جاہ! از وقائع لاہور بتفصیل معروض بارگاہ والا گردید کہ امان اللہ بیگ داروغۂ توپ خانہ آں فرزند ارجمند سنتائی شیطان ہمتائے شقی بے حیا را شکست درست دادہ بجہیر باقی خانہ وقافلہ را بسلامت آورد فی الواقع تلاش و جانفشانی او در قفا کش سزاوار تحسین و آفرین است رعایتی کہ مناسب باشد نمایند و بحضور ہم معروض دارند۔

(۳۹)

سید حسین علی و سید علی بادشاہ گر دسید عبداللہ خاں بارہہ عرف سیدمیاں کے لڑکے عہد عالمگیری میں خانی اور منصب ہشت صدی سے سرفراز تھے۔ دونوں بھائیوں نے مرہٹوں کے مقابلہ میں نمایاں خدمات انجام دیں اور مورد تحسین ہوئے حسین علی خاں بدستور دکھن میں خدمات انجام دیتے رہے اور سید حسن علی خاں شاہزادہ معزالدین کے ہمراہ ملتان بھیجے گئے لیکن شاہزادہ سے مخالفت ہوگئی اور یہ لاہور چلے آئے جب معظم شاہ بادشاہ ہو کر کابل سے واپس آئے تو حسن علی خاں کو منصب سہ ہزاری مرحمت فرما کر

الحمد للہ جنجی[۱] فتح شد و راجہ[۲] مردود گریخت اگر فتنش ہم چندان کار نبود اما اغماض
ست عملاں[۳] از دست رفت و چندے دیگر دو کلان سر و شدنی شان گرم ماند با آنہا
باید گفت بخور بید دنیا را پیش از آں کہ ترا بخورد۔

(۳۸)

راجہ رام کی فوج کے دو بڑے مرہٹہ سردار سنتا اور دھنا تھے۔ جو ملک
لوٹتے پھرتے تھے۔ دھنا خانہ جنگی میں مارا گیا لیکن سنتا نے پراگندہ قوت جمع
کرکے ۱۱۱۰ھ میں بہت سر اٹھایا اور مسلمان آبادی پر بلا ضرورت ناقابل برداشت
مظالم کیے۔ بالآخر ۱۱۱۵ھ میں خان فیروز جنگ اس کی مہم پر مامور ہوئے اسی سال

---

[۱] ملک کرناٹک میں پہاڑوں کی چوٹی پر واقعہ تھا۔ اس کا فتح کرنا بچوں کا کھیل نہ تھا۔ شاہزادہ کام بخش
گرفتاری کے بعد خان نصرت جنگ نے ساز و سامان کے ساتھ حملہ کرکے شعبان ۱۱۰۹ھ میں فتح کیا۔ کرناٹک کے
ساحلی مقامات کا یہ قلعہ کنجی تھا۔ اسکے فتح ہونے پر سو قلعہ اور بندرگاہ ہاتھ آئے۔ لیکن راجہ رام جوگیوں کے بھیس میں
بھاگ گیا۔ ثبوت ملاحظہ فرمایئے کہ لڑائی کے زمانہ اور محاصرہ کی حالت میں مذہبی فقیر والے سے تعرض نہیں کیا جاتا
تھا۔ جنجی کی فتح نے مرہٹہ قوت کو بالکل ہی پراگندہ کر دیا ۱۲

[۲] راجہ رام سے مراد ہے ۱۲

[۳] خان نصرت جنگ اور سید عبداللہ بارہہ سے مراد ہے۔ آخر الذکر آفیسر سے سنتا ان گڈھ میں
مقابلہ ہوا تھا۔ راجہ رام خود نکل گیا لیکن اس کے نامی سردار گرفتار ہو گئے ۱۲۔

اما از مفید ارمردود از خبرداری بندہاے بادشاہی نتوانست از قلعہ برآمد ایشاں را برد۔ تاخیر فتح بہمیں سبب ست حسب الحکم در بابِ محافظت بادشاہزادہ و مفتوح ساختن قلعہ بآنہا باید نوشت و مکرر بتقاسم آوردہ حوالہ یار علی بیگ نمود کہ بڈاک فرستادہ شود کہ شل شاہزادہ[1] مرحوم و مغفور بہ مخالفت بپیوندد و کار بادشاہی برہم شود۔

حرق خدمت مندما لہ لعبِ طفلان است

بہ کشورے کہ درو کودکاں خداوندند

## (۳۶)

بہدایت اللہ زریں رقم بگوئید کہ ایں رباعی در بیاضے کہ بہ بادشاہزادہ کام بخش مرحمت می شود بخطِ خود بنویسد۔

آتش بدو دستِ خویش در خرمن خویش

من خود زدہ ام چہ نالم از دشمنِ خویش

کس دشمنِ من نیست منم دشمنِ خویش

اے وائے من و دستِ من و دامنِ خویش

---

[1] شاہزادہ محمد سلطان سے مراد ہے جو شجاع کے مقابلہ کے لئے تعینات ہوئے اور ان سے ساز کر کے شاہی لشکر سے چلے گئے لیکن پھر خوہش نگار معافی ہو کر حاضر ہوئے۔ زندانِ تا دیبِ گوالیار میں رکھے گئے اور تیس سال کی عمر میں ۷ شوال ۱۰۸۷ھ کو انتقال کیا اور قطب شاہ کے مزار کے قریب دفن ہوئے ۱۲۔

اسد خاں و پسرش بحضور نوشتہ اند کہ پادشاہزادہ بحمایت راناے حربی گمر اند و می خواہند کہ بہ قلعہ در آیند چنانچہ یک روز بہمیں ارادہ سوار شدند تا پائے قلعہ رفتند

---

سلہ راجہ رام سے مراد جو سیواجی کا لڑکا ہے سنبھاجی نے راجہ ہو کر اسکو قید کر دیا۔ لیکن سنبھاجی کے قتل کے بعد اُس نے راجہ ساہو کو راجہ بنا کر گدی پر بیٹھلایا لیکن راجہ ساہو کی [illegible] کے بعد قلعہ راہیڑی سے جوگیوں کے بھیس میں جان لیکر بھاگا۔ بیوی بچے سب قید ہو گئے۔ لیکن قلعہ جنجی میں پناہ لے کر اپنی منتشر قوت فراہم کر کے پھر مقابلہ کے لئے آمادہ ہوا شہزادہ کام بخش تعینات ہوئے تو ان کو سلطنت کا سبز باغ دکھلا کر راجہ رام نے توڑنا چاہا۔ راؤ دلیپ سنگھ منصبدار دراجہ اُدیچا) کو خبر ہو گئی اور بادشاہ کے حکم سے شاہزادہ گرفتار کر کے دربار میں بھیجدیا گیا اور خاں نصرت جنگ نے سختی کے ساتھ محاصرہ شروع کر دیا۔ بالآخر شعبان سنہ ۱۱ھ میں قلعہ فتح ہو گیا۔ اور نصرت گڈھ نام رکھا گیا۔ اس کے فتح ہونے سے چھوٹے بڑے سو قلعے ملک کرناٹک کے اور بہت سے بندرگاہ قبضے میں آئے لیکن راجہ رام یہاں بھی ہاتھ نہ آیا نصرت جنگ اور سید عبداللہ بارہہ اس کو ہٹانی چوہے کی تاک میں لگے پھرتے تھے۔ آخرش دریائے تنگ بھدرا کے کنارہ سجان گڈھ کے متصل مقابلہ ہوا اور گھمسان لڑائی کے بعد مغلوں کو فتح نصیب ہوئی مرہٹے افسر گرفتار ہوئے مگر راجہ رام جوتہ چھوڑ کر بھاگ گھڑا ہوا۔ آخرش آوارگی اور صحرا نوردی سے تنگ ہو کر بعارضہ چیچک سنہ ۱۱ھ میں قضا کر گیا یہ واقعہ ہے کہ راجہ رام نے متعدد بار شاہی فوج کو شکست دی اور اُسکے دو نامی سردار سنتا اور دھنتا دس دس ہزار کی جمعیت کے ساتھ ملک لوٹتے پھرتے تھے اور اُن کا اس قدر رعب چھا گیا تھا کہ شاہی افسران لڑائی سے جی چرانے لگے تھے لیکن جب بوڑھا بادشاہ تلوار لے کر کھڑا ہو گیا تو رنگت بدل گئی اور قلعہ پر قلعہ اور ملک پر ملک فتح ہونے لگا راج گڈھ کا قلعہ سیواجی کا پایہ تخت تھا جس کا دور ۱۲ میل کا تھا اور راستہ اس قدر خراب اور پہاڑی کہ کئی کئی دن میں ایک ایک کوس طے ہوتا۔ عالمگیر نے اسکو فتح کرنے مرہٹہ قوت کا قلع قمع کر دیا

خالت نادیدنی ومحنت ناکشیدنی براسا میاں شکریاں گزشت الحمدللہ کہ صعوبت این یساق سراپا شتاق بہ سرآمد و بخیر و مراد معاودت شد اگرچہ چنیں الرادت از نکائز سیئات کائنات می گو یند اما عملی الی الفاع واضرا خلاق اللہ تاثیر کلی دارد و آں اشارت برشامت ایں بیچارہ ناکارہ می رود قلعہ ستارہ باسم اعظم تارہ موسم شد اشادیا نہ فتح بنوازند و حرف ایام طفولیت یاد دارند کہ باباجی دُھوں دُھوں۔ قلعہ پرنالہ باسم لزل تارہ موسوم می شود تفصیل یورش بار از کمیزان خود بہ پرسند۔

---

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ)

جدت آفرینی کی ہے اور کمال طباعی دکھائی ہے ؎

| | |
|---|---|
| چو شہ ابہام زیر خنصر آورد | برد اسم اعظم در شمارہ |
| قلاع کنترشد مفتوح فی الحال | ز تیغ او عدو شد پارہ پارہ |
| ز انگشتان شہ بر مد ابہام | برابر چار الف کردم نظارہ |
| ببینہ بود شکل سال ہجری | پئے تاریخ تسخیر ستارہ |

چنیں تاریخ گفتن اختراعے ست
شد از عبدالجلیل ایں آشکارہ

لہ یہ بھی اُن ہی قلعوں میں ہے جن کی تسخیر کے لئے عالمگیر نے ضعیفی میں بیڑا اٹھایا تھا تاریخ فتح ۱۳ ارمحرم ۱۱۱۱ھ ہے۔ اس کی فتح کے لئے شاہزادہ محمد اعظم بہت بے چین تھے اور عالمگیر نے اُن کو وہ مشہور خط لکھا تھا جس کا مضمون یہ تھا۔

"مردی در بیباکی نیست بلکہ در خود شکنی ست"

بہ قلعۂ کھیلنا[1] رفتہ بزودی تر فہیم باید نمود۔ غالب کہ بر دوست یا بد آں بے راہ رو مسلم آزار را پابندِ مکافات کند! استغفر اللہ او چہ می کند؟ ہر چہ می کند حق می کند و بجزاے کردار می رساند۔

(۴۳)

فرزند عالی جاہ!

تفصیل مصائب بیساق۔ گھاٹہ[2] از نوشتۂ وکیل و اظہار ہجرایس شنیدہ باشند!

---

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) ۱۵ محرم ۱۱۱۲ھ کو فتح کیا اور صلہ میں ذوالفقار خاں ہوئے۔ اور انعام سے مالامال کیے گئے۔ اسیرانِ جنگ میں مہاراجہ سیواجی کی بیویاں اور بوڑھی ماں بھی تھیں اور لڑکے لڑکیاں بھی۔ ان کے ساتھ جو کچھ برتاؤ کیا گیا وہ درج ہو چکا ہے۔ فتح کے قبل راجہ رام پسر سیواجی جوگیوں کے لباس میں چھپ کر نکل گیا۔

[1] بالا گھاٹ کی دشوار گزار پہاڑیوں میں یہ قلعہ واقع تھا اور اس کا فتح کرنا کارے دارد تھا لیکن عالمگیر نے حملہ کر کے ۱۹ محرم ۱۱۱۳ھ کو فتح کیا اور قلعہ کا نام سکھ لنا رکھا۔ فتح شد کھیلنا تاریخ ہوئی۔ راڈ ستر سال قلعہ دار مقرر ہوا دیکھئے ہندو افسروں پر کیا بھروسا کرتا تھا ۱۲

[2] مرہٹوں نے بمقام ستارہ سرنگ اڑائی اور فوج میں بربادی پڑی۔ مگر بیاسی برس کا بوڑھا اورنگ زیب جھٹ گھوڑے پر چڑھ کر مقام حادثہ پر پہنچا اور آدمیوں کی لاشوں کا ڈھیر لگوا کر چاہتا تھا کہ حملہ کی خود سرداری کرے لیکن بڑی دقت سے باز رکھا گیا۔ محاصرہ میں سختی کی گئی اور بالآخر قلعہ ۱۳ ذی قعدہ ۱۱۱۱ھ مطابق ۲۲ اپریل ۱۷۰۰ء کو فتح ہوا۔ عالمگیر نے قلعہ ستارہ فتح کیا تو اسی شب میں میر عبد الجلیل بلگرامی نے عربی۔ فارسی اور ہندی میں گیارہ تاریخیں لکھیں اور رسالہ ترتیب دے کر بادشاہ کے حضور میں پیش کیا اور خسروانہ تحسین کے مورد ہوئے رسالہ کا نام گلزار فتح شاہ ہند۔ طوطی نامہ فیروزی شاہ عالمگیر" رکھا اور ان دونوں سے تاریخ ۱۱۱۱ھ برآمد ہوتی ہے۔ فارسی اور عربی کی تاریخیں تقریباً ایک ہیں۔ انکا اختراع صنعتِ تسمیہ کے عجائبات میں شمار ہوتا ہے۔ ذیل کی فارسی تاریخ جو انگلیوں کی شکل سے نکالی ہے ایک

(بقیہ نوٹ برصفحہ آئندہ)

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) تو راہ میں جدھر گزرتا تھا شریف عورتیں گھروں سے نکل آتی تھیں اور خوشیاں کرتی تھیں (ملاحظہ ہو خافی خاں و منابین عالمگیر ۴۲)

دربار میں پیش ہوکر سنبھاجی نے رو در رو عالمگیر کو سخت گالیاں دیں۔ اس جرم میں اور بغاوت اور قتل کے الزامات میں عالمگیر نے اس کی زبان کٹنے کا حکم دیا پھر آنکھیں نکلوا کر قتل کرا دیا۔ اس کو یاد رکھنا چاہیئے کہ عالمگیر کے پچاس برس کی حکومت کا صرف یہ ایک مستثنیٰ واقعہ ہے۔ ورنہ اس نے کبھی کسی کو اس قسم کی سزا نہیں دی یہ بھی یاد رکھئے گا کہ اُس زمانہ میں یہ سزا وحشیانہ نہیں خیال کی جاتی تھی۔ عنایت اللہ خاں نے تاریخ گرفتاری لکھی، ؎ باذن وفرزند سنبھا شد اسیر

جب اسکا بیٹا ساہوجی اور اُس کی ماں بھی گرفتار ہوئی اُنکے ساتھ عالمگیر کے فیاضانہ سلوک کی نظیر تاریخ میں کم مل سکتی ہے ساہو ہفت سالہ کو ہفت ہزاری کا منصب راجہ کا خطاب دیا اور اُس کی سرکار قائم کر کے دیوان اور بخشی مقرر کئے۔ اس کا خیمہ ہمیشہ شاہی خیمہ کے ساتھ ایستادہ کیا جاتا تھا۔ اسکے چھوٹے بھائی یعنی مدن سنگھ اور ادہو سنگھ کی بھی اسی طرح قدر افزائی کی۔ خافی خاں لکھتا ہے کہ بے شبہ فیاضی کا کام کیا لیکن دوراندیشی سے دور (خافی خاں صفحہ ۳۰۹)

ہندوؤں کے مذہب میں قید کی حالت میں کھانا نہیں کھاتے۔ اسلئے ساہو صرف مٹھائی اور میوہ جات پر بسر کرتا تھا عالمگیر نے حمیدالدین خاں کے ذریعہ سے کہلا بھیجا کہ جا کر ساہو سے کہو کہ تم قید میں نہیں بلکہ اپنے گھر میں ہو۔ اس لئے بے تکلف کھانا چاہیئے (ماثر عالمگیری صفحہ ۳۴۴ مطبوعہ کلکتہ)

عالمگیر کا برتاؤ ساہو کے ساتھ مربیانہ اور فیاضانہ رہا۔ چنانچہ عالمگیر کے مرنے کے بعد گو ساہو نے خود مختاری کا علم بلند کیا لیکن عالمگیر کے احسان کا اتنا پاس کیا کہ سب سے پہلے قبر پر حاضر ہوا اور جب تا جولی کی نا کھلوایا (ماثر الامراء ۲۵)

عالمگیر نے راجہ ساہو کی شادی ۱۱۱۵ھ میں صبیہ بہادر جی مرہٹہ کے ساتھ کر دی اور کمر بند مرصع سرپیچ مینا اور قیمتی لس ہزار مرحمت کیا۔ مرتے دم تک عالمگیر نے راجہ ساہو کے ساتھ پدرانہ برتاؤ رکھا۔

بادشاہ کے مزار کی زیارت کے بعد راجہ ساہو جی ستارا گئے۔ اور اُن کی گدی نشینی عمل میں آئی پچاس سال تک حکومت کی اور مرنے کے بعد اُس کا متبنیٰ لڑکا رام راجہ راجہ ہوا۔ مگر اختیار پیشوا کے ہاتھ میں آ کر ریاست متبنیٰ لڑکے کے ہاتھ میں رہی اور دیگر ممالک کا پیشوا حاکم رہا۔ اس طرح سیواجی کا برائے نام خاندان کولہاپور میں محدود ہو گیا ۱۲۔ سلہ لہیری مرہٹوں کا مستحکم قلعہ تھا اس کو ابراہیم اعتبار خاں ذوالفقار خاں نصرت جنگ نے

(بقیہ نوٹ بر صفحہ آیندہ)

## زینت آرا و باید نوشت کہ زود رفتن خاں مذکور بر سرش دریں وقت کہ ای مست بد

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) ، کوس کے فاصلہ پر دریا کے کنارے کے واقع تھا اور اس زمانہ کے لحاظ سے
دکھن کا دوسرا ناقابل فتح قلعہ سمجھا جاتا تھا۔ قلعہ سیواجی نے بیجاپور کی ریاست سے حاصل کیا اور
انہوں نے فتح کر کے قبضہ کر لیا لیکن ... سے پھر فتح کیا جب یہ خبر عالمگیر کو پہنچی تو فرمایا کہ پرنالہ نہ رفت
بلکہ بیجاپور رفت۔ اس قلعہ کی مہم پر نامی جرنیل تعینات ہے۔ لیکن خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی آخر بوڑھے
بادشاہ نے مہم اپنے ذمہ لی اور قلعہ پر دھاوا کیا۔ وہ دن بھی قیامت کا دن تھا۔ ایک طرف تو طوفانی
بارش اور بادل اور بجلی کی کڑک دھمک اور دوسری طرف مغلیہ فوج کے حملوں کے نعرے۔ ایک طوفان
برپا تھا۔ قلعہ فتح ہو گیا۔ شاہان بیجاپور کی بنوائی ہوئی مسجد قابل افسوس حالت میں پائی گئی۔ مرہٹوں
نے مسجد کی بے حرمتی ہر طور پر کر کے بہت کچھ توڑ پھوڑ ڈالا تھا۔ از سر نو مرمت کرائی گئی اور قلعہ کا نام
شاہ درگ رکھا گیا۔ بعزۂ محرم ۱۱۱۳ھ کو قلعہ فتح ہوا تھا۔

سلہ و سلہ سنبھاجی سے مراد ہے جو سیواجی بھونسلہ کا بیٹا تھا۔ باپ کے مرتے وقت قلعہ پرنالے میں تھا
سیواجی کے بعد ستارا کا راجہ ہوا اور اپنے سوتیلے بھائی راجہ رام کو قید کر لیا اور دیگر مخالفین کے ساتھ
بری طرح پیش آیا۔ وزیر پنڈت کلب ہنس (کب لاش ؟) کو تمام اختیارات سپرد کئے اس وزیر سے ہندو
رعایا بھی تنگ ہو گئی۔ سنبھاجی نے ہندو رعایا پر طرح طرح کے مظالم کئے بیچارے مسلمان کس شمار میں تھے
ان کی مسجدیں مسمار کرا دیں۔ نو سال تک اپنا وقت عیش و عشرت میں بسر کیا جب مقرب خاں (فتح جنگ
بہادر۔ خان زماں) تین سو آدمی لیکر سر پر پہنچ گیا اور ہرکاروں نے خبر دی تو انکی زبانیں کٹوا لیں
کہ مسلمان یہاں کہاں ؟ دوبارہ راجہ اپنے وزیر کے یہاں تفریح کے لئے گئے تھے اور کم بخت ہرکاروں نے
منحوس خبر پہنچائی اور اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔ جب مقرب خاں نے حملہ کر دیا تو مہاراجہ تین ہزار پیدل
اور سوار ... کو لے کر مقابلہ پر آئے لیکن شکست کھائی اور مع اہل و عیال کے زندہ گرفتار ہو گئے اور
پردھان پنڈت کلب ہنس بھی گرفتار ہو گئے۔ چونکہ سنبھاجی سخت سفاک اور ظالم تھا اور نہ صرف مسلمان
بلکہ ہندو بھی اس کی سفاکیوں اور بے رحمانہ غارت گریوں سے نالاں تھے اس لئے جب اس کی گرفتاری
کی خبر مشہور ہوئی تو ملک میں خوشی کے غلغلے بلند ہوئے۔ جب وہ پابہ زنجیر عالمگیر کے دربار میں روانہ کیا گیا

(بقیہ نوٹ بر صفحہ آیندہ)

معظم شاہ کے ہاتھ آئی اور بے درد مورخوں نے اخلاص کا الزام بلند پایہ سلطان کے
نامۂ اعمال میں لکھا۔ اس سے بڑھکر کیا بے انصافی ہو سکتی ہے! بات یہ ہے کہ
اسکول کا ایک ایک بچہ عالمگیر پر نکتہ چینی کیلئے تیار ہے لیکن حقیقت ان کا تصور نہیں ؎

قسم از غشوہ نمائے ست کہ من می دانم
سراین فتنہ زجائے ست کہ من می دانم (دشمنی خود؟)

ان سطور کے بعد جو رقعے دکن کے قلعہ جات کی تسخیر کے بابت لکھے گئے ہیں ان کے
سمجھنے میں آسانی ہو جائیگی۔ اور ناظرین معلوم کر سکیں گے کہ جو استعارات رقعوں
میں ہیں ان کا مطلب کیا ہے۔

(۳۲)

فدوی نگاہ[1]!

مقرب خاں[2] کہ بہ تسخیر پرنالہ[3] مامور شدہ حسب الحکم در باب دستگیر کردن

---

[1] نواب مدار المہام۔ [2] شیخ نظام نام تھا اور حیدرآبادی میر تھے۔ پندت آکرنا اور ماں کے ساتھ ہوئے
دربار عالمگیری میں حاضر ہوئے۔ مقرب خاں خطاب ہوا۔ ۳۲ جلوس مطابق ۱۱۰۰ھ میں سنبھاجی کے استیصال
کے لئے مقرر ہوئے۔ مقرب خاں نے کولاپور پہنچکر قیام کیا یہاں اس کو خبر لگی کہ سنبھاجی دو تین ہزار سوار کے ساتھ
سنگمیشر میں مقیم ہے۔ یہ مقام کولاپور سے ۹۰ کوس تھا اور راستہ اس قدر دشوار گزار کہ خان کو اکثر پیدل
چلنا پڑا۔ تاہم تیزی سے یلغار کرکے پہنچا اور سنبھاجی کو جا پکڑ لیا۔ مقرب خاں کی ہمت کہ صرف تین سو سوار
ہمراہ تھے۔ مگر حملہ کرکے کامیاب ہوگیا اور سنبھاجی مع بیوی بچوں کے گرفتار ہوگیا۔ اس نمایاں کام کے صلے میں
ہفت ہزاری منصب مرحمت ہو کر علم و نقارہ و خلعت عطا ہوا اور خطاب خان زماں فتح جنگ سے سرفراز کئے گئے۔
ان کے لڑکوں کے منصب میں ترقی ہوئی بڑے لڑکے اخلاص خاں سے خان عالم ہوئے اور پنجہزاری منصب عطا ہوا۔
دوسرے لڑکے شیخ میرن کو منصور خاں کا خطاب اور شیخ عبداللہ کو اختصاص خاں کا مرحمت ہوا۔ خان زماں
فتح جنگ بہادر نے ۱۱۰۱ھ میں وفات فرمائی۔ [3] یہ قلعہ دشوار گزار گھاٹیوں میں ستارہ سے
(بقیہ نوٹ برصفحہ آئندہ)

مرہٹوں کے تمام قلعے اور محفوظ مقامات فتح ہو گئے اور عالمگیر نے دیواپور میں جو دریائے کرشنا کے قریب ہے قیام کر کے حسین قلیچ خاں کو اس کام پر متعین کیا کہ تمام ملک میں امن وامان کی منادی کرا دی جائے اور رعایا کو ترغیب دی جائے کہ اپنے اپنے گھروں پر آکر آباد ہو جائیں (مآثر عالمگیر صفحہ ۵۰۰)

مرہٹے اب بالکل بے خانماں ہو گئے تھے اور خانہ بدوش ہو کر ادھر اُدھر قزاقوں اور ڈاکوؤں کی طرح چھاپے مارتے پھرتے تھے۔ جب کوئی نیا ملک فتح ہوتا ہے تو یہی حالت باقی رہتی ہے۔ یہاں بھی یہی ہو تا رہا۔ خود ہندوستان میں ابتدائے عملداری میں مدتوں تک پنڈارے کئی کئی سو میل تک دھاوا کرتے پھرتے تھے اور دوسرے لوگ بھی یہی کرتے رہے (صفحہ ۴۶،۴۵۔ مضامین شبلی)

انگریزی مورخ ان ہی مرہٹوں کو اس صورت میں دکھاتے ہیں کہ تیموری سلطنت ایک مردہ لاش تھی جس کو مرہٹے چاروں طرف سے نوچنے لگے تھے۔ وہ اس کا خیال نہیں کرتے کہ کسی طاقتور قوم کا استیصال دفعتاً نہیں ہوتا۔ عالمگیر کے جیتے جی سیواجی مر گیا سنبھا مارا گیا راجہ رام آوارگی اور صحرا نوردی کے نذر ہو گیا سنتا کا سر کٹ کر در پہنچا۔ غرض علم بردار ان بغاوت ایک ایک کر کے مٹا دیئے گئے۔ تمام قلعہ جات پر قبضہ کر لیا گیا اور دکھن سے لے کر مدراس تک سناٹا ہو گیا ؎

ہیچ خانہ نیست کز خون نیکانے سرخ نیست
آفتے بود آں نگار زلف گزیں صحرا گزشت

عالمگیر اس کے بعد ہی دنیا سے اُٹھ گیا۔ اب یہ اس کے جانشینوں کا کام تھا کہ ان اُڑتے ہوئے ذروں کو بھی فنا کر دیتے۔ لیکن خوبی قسمت سے تیمور کی نسل

اس لئے عالمگیر نے مرہٹوں کی طرف سے توجہ ہٹا کر ان ریاستوں کی طرف رخ کیا
اور ان کو فتح کرنے کے بعد سختی کے ساتھ مرہٹوں کے استیصال پر متوجہ ہو گیا۔
(صفحہ ۴۸ مضامین عالمگیر)

اس کے لئے سب سے زیادہ مقدم تھا کہ مرہٹوں کے قلعے جو ان کے جائے پناہ تھے
فتح کر لئے جائیں یہ قلعے نہایت محفوظ بلند اور مستحکم تھے اور چاروں طرف سے خندقوں
اور غاروں سے گھرے ہوئے تھے۔ ان کا فتح کرنا آسان نہ تھا۔ راج گڈھ سے قلعہ کا
دور بارہ میل تھا۔ اور راستہ اس قدر دشوار گذار کہ کئی کئی دن کے متواتر سفر
میں ایک ایک کوس طے ہوتا تھا لین پول صاحب ناممکن العبور دریاؤں سیلابی ندیوں
اور تنگ راستوں کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ چارہ گھاس نہ ملنے سے جانوروں اور
بار برداری کی یہ حالت ہو جاتی تھی کہ فوج بے دست و پا ہو جاتی تھی۔ برسات کے
سوا گرمیوں میں منزلوں کی سختی خیموں کی اذیت اور پانی نہ ملنے کی مصیبت
بیان سے باہر ہے"

عالمگیر کی عمر اس وقت ۸۰ برس کی تھی۔ تاہم اس جوان ہمت بادشاہ نے
بذات خود اس مہم کی کمان لی اور بالآخر تمام قلعے ایک ایک کر کے فتح کر لئے
الفنسٹن صاحب نہایت مجبوری اور ناگواری سے اس طرح شہادت دیتے ہیں۔
...... اگلے پانچ برس میں سات بڑے بڑے قلعوں کو اپنے تصرف میں لایا
...... ان استحکامات کا یہ ہوا کہ وہ قلعے مذکورہ بالا فتح ہو گئے (تاریخ الفنسٹن
مطبوعہ علی گڑھ صفحہ ۵۱۱)

غرض ۱۱۱۶ھ مطابق ۴۹ جلوس یعنی عالمگیر کی وفات سے دو برس قبل

خوشنود داشته بود۔ از احوال پسرانش اطلاع ندارم۔ عبدالمجید خاں پسر کلاں او چندے
قاضی رکاب ایشاں بود۔ جوہر فضیلت و بے غرضی و صلاح اگر دارد نویسند۔ امرے
خطیر تر از قضا نیست کہ بندگان اعلیٰ شانہ بقبول و تصدیق قاضی اسیر تسویل می شوند
از اتفاقات بشیخ الاسلام در تحقیق و تشخیص صادق و بطلان بتوفیق حسنات چناں کہ باید
موفق بود۔ آدم خوب۔ السادت کالمعدوم

(۴۲)

سیواجی جب اکبر آباد سے نکل کر دکھن پہنچا تو ریاست گولکنڈہ کی اعانت سے
شاہی علاقوں پر غارت گری شروع کر دی۔ سنہ ۔۔ جلوس مطابق ۔۔ھ میں سیواجی نے
وفات پائی۔ اس کا لڑکا سنبھاجی جانشین ہوا۔ اس نے برہان پور پر دفعتاً حملہ کیے
نہایت سفاکی اور بے دردی سے تمام شہر کو لوٹا اور شہر میں آگ لگا دی۔ علما اور مشائخ
برہان پور نے ایک محضر تیار کر کے عالمگیر کے پاس بھیجا کہ یہ ملک دار الحرب ہو گیا اور
اب یہاں جمعہ اور جماعت جائز نہیں۔ عالمگیر نے اب تک مرہٹوں کی شرارتوں پر
چنداں توجہ نہیں کی تھی لیکن اس واقعہ نے اس کو متاثر کیا اور محضر کے جواب میں
لکھا کہ میں خود آتا ہوں اور سنہ ۔۔ میں دکھن روانہ ہوا۔

اورنگ آباد میں داخل ہو کر معظم شاہ کو مرہٹوں کے استیصال کے لئے روانہ
کیا۔ معظم شاہ دکن کے تمام علاقوں کو پامال کرتا ہوا انتہائی حد تک پہنچ گیا لیکن
آب و ہوا کی خرابی اور رسد کی نایابی کی وجہ سے اس کو واپس بلا لیا۔ اس کے بعد
فوجیں متعین ہوتی رہیں۔ چوں کہ سنبھا کو بیجاپور اور حیدرآباد سے مدد ملتی رہتی تھی

مالائے مروارید قیمتی پنجاه ہزار برائے آں فرزند مرحمت نمودیم و چوں ایں بندۂ ہماں
مثل راست آورده گویا کنجشک مردانہ باز بے بازوه۔ اورا بہ منصب پانصدی ذات
دو صد سوار خطاب رائے و علاقۂ خلعت و شمشیر و اسپ و پالکی بلندی بخشیدم۔ آں
فرزند ہم رعایتے در خور کہ موجب امتیاز او در اقران و امثال تواند بود البتہ مع نشان
تحسین و آفرین و استقلال نیابت صوبہ بفرستند تا کہ نوکران دیگر را ہوس حسن خدمت و
امید نتیجہ افزاید۔

(۴۰)

فرزند سعادت توام محمد اعظم۔ ظاہراً بسبب ناظر دیوان خانۂ آں فرزند عالی جاه
در خانقاه قمار می بازد چنیں حسب دعویٰ جہاں بانی ایں ہمہ غفلت و نیاقتی
ہرکارہ چہ شد کہ خبر نمی رساند؟

ذرا غفلت دیکھی اور فوراً باز پرس کرنے لگا۔ محکمۂ پرچہ نویسی کا اعلیٰ انتظام دیکھو
صوبیدار صاحب غافل لیکن جہاں پناہ کو خبر مل گئی کہ جوا ہوتا ہے اور فوراً جواب طلب
کیا گیا۔ گویا پرچہ نویسی کے ذریعے سے تمام اہل کاروں کی اصلاح مقصود تھی۔ ایسے
کاغذات کو بکس میں بند کرنے کا دستور نہ تھا، بلکہ خاطر خواہ تنبیہ کیا جاتا تھا، دار و گیر
ہوتی تھی۔

(۴۱)

فرزند عالی جاه۔ قاضی عبداللہ[1] برحمت حق پیوست۔ مدار و تعلق را دریں خدمت

---

[1] قاضی محمد شریف کے لڑکے تھے۔ بجائے قاضی ابوسعید کے [illegible] میں قاضی لشکر بنے۔ زہد، اتقا اور بے غرضی کی وجہ سے عالمگیر ان کی بڑی قدر و منزلت کرتا تھا۔ جو درجہ قاضی عبدالوہاب کا تھا، اور جو تعظیم و تکریم اُن کی تھی وہی بات قاضی عبداللہ کو بھی حاصل تھی۔ قاضی نے [illegible] تاریخ [illegible] بمقام [illegible] انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔

سیر نتش نمیدانم ے نصیحت

کہ خجلت نفس نہ گردد لبہا لبہا معلوم:

کلیہ این است ہر کرا خدمتے باید فرمود مخفی متفحص احوالیش باید بود کہ ابنائے دنیا

درابتدا بہ تقدیم حسن خدمت فریفتہ می نمایند و باز اغراض نفسانی را کار می فرمایند اینجا

بعد افتنی رخاں و محمد علی خاں خانساماں۔ افاضل خان و فضائل خان خوب کردند کہ آثار

خیراز ناصیہ آنہا دیدہ می شد۔ امراض بدنی را اطبا علاج توانند کرد امام رضیا اغراض را

مقاوب القلوب دور کند۔

(۲۹)

سنہ ۱۰۹۶ھ میں صوبہ اُجین میں پہاڑ سنگھ باغی ہوگیا۔ شاہزادہ محمد اعظم کے

دیوان تلوک چند نے حملہ کرکے بغاوت فرو کی۔ دیکھیں خوشی کے ساتھ دیوان کے کام

کی داد دے کر اس کو سرفراز کرتا ہے۔ پھر بھی الزام ہے کہ عالمگیر ہندوؤں سے مشکوک

رہتا تھا اور ان کی قدر نہیں کرتا تھا۔

فرزند سعادت توام۔ از وقائع صوبہ مالوہ بعرض رسید کہ پہاڑ سنگھ گود۔ باطن کمال

نخوت و پندار مایۂ شور و فساد شدہ مصدر ہنگامہ آرائی بود از دست تلوک چند پیش دست

دیوان آں فرزند ارجمند اقبال پیوند کشتہ شد ے

اے خدا قربان احسانت شوم

ایں چہ احسان ست قربانت شوم

فی الحقیقت ظہور ایں امر نتیجہ تربیت آں فرزند ست کہ نوکراں را دل دادہ

سرگرم کارہائے عمدۂ بادشاہی می کنند باین توجیہ کہ تہنیت عالی بر زبان نیاید

دریاب بیزبانان رمنت پروانه ایم
سوختن به از عرض مطلب پیش من آسان‌ترست

ــہ شد از عزو بر غلامی زبان حرص خموشی
مرا براه خلاف این صوابها انداخت

ــہ از موج فیض بحر کرم را قرار نیست
اہل سوال ہیں وہ ابرام می‌کنند ؛

بعد ملاحظہ حکم ہوا۔

بیزبانی می‌کشاید بندهای سخت را
در قفس طوطی ز منقار سخنگوی خود است

لیکن ــہ

ہیچ مرشد در پئے اصلاح خوئے خویش نیست
ہر کرا دیدیم در آرایش خوئے خود است

بموجب حدیث "السلطان ظل اللہ" بر گاہ سلطان عصر با نوکران خود وانتی
مطلب او کند و از جواب بایں خوبی دہد از اخلاق بعید است کہ التماسات بحال او نہ شود"

(۲۸)

اس کے بعد شاہزادہ اعظم نے شفاعت کی مرزا دیوان دستپر بخشی ہوگئے
فرزند عالی جاہ! مولوی موسوی خان را بہ تجویز آن فرزند بخشی اول کردیم (در
سرکار شاہزادہ) آدمی اگر از عہدہ یک کار ہم خوب برآید غنیمت ست صورتش نیست

## ۳۵

ناظر ڈیوڑھی شاہزادہ محمد اعظم نے احمد آباد سے رپورٹ بھیجی کہ انورالنسا محلدارنی کے ساتھ شاہزادہ بدسلوکی سے پیش آیا اور جب اس نے سواری کی ممانعت کی تو محل سے نکال دی گئی۔ حکم ہوا:۔

"منصبداران متعینہ و خواجہ قلی خاں بافواج خود و راجہ نرور متفق شدہ مانع سواری و دیوان شوند تا حکم حضور برسد"

شاہزادہ نے محلدار اور ناظر سے معافی مانگ لی اور درخواست عفو جرم اپنی بہن کے ذریعے سے پیش کی حکم ہوا:۔

"تغیر محال را موقوف کردیم۔ لیکن اگر تغیر بمال ہم نشود باز ہم جرأت باین طور امور باقی می ماند۔ تقریر این جرمیہ پنجاہ ہزار روپیہ از نقدی آں فرزند عاقبت بین پوراج نشین بے تمکین داخل خزانہ عامرہ نمایند۔"

## (۳۶)

فرزند عالی جاہ! در احمد آباد میر عرب درویش را دیدہ اند۔ البتہ باز بروند و سلام این شرمندۂ عقبیٰ و طالب دنیا را ابلاغ نمایند و خیر عواقب امور و سلامت ایمان از دل و جان مسالت کنند۔ و بگویند کہ نزدیکی با جل و دوری از حسن عمل عمر این فانی بے حاصل گزشت و قدرے کہ ماندہ نیز لاحاصل می رود کہ قدم حیات پیش رود و فکر نجات نیست۔ شعر

بند کر دیا۔ شاہ نسیم اللہ نے عرض کیا کہ قدم غفلت کی وجہ سے بہک گیا تھا اور شاہی آیت لکھی من عفے واصلح فاجرہ علے اللہ

در پائین آیت شریف دستخط شد ؎

"از ساحل نجات بہ بحر فنا فتاد
از حدِ خود کسے کہ قدم پیشتر گزاشت"

## (۲۴)

شاہزادہ محمد اعظم قلعہ پرنالہ کی فتح کے لئے بے چین تھے اور چاہتے تھے کہ فتح ان کے نام ہو۔ مزاج میں بیباکی اور بہادری زیادہ تھی۔ اس لئے اکثر مورچال کے ملاحظہ کے لئے تنہا چل دیتے تھے۔ ناظر لشکر اور محلدار نے پرچہ گزرانا اور شکایت کی کہ باوجود ممانعت شاہزادہ معظم بے باکانہ کام کر بیٹھتے ہیں۔ بعد ملاحظہ عرضداشت حکم ہوا۔

"عجب از آں فرزند کہ صحبتِ ما ہیچ اثر نہ کردہ؟ از احتیاط و دوربینی ہزار مرحلہ دور افتادہ الحذر سوء الظن بخاطر نیاوردہ واز آیت ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ بہرہ نیافتہ ؎

مرغے کہ زیرک ست دریں بوستاں سرا    گل را خیال پنجۂ شہباز می کند
خوں می چکد ز زخم نمایاں خندہ اش    گلکے کہ بے ملاحظہ پرواز می کند

مردی در تہوری و بیباکی نیست بلکہ در خود شکنی ست ؎

کمال مردی و مردانگی ست خود شکنی
بہ بیں دست کسے را کہ ایں کمال شکنند

لوٹ لیا اور جب شاہزادہ کو خبر دی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ امانت[1] خاں متصدی سورت کی فوجداری میں سرقہ ہوا ہے ہم کو تعلق نہیں ہے۔

عالمگیر نے سوانح نگار کی رپورٹ پڑھ کر حکم دیا۔

"پنج ہزار از اصل منصب کم وبموجب اظہار تاجران زر نقد از وکیل الیشاں (محمد اعظم) بگیرند اگر غیر بادشاہ زادہ می بود بعد تحقیق حکم شد سے۔ برائے شاہزادہ سزا عدم تحقیق ست۔ زہے بادشاہ زادگی کہ خود را کمتر از امانت خاں بدانند۔ ہر گاہ در حیات ما دعوئ وراثت ملک داشتہ باشد پس چرا در حیات ما امانت خاں ما شریک میراث نگرداند"

دردے کہ بادوا نشد آں را علاج نیست

آں را کہ عقل نیست بہیچ احتیاج نیست

(۲۳)

شاہزادہ محمد اعظم کے مزاج میں شورش زیادہ تھی اور غصہ ور بھی تھے۔ ایک دن دربار میں کسی چیز کے لئے ملتجی ہوئے۔ عالمگیر نے انکار کر دیا۔ محمد اعظم رنجیدہ ہو کر چلے تو اُن کے قدم کا کچھ حصہ شاہی مسند پر پڑ گیا۔ عالمگیر نے ناخوش ہو کر شاہزادہ کا سلام

---

[1] میر حسن نام اور امانت خاں خطاب تھا میرک معین الدین دیانت خاں کے منجھلے لڑکے خاف کے رہنے والے اور نجیب الطرفین سید تھے۔ عہد عالمگیری میں میر حسن مالوہ کے دیوان رہے اور اُن کے چھوٹے بھائی محمد قاسم صوبہ ملتان کے دیوان تھے۔ شاہ نواز خاں مصنف مآثر الامرا تیموریہ انہی محمد قاسم کی اولاد میں تھے شاہ نواز خاں کو موت نے مہلت نہ دی اور مآثر الامرا کی تکمیل کا کام اُن کے خلف الرشید سید عبدالحی نے ۱۱۹۴ھ میں انجام دے کر سرکار آصف جاہ سے صمصام الدولہ بیگ کا خطاب حاصل کیا۔

زمانہ میں تھا۔ علاقہ کی سرسبزی اور شادابی دیکھ کر صوبہ دار صاحب کی نیت خراب ہوئی اور عرضداشت کی کہ سید لال شاہ جاگیردار شرابی ہیں اور ہر طرح کی بدعت کے مرتکب ہوتے ہیں اس لئے اُن کی جاگیر ضبط ہو کر اس غلام کو (یعنی شاہزادہ) کو مرحمت کی جائے۔ اس درخواست پر بڑے لطف کے ساتھ شاہزادہ کو چشم نمائی کی گئی۔ ملاحظہ ہو۔ عالمگیر معروضہ کے جواب میں لکھتے ہیں:۔

کارے[1] کہ تعلق بہ محتسب[2] دارد بخود گرفتن والتماس تغیر جاگیر نمودن تصرف تازہ بامزہ است! جاگیر بیک پشتی تغیر نمودن محال ست چہ جائے کہ سہ پشتی؛ جاگیر کسے بگفتۂ کسے تغیر نمی شود۔ در نوکری آں بابا (شاہزادہ) با سید لعل مسائی در سیادت طرف ثانی (سید لعل) بہزار مرحلہ زیادہ۔ صدر الصدور بہ محتسب آنجا بنویسد کہ بہ تحقیق دار سیدہ مفصل معروض دارد۔ الحمد للہ کہ بطور اعلیٰ حضرت (صاحب قران ثانی) اولاد مسلطنہ نمودہ ام کہ ندامت کشم۔

## (۲۲)

صوبۂ احمد آباد بھی شاہزادہ محمد اعظم کی جاگیر میں تھا سوانح نگار نے عرضداشت بھیجی کہ جانا جی[3] نے احمد آباد سے ۴۰ کوس کے فاصلہ پر سورت کی شرکت بیوپاریوں کو

---

[1] شخصی سلطنت میں بادشاہ جو کرنا چاہتا تھا کر گزرتا تھا۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس زمانہ میں [illegible] سازی نہ تھی لیکن یہ واقعہ پس پشت نہیں ڈالا جا سکتا کہ عالمگیر کے عہد میں اگرچہ آئینی سلطنت نہ تھی لیکن عنانِ حکومت ایسے مضبوط ہاتھ میں تھی جو مقررہ قواعد سے نہ تو خود تجاوز کرتا تھا اور نہ کسی کو مجال اُن کے توڑنے کی تھی۔

[3] جانا جی حیدرآبادی افسر تھا اور پھر دربار عالمگیری میں حاضر ہو کر منصب دار ہوا۔

گیسو دراز[1] پرست کی حالت میں حاضر ہوا۔ دربار شاہی میں پرچہ گذرا۔ شاہزادہ محمد اعظم کے نام حکم جاری ہوگیا۔ دیکھو کس طرح صاف صاف لکھ رہا ہے کہ ان سادات کے مقابلہ میں کچھ عذر بھی نہیں ہے۔

"تا جرائے بے ادبی و بے اعتدالی ہائے ہدایت کیش کہ بر مزار فائض الانوار شاہ بندہ نواز گیسو دراز[1] خمر خوردہ رفت و حوصلہ خود را عرض داد و مفصل از فرد سوانح نگار معروض بارگاہ والا گشت۔ آں عالی جاہ را بایستے کہ ہر گاہ آں نابکار باین احوال منکر در آں مقام رفتہ بود کسان خود را تعین نمودہ می فرمودند کہ قشال کردہ بیارند و جولاں کردہ ہمراہ گرز بردار بحضور می فرستادند۔ ظاہرا رعایت واقع نگاری بریں نیاوردہ۔ ازاینجا گرز بردار شدید تعین کردیم۔ آں لعین را بستہ بیارند۔ ناکسان کہ بزرگان آیند چنیں کنند۔ ما را در چنیں روا داری ہیچ۔ یکے از فرزندان نیست تا بہ عنایت اللہ خاں و دیگراں چہ رسد۔"

## (۲۱)

سید لال بہشت منصب دار کی جاگیر شاہزادہ محمد اعظم صوبہ دار مندسور کے صوبہ میں تھی یہ صوبہ اب ریاست اندور میں ہے اور آج بھی ویسا ہی زرخیز ہے جیسا کہ اس

---

[1] صدرالدین محمد حسینی نام خطاب [illegible] رجب ۷۲۱ھ کو بمقام دہلی دنیا افروز عالم ہوئے پدر بزرگوار کا اسم گرامی حضرت راجو ہیں حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہ کے خلیفہ اعظم اور خاندان چشتیہ کے اُن بزرگان میں ہیں جن کے روحانی تصرفات نے مسلمانوں کی مردم شماری میں بہت اضافہ کیا۔ بعد بیعت خلافت گلبرگہ کی خدمت پیر و مرشد نے تفویضات فرمایا۔ [illegible] ان کی تعلیم و تربیت میں [illegible] عمر اسی جگہ بسر کرنے کے بعد [illegible] ۱۶ ذیقعدہ ۸۲۵ھ کو پردہ فرمایا مزار [illegible] ہو "خاندان چشت"

بتقریب نالش سکنہ چکلہ کوڑا ایں نقل بیاد آمد کہ بے اختیار بآں فرزند قلمی شد۔ والدعا

## ۱۹

شاہزادہ محمد معظم سیرونشکار میں رہتے تھے اور ان کی جاگیر کے علاقہ میں انتظام ابتر تھا۔ متواتر اخبارات پہنچے کہ راستے محفوظ نہیں اور شاہزادہ صاحب توجہ نہیں فرماتے فوراً عتاب نامہ جاری ہوا۔ دوسرے مرتبہ پر شکایت ہوئی تو مدلی کے مال کی قیمت شہزادہ سے دلوائی گئی۔ عالمگیر اپنی ... کو سزا بلا تحقیقات دیا کرتا تھا۔ اس نے کلیہ بنا رکھا تھا کہ شاہزادگان کی یہی سزا ہے کہ اُن کو بلا تحقیقات سزا دی جائے اور دوسرے صوبہ داروں کو تحقیقات کے بعد۔

فرزند عالی جاہ! اشقیا از چہار کونڈ دتا قادر آباد متواتر راہی زنند و مسافران کمتر راہ بسلامت طے کنند۔ احتمال غالب کہ بے خبری نخواہد بود العاقل تکفیہ الاشارہ شمارا خبرِ دور و نزدیک زود می رسد۔ از احوال پدر و جز اچہ اعلم تدبیر فکر مآل فی الحال باید کرد و نوکر خوب را بنوازش امتیاز بخشیدن و بد را بکیفرِ عمل رسانیدن عدل ست الدنیا مزرعتہ الآخرۃ انتظار جواب داریم۔ نالیے از علمے در حق خود فاتحہ خیر خواست جواب یافت کہ در بارۂ ستمگاران جز وادمظلوم ماں دعائے غیر اثر ندارد۔

## (۲۰)

چھوٹے چھوٹے معاملات کی اطلاع پہنچتی اور فوراً کارروائی شروع ہو جاتی تھی۔ اخلاص کیش واقعہ نگار حیدرآباد مرزا حضرت

رفتیم و درا ثنائے کلام گفتیم کہ اگر اجازت باشد چندے دہ از مضافات کھرگون بہ امصار خانقاہ مقرر کردہ شود. در جواب این مصرع بر زبان صدق ترجمان راندند ؎

شاہ ما رادہ دہد منت نہد

رازق ما رزق بے منت دہد

گفتم ہم چنین ست اما بتقدیم خدمت فقرا و اہل اللہ برائے خیر و برکت دنیوی و عاقبت خود و حصول دعائے مزید نعمت و دولت ست نہ برائے آرزو منت گفتند اگر فی الحقیقت از تصمیم ارادۂ باطن نیت خیرست نصف غلات از حصۂ رعایا بگیرند بلکہ مظلومان محنت کش زیادہ ازاں بگزارند و آں را وظیفہ برائے گوشہ نشینان متوکل کہ زبان سوال بستہ در بیابانہا و زوایائے ویران مسکن دارند مقرر سازند و بداد مظلومان نفعے رسند کہ حق کسے تلف نشود و دست آویز از حال ضعفا کوتاہ باشد افزونی دولت و نعمت ہمیں ہا نمایند

ؔ پہلے صوبہ خاندیس کا پرگنہ تھا اور اب ریاست اندور کے علاقہ میں خیر صوبہ ہے یہاں مولوی محمد عابد کا مزار ہے جو شاہجہانی عہد میں بنا تھا مقبرہ منہدم ہوگیا صرف یہ کتبہ باقی ہے بس

| | |
|---|---|
| در جہان عادل شاہ جہاں | کہ جہاں یافت از دزینت و زین |
| از محمد شاہ اورنگ آرائے | چوں وطن یافت دریں ملک حسین |
| ساخت ایں روضہ زپیش اندیشی | چہ دگلش ہمہ شد منصب عین |
| بودایں جا برسد اہل دلے | لحظۂ وارسد از کلفت و شین |
| بدعا یاد کنند از رہ لطف | خیر برب الثقلین |
| زود رقم پیر خرد تاریخش | ابدی گلشن درویش حسین |

(۱۰۴۰ھ)

۱۳۰۱ھ میں قبر کی چبوترہ مہاراجہ ملہر راؤ ہلکر نے بنوا دیا جو نیا صوبہ دار کھرگون میں مقرر ہوکر آتا ہے پہلے مع جلوس بہ تکیہ اس مزار پر حاضر ہوتا ہے ۱۲ (دیکھو قاموس المشاہیر جلد دوم صفحہ ۲۳۸)

مشکل دلِ رمیدہ ہوائے وطن کند
شبنم چناں برفت کہ یاد از چمن کند

اگر اعلیٰ حضرت بودن دارالخلافت و مستقر الخلافت اختیار نمی کردند و ہمیشہ در سفر می بودند کار باینجا نمی رسید کہ رسید۔ اگر از راہ پاسِ ادب درتر و قلعہ گیر بہا شفقت می کشد آئندہ در محاصرہ قلعہا متوجہ می شویم۔

غریقِ عشق چہ اندیشہ از خطر دارد؟
سر گشتہ چہ پروائے درد و سر دارد؟

الحمدللہ در ہر مکان و ہر جا کہ ہستیم ہر دو دل از تعلقات برداشتہ ایم و مردن را بر خود آسان کردہ ایم ؎

عقدۂ وابستگی را اندک اندک باز کن
ورنہ مرگ ایں رشتہ را یکبار غافل می کشد

## ۱۸

فرزند عالی جاہ! یاد داریم کہ روزے بخدمت میاں عبداللطیف قدس سرہ الشریف

---

سلہ مخدوم دانشمندان شہر برہان پور میں مزار ہے۔ شاہزادگی کے زمانہ سے عالمگیر ان کے حلقہ بگوش معتقدوں میں تھا میاں صاحب قدس سرہ الشریف نے اپنی کلاہ مبارک تبرکاً عنایت فرمائی عالمگیر اس کو جان کے برابر عزیز رکھتا تھا۔ جب سال انتقال ہوا کلاہ مبارک حمیدالدین خاں بہادر کو مرحمت فرمائی۔ یوں تو عالمگیر ہر بزرگ کے مزار پر ادب کے ساتھ حاضر ہو کر اپنی مغفرت کے لئے دعائیں مانگتا تھا لیکن میاں صاحب کے وصال کے بعد ان کے مزار پر حاضر ہو کر بہت خشوع اور خضوع کے ساتھ ایمان کی سلامتی کے لئے دعائیں مانگتا رہا۔ جب بادشاہ ہو کر دکن آیا تو حضرت گیسو دراز کے مزار پر حاضر ہوا اور میاں صاحب کی سرکار میں حاضر ہو کر ان بزرگاں کی روح پر فتوح سے استمالت دکن کیلئے دعائیں مانگیں مرنے سے قبل دکن کا ملک تمام و کمال فتح کر لیا۔ اگر لڑکے قبضہ میں نہ رکھ سکے تو عالمگیر کا کیا قصور ہے۔ ۱۲

مرہٹوں کی باج گزار بن گئی تھیں۔ اگر عالمگیر حیدرآباد اور بیجاپور کو فتح نہ کرلیتا تو آج بڑودہ اور گوالیار کی طرح حیدرآباد اور بیجاپور پر بھی مرہٹوں کا علم لہراتا ہوتا۔

(شبلی صفحہ ۱۴)

(۱۷)

بیجاپور اور حیدرآباد کے فتح ہو جانے کے بعد عمدۃ الملک مدار المہام نے عرضداشت بھیجی کہ باقبال متعال (باقبال حضور لکھنا عالم کے یہاں جرم تھا) دکھن فتح ہو چکا۔ اب ہندوستان کو رونق افروز فرما کر دنیا کو معلوم کرنے دیجئے کہ خلافت پناہی کو اب ملک فتح کرنے کا کام باقی نہیں رہا۔ اس عرضداشت کو پاکر حضرت عالمگیر نے فوراً جواب دیا۔

" عجب از آں خانہ زادِ مزاج داں کہ چنیں عرض نمودہ۔ اگر عرض آنست کہ بر مردم معلوم شود کہ کار نماندہ است خلاف واقع ست "

(یہ رقعہ ۱۰۹ ھ میں لکھا گیا اس وقت مرہٹوں کے استیصال کا کام باقی تھا اور عالمگیر کو ناگوار تھا کہ وہ خلاف واقع کیونکر تسلیم کر لے کہ اس نے دکھن میں سب کام کر لئے)

تا دمے از حیات فانی باقی ست از شغل و کار خلاصی نیست

(اور مرتے دم تک اس پر عامل رہا بچپن سے ملک گیری کا شوق تھا اور مرتے دم تک لڑنے بھڑنے کا کام کیا لیکن غیر مسلم مورخ اس کو دوسرے پیرایہ میں دکھا کر ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مرہٹہ قوم نے مرتے دم تک چین نہ لینے دیا) ؎

رہ رو طول امل را رہبری درکار نیست
تا نفس باقی ست راہ زندگی ہموار نیست

بسیار اندکے بہ شمار می آید۔

اولاً اختیار ملک و سلطنت بہ کفِ اقتدار نافرجام ظالم دادن سادات و مشائخ و فضلار امنکوب و مغلوب ساختن و در رواج فسق و فجور بہ افراط علانیہ کوشیدن وخود را از بادہ پرستی ریاست و بدمستی دولت در انواع کبائر شب و روز مستغرق بودن بلکہ کفر از اسلام و ظلم از عدل و فسق از عبادت فرق نہ نمودن و در اعانت کفار حربی (سنبھاجی) اصرار ورزیدن و عذر در عدم اطاعت اوامر و مناہی خصوص در مادہ منع معاونت دار الحربی کہ نص کلام مجید بر تاکید واقع شدہ، نزد خلق و خالق ملعون ساختن چنانچہ مکرر دریں باب فرامین نصیحت آمیز مصحوب مرحوم آداب و ال مزاج گرفتہ مغرور صادر شد و پنبہ از گوش نہ کشیدن بلکہ دریں تازگی فرستادن لک ہون برائے سنبھا تے بد کردار بجر بی رسید با ایں ہمہ غرور و بدمستی یادۂ ناکامی نظر بر افعال و زشتی اعمال خود نہ نمودن و امید رستگاری در ہر دو جہاں داشتن سے

نہ ہے تصور باطل نہ ہے خیال محال

ان الفاظ کو غور سے پڑھو اور بار بار پڑھو اور انصاف کرو کہ کیا ان میں ایک لفظ بھی واقعیت اور سچائی سے ہٹا ہوا ہے ؟

حیدر آباد کا استیصال کرنا کسی اسلامی سلطنت کا نہیں بلکہ مرہٹی سلطنت کا استیصال کرنا تھا۔ فی زمانا مسلمانوں کا تعلیم یافتہ طبقہ انگریزی تواریخ پڑھنے کے بعد معترض ہوتا ہے کہ دکھن کی سلطنتیں برباد کر کے عالمگیر نے اپنی ہی سلطنت تباہ کر لی۔ دکھن کی سلطنتیں مرہٹوں کو دبائے ہوئے تھیں ان کا دباؤ اٹھ گیا تو مرہٹے زور پکڑ گئے اور سلطنت مغلیہ کمزور ہو کر تباہ ہو گئی لیکن ان دوستوں کو معلوم ہونا چاہئے۔ کہ دکھن کی یہ ریاستیں

معظم نے لاکھ فکر یں کیں کہ لڑائی نہ ہو اور معاملہ طے ہو جائے مگر یار وں نے پیش جانے دیا تنگ ہو کر شہزادہ معظم نے صرف اس شرط پر صلح کی گفتگو کی کہ سیرم واپس کر دیا جائے لیکن سید ابوالحسن نے یہ جواب دیا کہ سیرم ہمارے نیزہ کی نوک سے بندھا ہوا ہے۔

(ملاحظہ ہو خافی خاں جلد دوم صفحہ ۳۰۲)

حضرت شبلی مرحوم نے خوب لکھا ہے کہ "انصاف کرو۔ ان حالات کیساتھ کہ بادشاہ کو انتظام کی قابلیت نہیں۔ رندی اور عیاشی دربار شاہی سے گذر کر چاروں طرف پھیلتی جاتی ہے۔ وزیر اعظم اور دوسرے ذمہ دار افسران ہندو ہیں جو مسلمانوں کو پامال کرتے جاتے ہیں۔ مرہٹوں کو فوج اور خزانہ سے مدد دی جا رہی ہے۔ کہ تیموری سلطنت کا تختہ اُلٹ دیا جائے۔ تیموری علاقوں پر غارت گریاں ہو رہی ہیں۔ ان حالات کے ساتھ اکبر تو کیا اگر نوشیرواں اور عمر بن عبد العزیز بھی ہوتے تو کیا کرتے؟ وہی کرتے جو دنیا بھر کے الزامول سکے بدنت عالمگیر نے کیا" (صفحہ ۱۱ مضامین عالمگیر)

جب کچھ پیش نہ گئی تو شاہزادہ معظم نے حملہ کیا۔ تانا شاہ کے فوجی افسر اُسکے ان مظالم کی وجہ سے تنگ تو تھے ہی ایک ایک کر کے چل دیئے۔ دونوں پنڈت صاحبان نے زیادہ ہاتھ پیر نکالے تو کسی منچلے نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اب ابوالحسن نے نظر دوڑائی تو معلوم ہوا کہ وزیر نے مسلمانوں کو تباہ کر دیا تھا۔ کسی میں مقابلہ کی تاب نہ تھی اور پنڈتوں کے مشوروں پر عمل کرنے کی وجہ سے عالمگیر کو منہ دکھلانے کے قابل بھی نہیں تھے۔ لیکن معافی کی درخواست کی تو عالمگیر نے حسب ذیل فرمان لکھا۔

در بست و ہفتم جلوس ۱۰۹۴ھ

اگرچہ افعال قبیح آں بد عاقبت از احاطۂ تحریر بیرون است اما از صد یکے و از

سیواجی کے مرنے کے بعد اُس کے جانشین سمبھاجی کو بیدابوالحسن نے عالمگیر کے مقابلہ میں مدودی اور ایک لاکھ ہُون (طلائی سکہ) نقد بھیجا چنانچہ خافی خاں لکھتے ہیں:۔

"وعلاوہ آں درامداد سنبھا و ترناخت ملک و تسخیر قلعہ جات، رساندن لک ہون نقد خود را بدنام و زبان زد عالمے ساختہ بود۔"

ان سب پر طرہ یہ ہوا کہ جس زمانہ میں عالمگیر بیجاپور کے محاصرہ میں مشغول تھے تو سید ابوالحسن نے اپنے ایک سردار کو لکھا کہ ایک طرف سے سنبھاجی بےشمار فوج لیکر بڑھتا ہے اور دوسری طرف سے میں چالیس ہزار فوج بھیجتا ہوں دیکھوں حضرت عالمگیر کس کس کا مقابلہ کرتے ہیں۔ چنانچہ اس واقعہ کی تصدیق سید ابوالحسن کے خط سے ہوتی ہے جو تمام مورخین نے نقل کیا ہے (ملاحظہ ہو مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۶۲۷ - ۶۲۹)

عالمگیر نے یہ سب واقعات سنے مگر ٹالتا رہا لیکن اس خط کے ملاحظہ کے بعد صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا اور شاہزادہ معظم کو حیدرآباد کی مہم پر تعینات فرماکر ارشاد ہوا کہ اگر یہ شرائط منظور ہوں تو عفو تقصیر کی سفارش کی جائے۔

۱۔ مادنا وزارت سے معزول ہوکر مقید کردیا جائے (سید ابوالحسن تو سست الست تھے اور یہی شخص ابوالحسن کو مرہٹوں سے ملاتے ہوئے تھا اور مسلمانوں پر وزارت کی آڑ میں ہر طرح کے مظالم توڑ رہا تھا)

۲۔ سیرم و مالگیر وغیرہ جو ممالک محروسہ میں داخل تھے اور جن پر غاصبانہ قبضہ کرلیا گیا تھا۔ واپس کردیئے جائیں۔

۳۔ پیش کش مقررہ کے باقیات ادا کردیئے جائیں۔

درباریوں کے اغوا کی وجہ سے تاناشاہ نے یہ شرطیں منظور نہیں کیں شاہزادہ

فتح کرکے شامل ممالک محروسہ کیا گیا۔ سکندر عادل کیساتھ شاہانہ برتاؤ کیا گیا۔ اور مرتے دم تک
وہی عزت قائم رکھی گئی۔ عالمگیر کے زمانہ میں حیدرآباد کا فرمانروا سید ابوالحسن شاہ تھا۔ جو
عوام میں تاناشاہ کے نام سے مشہور ہے۔ چونکہ قطب شاہ کے کوئی اولاد ذکور نہ تھی۔ اور
نہ کوئی قریب عزیز تھا اس لئے مجبوراً ابوالحسن کو جو دور کا واسطہ رکھتا تھا تخت نشین کیا
گیا۔ اسکے عہد سلطنت میں عیش پرستی کا یہ عالم تھا کہ مدت سلطنت میں کبھی دارالخلافت سے
ایک کوس باہر نہیں گیا (ملاحظہ ہو مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۲۳۰ تذکرہ جان سپار خاں)

بادشاہ کے لہو و لعب نے تمام ریاست کو اس رنگ میں رنگ دیا اور ہر طرف علانیہ
بدمعاشی اور شراب خواری پھیل گئی۔ سید ابوالحسن شاہ کو سید مظفر ایک اولوالعزم امیر نے
سلطنت دلائی تھی۔ لیکن سید ابوالحسن نے اُس کو معزول کرکے مادنا نامی پنڈت کو وزارت کے
عہدہ پر مامور کیا اور حکومت اور سلطنت کے تمام اختیارات اُس کو دیدیئے۔ اسکے تسلط اور
اقتدار کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ سید ابوالحسن کے سپہ سالار ابراہیم خلیل اللہ خاں نے جو بڑے دبدبہ کا
امیر تھا اپنے نگینہ پر یہ شعر کندہ کرایا۔

ز التفات بادشاہ و پنڈت روشن رواں
گشت ابراہیم لشکر خلیل اللہ خاں

پنڈت مادنا کے تسلط اور اقتدار کے نسبت صاحب مآثر الامرا لکھتا ہے:۔

"رتق و فتق امور ملکی و مالی باقتدار دو برادر برہمنان مادنا و آکنا کہ خمیرمایۂ
مفاسد دینی و مورث وبال و زوال آں دودمان گشتہ تفویض یافت"

(تذکرہ مہابت خاں حیدرآبادی صفحہ ۶۲۸ مآثر الامرا جلد سوم)

یہ وہ زمانہ تھا کہ سیواجی دربار سے بھاگ کر دکھن آگیا تھا اور اُسکی مدد پنڈت مادنا فوج اور
روپیہ سے کررہے تھے عالمگیر کے جلوس کا اکیسواں سال تھا کہ سیواجی نے تیموری حدود میں گھسکر جالنہ
برباد کیا (اب ریاست حیدرآباد میں ہے) (دیکھو مآثر الامرا جلد اول از صفحہ ۲۴۵ تا صفحہ ۲۴۹)

بصلح وتفہیم ایں نسبت بطریق وصایا گفتہ می شود کہ بسیار نامداران صاحب داعیہ کہ بافروختن نائرہ قتال دولت را بحسرت گزاشتہ و عمر بتلخی بسر بردہ جان بندامت دادہ اند یکے ازاں جملہ داراشکوہ بودہ۔ اگر نصائح اعلیٰ حضرت شاہجہاں، می شنید چرا روز بد میدید؟ وحق بطرف او ہم بود اما غرض آدمی رانمی گزارد کہ دمے چند بآسایش برآرد۔ اللّٰھم اصلح امۃ محمد وارحم امۃ محمد صلی اللّٰہ علیہ وآلہ فی الاول والآخر والسلام

## (۱۶)

یہ خط تاریخی واقعات کا خلاصہ ہے اور اس کے ذہن نشین کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مضامین عالمگیر (مولانا شبلی علیہ الرحمہ) کے صفحات ۱۴۰ تا ۱۴۴ ملاحظہ فرمائے جائیں میں ان صفحات کا خلاصہ درج کئے دیتا ہوں تاکہ ناظرین کو مضمونِ خط کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

دکھن میں مسلمانوں کی پانچ ریاستیں قائم تھیں۔ ان میں خانہ جنگیاں شروع ہوئیں اور اکبر اعظم نے بعض ریاستیں اپنے زیر نگیں کیں۔ جہانگیر اور شاہجہاں نے ان کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنا چاہے لیکن یہ ابن الوقت ریاستیں ضرورت کے وقت مطیع ہوجاتی تھیں اور موقعہ پاکر پھر دشمن سے مل جاتی تھیں مجبوراً یہ ریاستیں سلطنت تیموری میں شامل کرلی گئیں جب عالمگیر تخت سلطنت پر بیٹھا تو من جملہ پانچ ریاستوں کے صرف حیدرآباد اور بیجاپور باقی رہ گئی تھیں۔

بیجاپور کا بادشاہ سکندر عادل مرہٹوں سے سازش کرنے کے بعد عالمگیر کے مقابلہ میں مرہٹوں کو مدد دیتا رہا حالانکہ عالمگیر نے اس وقت تک بیجاپور کو چھیڑا بھی نہ تھا۔ عالمگیر نے بار بار متنبہ کیا اور ہر قسم کی تدبیریں کیں لیکن سکندر کو کچھ احساس نہ ہوا۔ مجبوراً بیجاپور

---

نے سموگڑھ کی لڑائی کے قبل شاہجہان نے تجویز فرمایا تھا کہ میدان جنگ میں خود بہ نفس نفیس جاکر دونوں بروں کے درمیان میں اپنا خیمہ نصب فرمائینگے اور جھگڑا طے ہوجائیگا۔ مگر داراشکوہ مانع ہوا ۱۲-

از ہمہ مرض ہا می شوم و ہمہ را سجدہ اسی سپارم ۔ فرزندانِ نادار کا معکوس را باید کہ مخالفت
نہ کنند و مجبور گشتہ دشمن خلائق کہ بندگی حفظ الٰہی نشوند ۔ اسچہ بنظر می آید طرفہ ہنگامہ
برپا شدنی ست ؟ ایزد منقلب القلوب آیتی حفاظت خلائق اللہ کہ ودائع بدائع
خالق اند چراغ راہ سالکاں طریق ریاست و ملک داری کناد

(۱۵)

شاہزادہ اکبر کی ریشہ دوانیوں کے اخبارات سنکر عالمگیر نے عمدۃ الملک کو یہ خط لکھا تھا

آں فدوی منعم خان (وکیل شاہ عالم (شاہزادہ محمد معظم) راکہ دیوانی سرکار ایشاں
بر یافتہ امروز برائے رخصت بیارد تا از واقعہ ناصواب اکبر ابتر با مید امداد ایرانی
غولِ بیابانی در ہرات قریب قندھار مقیم شدہ باشارۂ والی آں جا بطرفے نمی ورود
انتظار تقیہ نامرضیہ می کشد فرمودہ اند ؎

نہ رفت از دلم قولِ آں کاسہ گر | کہ می گفت با کاسہ پر خطر
ندانم کہ سنگِ سپہر قضا | ترا بشکند پیشتر یا مرا

تدبیرش غیر از یک پسر خود را اگذاشتن در کابل با فواج بزرگ و محمد معز الدین بہادر را
داشتن در ملتان باسامان سترگ تا انفصال مقدمہ یعنی رفتن ایں فانی راضی بودن

---

بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ
عالمگیر نے مرنے کے وقت جو خطوط اپنے لڑکوں کے نام لکھے ہیں وہ سب ایسی اغراض کے تحت میں آکر قابل
وثوق تحریری دستاویز مانے جاتے ہیں ۔ یوں تو ہر شخص کو تنقید کا حق حاصل ہے لیکن مورخین اسلامی حقائق سے
واقفیت حاصل کرنے کے بعد قلم اٹھاتے تو زیادہ بہتر ہوتا ۱۲

محمد اعظم اور شاہزادہ کام بخش کو بھی صوبجات تفویض فرمائے تھے وصایا کے بابت دوسرا ثبوت یہ ہے کہ معظم شاہ نے بادشاہ ہو کر بھائیوں کو لکھا تھا کہ جو ارشاد عالی ہو چکا ہے اسکی تعمیل ہم پر فرض ہے حضرت عالمگیر نے سب کچھ طے کر دیا تھا لیکن نتیجۂ آخر سے بے خبر نہ تھے اپنے صاحبزادگان کی مزاجی کیفیت کے طبیب تھے اور خوب جانتے تھے کہ مرنے کے بعد کیا قیامت برپا ہو گی جیسا کہ ذیل کے رقعہ سے واضح ہوتا ہے۔

## مہین پور خلافت

منعم خاں[1] از حضور رخصت یافت تا جلد رسیده آنچه بزبان او حواله شده ابلاغ نماید از خود خبر نیست که کیستم و کجا می روم؟ و بر سر ایں عاصی پر معاصی چه خواهد گذشت؟ حالا

---

[1] پورا نام سلطان بیگ برلاس منعم خاں نے دکھن کی لڑائیوں میں نام پیدا کیا جوہر شناس عالمگیر نے منصب سے سرفراز کر کے انعام و اکرام سے مالا مال کیا [illegible] کو اگرچہ حسن کر کشمیر کے صوبہ دار مقرر کیے گئے۔ شاہزادہ معزالدین اتالیق اور شاہزادہ معظم صوبہ داری کابل کے منصب پر تعینات ہوئے۔ جب حضرت عالمگیر کی حالت نازک ہو گئی تو صوبہ پنجاب منعم خاں کے سپرد ہوا اور خاص مہم پر کابل گئے مہین پور خلافت کو پیام آخری فرمان نامہ حوالہ کر کے اپنے صوبہ کو واپس آئے اور خفیہ انتظام رسد وغیرہ کا شروع کر دیا جب عالمگیر نے عالم جاودانی کا سفر اختیار کیا مہین پور خلافت کو مطلع کر کے ان کی تخت نشینی کی مہم اپنے سر لی۔ بادشاہ ہو کر مہین پور خلافت نے ان کو مدار المہامی کے خلعت سے سرفراز فرما کر عمدۃ الملک امیر الامراء خان خانان کے خطابات سے سربلند کیا اور بھائیوں کی مہم سے فارغ ہو کر صمصام الدولہ ظفر جنگ یار وفادار کے خطابات عطا فرمائے ہفت ہزاری منصب پا گیا۔ محرم ۱۱۲۳ھ میں فوت ہوئے۔ کتاب الہامات منعمی ان کی تصنیف ہے۔ ۱۲

[2] یہ اسلامی عقیدہ ہے بڑے بڑے نبی اور خاصان خدا ہمہ وقت خدا کے خوف سے ڈرا کیے اور پروردگار عالم کی رحیمی و کریمی پر بھروسا کرتے رہے۔ اپنی زہد و عبادت پر کبھی مطمئن نہیں ہوئے۔ آج بھی یہی عقیدہ قائم ہے۔ پھر اگر عالمگیر نے ان خیالات کا اظہار کیا تو کوئی نئی بات تھی لیکن بعض انگریز مورخین ان سطور میں اقرار جرم کا راز پنہاں پاتے ہیں اور نتیجہ نکالتے ہیں کہ عالمگیر اپنی حرکات سے واقف تھا اور جب مرنے کا وقت آیا تو اقرار کر کے گڑگڑانے لگا سبحان اللہ۔ کیا اسلام میں بھی موت کے وقت اقرار جرم کرنے سے گناہ معاف ہو جاتا ہے؟

(بقیہ نوٹ بر صفحہ آئندہ)

... اند بآں منصوب
**دیگر آنکہ** ۔ در فکر تربیت نوکراں باشد و ہر کدام را کہ لائق کارے
... ند بکار آہن گر از در ودگر فرمودن از عقل بعید ست ؛ کار بزرگاں بخوردان کار خرداں
... بزرگاں نباید فرمود کہ بزرگاں از کار خرد ننگ کنند و خرد را حوصلہ کار بزرگ نباشد
خلل تمام در انتظام سرکار روئے دہد ۔

(۱۴۳)

شاہزادہ معظم سنہ ۱۱۰۹ھ میں صوبہ دار کابل مقرر ہو کر مع لشکر روانہ ہوتے اور سرہند کے
مقام پر ڈیرا ڈالا ۔ وہاں سے کوچ کرتے وقت داروغہ فیل خانہ کے کان میں آہستگی کے ساتھ کچھ
ارشاد فرما کر ہاتھی پر سوار ہو گئے اور چار کوس منزل طے کرکے ہاتھیوں کی لڑائی ملاحظہ فرمائی
ناظر لشکر کے پاس روزنامچہ ہوا کرتا تھا ۔ اس نے یہ اتفاقات درج کیے جب ملاحظہ عالمگیری میں
روزنامچہ پیش ہوا تو حکم ہوا

**عرض اوّل** ۔ از ترسِ جان خود بود کہ اخفا مقدور بود ۔ .. عمدۃ الملک مدار المہام
درعوض حسب الحکم بہ شاہ ناداں (معظم شاہ) بنویسد کہ جنگ فیل مخصوص بادشاہان ست
بایں آرزو ہائے لاطائل بے حاصل بادشاہی زود بخواہد رسید؟ ہرگاہ وقت آید و دور
نصیب باشد خواہد شد ۔ آدمی را چیزے کہ خراب می کند ، طلب بیش از قسمت پیش انداختن
وقت ست مارا چرا متغیر و خود را مکدر باید ساخت ؟

(۱۴۴)

یہ رقعہ ۱۱۱۰ھ میں احمد آباد دکھن سے لکھا گیا ۔ وصایا کی بابت کچھ علم نہیں بظاہر
ملک کی تقسیم کی بابت شاہزادہ معظم کو آگاہ کیا ہوگا اس لئے کہ اسی زمانہ میں شاہزادہ

---

لہ کان میں بات کہنے کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے ۔ ۱۲

در قہر افزوں طبائع را نفرت بہم می رسد چنانچہ عم این خیمت سلطان الغ بیگ باوجود فضل وکمال بسفک و ما جرأت داشتند کہ بجریمہ سہل حکم قتل می فرمودند پسر ایشاں عبداللطیف ایشاں را محبوس نمودہ بقلعہ نہاوند فرستادند و در اثنائے راہ از شخصے پرسیدند کہ برہم خوردگی سلطنت ما را انچہ راہ دانستی؟ گفت از راہ سفک دماء کہ مردم از شما تنفر پیدا کردند۔ وانچہ جدامجد ہمایوں بادشاہ کردہ مسابلہ بیجا وعفو و سستی در کارہا کہ باوجود آنہا کہ شیر خان [1] در صوبہ بنگالہ می کرد مکرر بعرض رسید تغافل می فرمودند و پدرش را کہ حسن سور بود سرزنش می نمودند کہ حرکات پسر خود را می بینی و بادنمی نویسی؟ او جواب داد کہ کار او از نوشتن گزشتہ است نمی دانم کہ غفلت حضرت آخر چہ خواہد کرد؟

**دیگر آنکہ**۔ بادشاہ ہرگز آرام طلبی و فراغت شعاری را بر خود روا ندارد کہ بدترین اسباب خرابی ملک و انہدام دولت ایں شیوۂ نا مرضیہ است ہمیشہ تا مقدور درحرکت باید بود

دشاہ و آب را در یک مکان بودن بدست  آب می گردد ز بوں و شہ رود کار ش ز دست
در سفر باشند شہاں را حرمت و عیش و وقار  فکر آرام و تنعم می کند بے اعتبار

[1] شیر خان نام اور حسن خان افغان سوری کے لڑکے تھے۔ آبائی وطن روہ متصل پشاور تھا جمال خان حاکم جون پور کی سرکار سے سہسرام اور ٹانڈہ کے پرگنہ جاگیر میں عطا ہوئے تھے۔ فرید کچھ دنوں محمود لوہانی حاکم بہار کی سرکار میں ملازم رہے اور چیتا مارنے کے صلہ میں شیر خاں کا خطاب مرحمت ہوا۔ بڑھتے بڑھتے شیر خاں ایک صوبہ کا حاکم ہو گیا اور دو مرتبہ ہمایوں بادشاہ کا مقابلہ کیا آخری لڑائی ۱۰ محرم ۹۴۷ھ کو بمقام قنوج (ضلع فرخ آباد) ہوئی اور ہمایوں کو شکست نصیب ہوئی وہ فارس چلے گئے اور ہندستان کے تخت و تاج کا مالک شیر شاہ ہو گیا جس نے وہ پر کیا تھا ۱۲ ربیع الاول ۹۵۲ھ کو حکومت کی کالنجر کا ناری قلعہ فتح کیا۔ خود حملہ میں شریک ہو کر زخمی ہوا جب قلعہ سے فتح کی خوشخبری دی گئی تو چلا کر الحمدللہ کہا اور روح نے قفس عنصری چھوڑا نعش سہسرام لائی گئی اور خاندانی مقبرے میں دفن ہوئے شیر شاہ نے رفاہ عام کے بہت کام کئے۔ اس کے وقت میں لوگ پرخطر رستوں میں بلا کھٹکے سفر کرتے تھے اور بال بیکا نہ ہوتا تھا ۱۲

ہر چند کہ از صحرا گردی و ہاموں نوردی با خانہ زادوں فراغت شعار از مادر پدر بیزار آرزو نے فنائے حیات مستعار دارند لیکن بعد از ما از بے تمیز بہادو ناشناسائیہا این فرزندان نا قدردان چیزے کہ برائے ما آرزو دارند از خدا برائے خود طلب خواہند نمود۔ بہر حال بموجب محبت پدری گفتہ می شود کہ آں قدر شور مباش کہ از دہن براندازند و آں قدر شیریں مباش کہ فرو برند اما ایں نصیحت ہم غیر مقام بود کہ شوری اصلا در آں فرزند نیست احق برادر عزیز ست و حصہ بے نمکی نصیب آں فرزند و از تمیز حق سبحانہ ہر دو برادر را در کمال اعتدال دارد۔ آمین یارب العالمین

(۱۳)

سہ ذیقعد ۱۰۷۲ھ کو قید سے رہا فرما کر جو فرمایا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ کیا اس کے ہر لفظ سے اس عظیم الشان شہنشاہ کے دربار در منتظم ہونے میں شمہ برابر بھی شبہ کرنے کی گنجایش باقی رہتی ہے؟

ایں را کہ مثل من پدرے از شما راضی بود البتہ سلطنت نصیب شما خواہد شد۔ رضا مندی اعلیٰ حضرت ما را در کار نبود کہ ایشاں معین دارا شکوہ بودند و او بمصاحبت ہنود و جوگیان بے ایمان شدہ بود محض اعانت دین سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام سبب نصرت باشد چند نصیحت بشما کردہ می شود باید کہ در خاطر خود داشتہ باشید اگرچہ می دانم کہ عمل کردن بر آں از طبع شما درست لیکن از شفقت پدری و محبت و اطاعت کہ شما بجا آوردید گفتہ می شود۔

**اول آنکہ** - بادشاہ باید کہ وسط باشد میان لطف و قہر ہر کدام کہ از دیگرے بیشتر باشد موجب انکسار سلطنت می شود کہ در لطف زیادہ مردم جرأت پیدا می کنند و

پڑھنے کے بعد کون شخص کہہ سکتا ہے کہ عالمگیر آنے والے واقعات سے بے خبر تھا اور نہیں جانتا تھا کہ سلطنت کا زوال اُس کی موت کے ساتھ وابستہ تھا۔ دیکھئے کس شفقت پدری کے ساتھ سلطنت کے پیچیدہ مسائل لڑکے کو سمجھاتا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتلا رہا ہے کہ سلطنت کے بارِ عظیم کا اٹھانا شاہزادہ کے لئے آسان نہیں ہے۔

اگرچہ بنا بر ضرورت ولاعلاجی گوشمال افعال ناتمام زوال شمار ادادہ چند سال در قید داشتیم اما علامت قوی سلطنت ہمیں ست کہ تخت وجاہ حضرت بر سعت شروط حبس بود ان شاء اللہ تعالیٰ برائے شما ہم ہمیں طور خواہد شد۔ بنا بر ہمیں اُمید در زندگی خود ہندوستان بہشت نشان را حوالہ شما کردیم احکام زائچہ مارا کہ فاضل خاں علاء الملک از روزِ ولادت تا الحال مات نوشتہ بحسب تجربہ تمامش مطابق واقعہ آمدہ۔ دراں مرقوم ست کہ "بعد ازیں سلطنت کہ طالع عمر سماک رامح وسماک اعزل ست ودر حاق درجہ طالع واقع شدہ است باید کہ بادشاہے بیجبرے تنگ نفسے معدوم النشرے کہ کلماتش ہمہ ناتمام وتدبیرش ہمہ خام باشد برائے بعضے اشخاص ایں قدر رشادیے کہ قریب للرق باشد وبرائے برخے ایں ہمہ خشکی کہ بیم زوال باشد بعمل خواہد آورد" ایں ہمہ صفات حمیدہ حالات پسندیدہ در ذات شما دریافت می شود۔ اگرچہ وزیرے لائق کہ در عمل ما پیش آمدہ است بہم رسیدہ ایم متعاقب خواہیم فرستاد لیکن چہ فائدہ کہ چہار رکن سلطنت یعنی اولاد اربعہ ہرگز آں بیچارہ را بحالِ خود نخواہد گذاشت کہ کارے بکند؟ باوجود ایں حال ہم بازو دست و پائے خواہد زد کہ فی الجملہ کار برونق خواہد بود۔ لیکن ہماں قاعدۂ علم طب ست کہ تا مادہ از اعلائے بدن نازل نشود ہر چند در اسافل بدن قوت باشد بالآخر کار بضعف واختلال بل بفنا وزوال می کشد۔ در یں مقام ہم ہمیں صورت ست۔

دیگر ممالک کی فتوحات کر مذہبی غیر رواداری کا رنگ دینا سراسر بے انصافی ہے سچ تو یہ ہے کہ تیمور کی اولاد میں فتوحات اور وسعت سلطنت کا سودا ہر بادشاہ کے سر میں تھا پھر عالمگیر ہی کو کیوں نشانہ ملامت بنایا جاتا ہے؟

(۱۵)

مہین پور خلافت فرزند سعادت توام محمد معظم حفظہ اللہ تعالیٰ و سلمہ

اعلیٰ حضرت فردوس منزلت اگرچہ تسخیر ولایت بلخ و بدخشاں کہ مضاف خراساں و ملک قدیم موروثی ست ہمت والا گماشتند و مکرر افواج بادشاہی بسرکردگی مراد بخش بآں صوب فرستادند چنانچہ اکثر آں ولایت فتح ہم شد لیکن بسبب کم حوصلگی آں نامراد کہ بے طلب حضور برخاستہ آمد و باستمالت اہالی و اکابر آں دیار نہ پرداخت آں ملک مقبوضہ از دست رفت و محنت و زر ضائع گشت۔ ازیں جاست کہ گفتہ اند "از پسر ناخلف دختر بہتر" نظر بایں معنی کہ

ع اگر پدر نتواند پسر تمام کند

ایں فانی را آرزو باقی ست تدبیرش غیر ازیں کہ نبیرۂ آں حضرت را بافواج شائستہ و سامان بایستہ بآں سمت بفرستیم، دیگر از ما چہ می آید؟ باوجود تاکیدات حضور شما سبو زنند ہار را نہ گرفتہ اید تا بایں مہم چہ می رسد؟ ظاہر کار ما از شما نیست عارف بجز پیر عارف ست تا ایں نمود بے بود خود آفتاب سر کوہ ست بدست آمد چہ ونیا مد چہ شما فکر خود کنید کہ دریں جا بہم چشمان چہ نود خواہید نمود و در آنجا بحضرت اعلیٰ و حق سبحانہ تعالیٰ۔

(۱۶)

شاہزادہ معظم کو ۱۰۶۰ھ میں صوبہ دار پنجاب مقرر فرما کر جو کچھ فرمایا اُس کے

نظر بر البعد چندے بدتر ازیں خواہد شد ؎

من ز وضع زمانہ در فکرم
کہ مبادا ازیں بتر گردد

شما کہ داعیۂ جہاں بانی دارید بجوئید و بجو ابید و نگہ بدارید۔

(۸)

فرزند عالی جاہ!

حضرت عرش آشیانی[1] کہ نوکران خوب داشتند ازہمیں جہت فتوحات متواترہ و مہمات متکاثرہ می فرمودند اما در عصر اعلیٰ حضرت بندہ ہائے نامدار جاں سپار و عاملان آباداں کار و دفترداران ہوشیار بسیار پیش می آمدند۔ بایں ہمہ بنا بر تدبیر صفات در رتق و فتق معاملات تعلق خاطر و توجہ ظاہر و باطن می فرمودند۔ یاد دارم در ہنگامے کہ اعلیٰ حضرت مراد بخش را بجہت تسخیر ولایت قدیم بجانب بلخ مرخص فرمودند دیوان فوج مطلوب بود۔ درحالت تجویز بست کس از اہل کار وبیکار بہم رسیدند۔ حالا یک کس برائے دیوانی بنگالہ کہ بہ حلیہ راستی و کاردانی آراستہ باشد می خواہم یافتہ نمی شود۔ از نایابی آدم کار آہ۔ آہ۔

(۹)

حضرت عالمگیر دکھن میں فوج کشی کر رہے ہیں۔ خود لیفار میں شریک ہیں لیکن قندھار وغیرہ ممالک کے تسخیر کی فکر دامنگیر ہے اور لڑکوں کو ہمت دلا رہے ہیں کہ آبائی ملک پھر زیرِ قبضہ میں لانا چاہئے۔ ان واقعات کے بعد حیدرآباد اور دکھن کے

---

[1] شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر

خواہند گردید۔ زنان صالح از فسق بے مہری شوہران طالح خواہند نالید باران بوقت
نہ خواہد بارید حکام غلات را بالغرض شوم طبعی گران تر خواہند فروشانید ممالک از ظلم
کارفرمایان ویران خواہند گردید۔ فواحش در مساکن خواتین و خوف لیم علما بہ ساکن
خواہند بود و مردمان بپوشیدن لباس زنان رغبت خواہند نمود۔

( ۷ )

شاہزادہ محمد اعظم کے مزاج میں شورش زیادہ تھی۔ اس لئے انکی اصلاح
طبیعت کی فکر دامنگیر رہتی تھی اور حضرت عالمگیر موقع پاکر لطیف پیرایہ میں نصیحت فرمایا
کرتے تھے۔ دیکھئے اس رقعہ میں اصول جہانبانی کس خوبی کے ساتھ ذہن نشین کرنے
کی کوشش فرمائی ہے۔

جانا، عزیزا۔ چند فقرہ از بیاض حضرت خوش آمد باقتضائے
شفقت قلبی اختیار بآں فرزند ارجمند نوشتیم کہ تنہا متلذذ نباشیم۔
رہ ندادن بمردم بد۔ نرنجیدن بعدم حصول مقصد۔ نرنجانیدن مردم خوب مزاج
نخواستن بکمال احتیاج صحبت داشتن باہل معاد جستجو کردن قابلان باستعداد۔
بار ندادن پیش خود بمردم جہال دادن بارباب استحقاق بقدر توفیق پیش از سوال
مکرم داشتن اہل فضل معرفت نمودن مزاج بعدل میل نہ کردن۔ باقوال غیر عقائد
بے خبر نبودن از احوال متوکلان بے مکاید غنیمت داشتن وجود یگانگان کہ بیگانہ
از خلق باشند پیش داشتن جمعے کہ مصالح امور دنیا و عقبی بودند۔
درین عصر ہم مردم خوب بسیار اند۔ اما دل متفحص و توفیق پیش آوردن آنہا کو

گر صد ہزار لعل و گہر می دہی چہ سود
دل را شکستہ نہ کہ گوہر شکستہ

مفتی ما غنی حالا ہم اگر دل جوئی کنید بہتر و برائے اصلاح کار مفید تر است سہ

نصیحتے کنمت بشنو و بہانہ مگیر
کہ ہر چہ ناصح مشفق بگویدت بپذیر

بیشتر ہر چہ رضا و السلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

---

(۶)

(شاہزادہ اعظم کے نام ذیل کا رقعہ سنہ ۱۱ھ میں لکھا گیا تھا)

شخصے در زمان سلف پیش بزرگے شکایت زمانہ آغاز کرد و شنود کہ ہنوز موقعہ سپاس و حمد بے قیاس ست کہ انسان را نہ خوف نان و نہ غم مال و جان ست و نہ اندیشہ سستی دین و ایمان، در زمان مستقبل نیات انباے دنیا مبدل خواہد گشت و جورہائے متنوعہ ظہور خواہد یافت۔ عدل و احسان قطعاً خواہد رفت ناظمان و محاف بلاد بر ملا غارت گری خواہند کرد۔ امید خلیفہ عصر چشم از داد خواہان خواہد پوشید امیران بمصلحت ہمدیگر بمعاونت ستمگران خواہند کشید۔ حق زائل و باطل غالب خواہد گردید۔ نسوان بدلیری پیش خواہند آمد۔ دختران بوزارت و تہاون خواہند برداخت مردم ذوی القدر از بس بیدلی و بے قدری عمداً باصلاح کارہا نخواہند پرداخت مستحقان امور باوجود گوشہ نشینی ایمن نخواہند بود۔ بے شعوران و ناکردہ کارا کار فرمائی خواہند نمود و پسران پدران را خواہند رنجانید و پدران بے شفقتی

کہ دیگر بدیں عہدہ مامور گردید پوشاک مبارک بدستور سابق بے تعلل خواہد رسید۔

(خافی خاں جلد دوم صفحہ ۱۰۲).

(۵)

مہین پور[1] خلافت!

باوجود سلامت نفس فتح اللہ[2] خاں را چرا رنجیدہ کردید؟ ما در ایام شاہزا[دگی]

با امرا اینچناں سلوک می کردیم کہ ہمہ راضی بودند، و در حضور و غیبت بخوشدلی تعر[یف]

توصیف ما می کردند، بل با وصف اقتدار برادر نامہربان[3] بعضیہا ترک رفاقت

کردہ ملازمت ما اختیار کردند، و جمعے کہ بہ اشارۂ برادر نامہربان حرکات ناملائم

حرف ہائے بے اوبانہ بر زبان آوردند تبازیانۂ اغماض و تحمل متنبہ شدہ از سر [...]

اقرار بصاحب حوصلگی ما کردند تا نقش سراری و بہادری ما بر لوح خاطر اشرفا [...]

اعلیٰ حضرت (صاحب قران ثانی) مرتسم گشت و کارہائے دست بستہ بزور بازو [...]

ایں مور ضعیف صورت گرفت شما مثل فتح اللہ خانی را رنجیدہ خاطر کردید۔

سپاہی جگردار ہمہ کارہ راکہ بکار عمدۂ تنہا می آمد شکستہ دل نمودید۔

---

[1] شاہزادہ معظم ۱۲ [2] محمد صادق نام، دوچہار ہزاری منصبدار تھے۔ دکھن میں جاں [...] خدمات انجام دیں اور منصب میں ترقی پاکر ۱۱۱۱ھ میں کابل تعینات ہوئے۔ محمد صادق رحمت خا[ں کے] بیٹے اور حکیم ضیاء الدین کے پوتے تھے، حکیم صاحب بڑے بدبہ کے امیر تھے، شاہ عباس صفوی شاہ [...] سے کسی بات پر بگڑ کر ہندوستان چل کھڑے ہوئے اور حسب ذیل شعر شاہ کو لکھکر بھیجدیا۔

گر فلک یک صبحدم با من گراں باشد سرش شام بیرون می روم چوں آفتاب از کشور[ش]

[3] دارا شکوہ ۱۲

عقل کل اند و اکثر اوقات. گرامی نسبت تجارت پیشه بلند روزگار گذشته. شاید ظهور
ایں امور از قضا و قدر در شکست کار ایں مرید و رونق بازار دیگراں که ارادت الله
بداں تعلق نه گرفت کوشش نه فرمایند. سلوک را [illegible] مستحسن قرار
داده بود میخواست که به تدریج پیشرفت خود را مستحضر خاطر والا کمر اهتمام بمیان جان
بسته بداں وسیله سعادت ایں معامله کنند. ازیں چیزی شنید که موجب ارتفاع فساد
و برهم خوردگی مهمات عباد به تحریک آں حضرت است برادران به فرموده اقدس
دست و پائی زنند و جانی می کنند. گوش به سخنان مردم نینداخته اندیشه انحراف
در شاهزاده عقیدت نمی نمود. لیکن از آں جا که اخبار بے از جهی حضرت بتواتر رسیده
چنانچه از نوشته که به خط هندوی به شجاع قلمی گردیده بود و خان دوران او بر سر آں
خراب گشته هویدا است یقین حاصل شد که آں حضرت ایں مرید را نمی خواهند و آں که
از دست رفته هنوز تلاش دارند که بکرّ استقلال پذیرد و سعی و تردد ایں فدوی
که مصروف بر اجرای احکام دین متین و انتظام مهمات مملکت است ضائع شود. بهیچ
طریق ازیں فکر باز نیامده درین کار مُصر اند. لهذا اگر پیرو مراعات لوازم حزم و احتیاط
پرداخته از حدوث مفسده های ممتنع الاستدراک اندیشه مند گشته آنچه به خاطر توانست
از قوت به فعل آورد و بر صدق ایں دعوی خدای توانا شاهد است ۔ ۔ ۔
ان شاء الله تعالی بعد ازاں که کار معاندان به یکے ازیں دو وجه ساخته شود چرا
ازیں همه عبث احتیاط خواهد نمود. در باب آب دار خانه قلمی بود. آب خاصه
در غسل خانه دریں وقت که آں حضرت پیوسته در محل می باشند چه در کار است
و مهر بر کار خانه ملبوس نمودن از ره گذر تصدق شدن خواجه معتمد شد الحال.

جہاں آرا بیگم جو شاہ جہاں کی دنیا میں سب سے بڑھ کر عزیز تھیں دارا شکوہ کی نہایت
طرف دار تھیں شاہ جہاں نے ہندی زبان میں خفیہ خط شجاع کو عالم گیر کے
برخلاف لکھا اور اس آگ کی ان کی کوششیں برابر جاری رہیں۔ عالم گیر اب
مایوس ہو کر بیٹھ رہا (ملاحظہ ہو عالم گیر پر ایک نظر شبلی علیہ الرحمۃ صفحہ ۹۶)

خافی خاں نے عالمگیر کی وفات کے دس سال بعد جو کتاب لکھی اس میں لکھا ہے۔

"خلد مکاں (عالمگیر جس کا انتقال ہو چکا تھا اور نہیں کہا جا سکتا
کہ اس کے ڈر کی وجہ سے خافی خاں نے خلاف واقعہ لکھا) مکرر ارادہ
دیدن پدر والا قدر بہ قصد معذرت التماس عفو تقصیرات کہ از
تقدیرات الٰہی و شومی برادر نا ہنجار بلا اختیار بظہور آمدہ نمود آخر
چوں دانستند کہ مرضی اعلیٰ حضرت (شاہ جہاں) طرف رعایت و
اعانت غالب و راغب است و رشتہ اختیار بحکم تقدیر از دست
رفتہ مصلحت در فسخ عزیمت ملاقات پدر نامدار دانستہ ... (رج جلد ۲)

ان تمام واقعات کو پیش نظر رکھ کر رقعہ ملاحظہ فرمائیے اور درست وقت صحیح نتیجہ قائم فرمائیے۔

o

بعد ادائے مراسم عقیدت و عبودیت بہ عرض اشرف می رساند صحیفہ کہ بہ خط
خاص پس از تمادی ایام صادر شدہ بود بہ ورود انداخت بہ مطالعہ ارقام سہر ابہ
سعادت حاصل کرد کیفیتے کہ نگارش یافتہ بود وضوح انجامید۔ از سبب گزشت دیگر
خطوط استفسار شدہ بود۔ بر خاطر دریا مقاطر پوشیدہ نماند کہ ایں مرید در ابتدائے
حال و آغاز وقوع مرضے کہ بہ تقدیر ایزد متعال روداده بود بہ اعتقاد آں کہ چوں آں حضرت

یہ سلوک کیا کہ اپنے بیٹے شاہزادہ اعظم کو شاہجہان کی خدمت میں عفو تقصیرات کیلئے
بھیجا اور پانسو اشرفیاں اور چار ہزار روپے نذر بھیجے اور چند روز کے بعد جب قلعہ کی
حفاظت کی طرف سے پورا اطمینان ہوگیا تو شاہجہاں کے ہر قسم کے آرام و راحت کے
سامان مہیا کردیئے (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۰۹ اورنگ زیب پر ایک نظر)

ڈاکٹر برنیر شہادت دیتے ہیں کہ "اورنگ زیب کا برتاؤ اعلیٰ حضرت کے ساتھ
ادب سے خالی نہ تھا۔ وہ اعلیٰ حضرت کو کثرت کے ساتھ تحائف بھیجتا تھا اور سلطنت کے
بڑے معاملات میں اعلیٰ حضرت کی رائے اور مشورہ کو مثل ایک پیر و مرشد کی
ہدایت کے طلب کرتا تھا اور جو عریضہ لکھتا تھا اس سے ادب اور نیاز مندی ظاہر
ہوتی تھی۔ اس طرح سے اعلیٰ حضرت کا غصہ ٹھنڈا ہوگیا اور وہ عالمگیر کو معاملات
سلطنت میں لکھنے لگا اور اپنے باغی فرزند کی گستاخانہ حرکت معاف کرکے اس کے
حق میں دعائے خیر کردی" (ملاحظہ ہو ترجمہ سفرنامہ برنیر جلد اول صفحہ ۲۸۹)

عالمگیر کی جاگیر چھین لی گئی۔ تنخواہ بند کردی گئی۔ دکن میں دشمن کے مقابلہ
کے وقت اس کی فوج اس کے پاس سے بلالی گئی۔ دو ہزار فوج خود اس کے
مقابلہ اور مقاتلہ کے لئے روانہ کی گئی۔ قلعہ اکبرآباد میں اس کے قتل کا بندوبست
کیا گیا لیکن اس نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں کبھی گستاخانہ عریضہ نہیں بھیجا۔ رقعہ کو
غور سے پڑھئے اور خوب پڑھئے۔ نکتہ نکتہ سے پدر پرستی ٹپکتی ہے عالمگیر اعلیٰ حضرت
کے رتبہ سے واقف تھا۔ اس لئے گمان نہیں کیا جاسکتا کہ اس نے بدتمیزی کا گمان
اپنے دل میں کیا ہوگا۔

لیکن شاہجہان اب بھی دارا شکوہ کا خواب دیکھتا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ

حاضر ہونے سے روکتے تھے اُن کو فتنہ پرداز اور مفسد تعبیر کیا ہے اور اس فتنہ انگیز

داستان کو ایسے درد انگیز الفاظ میں لکھا ہے کہ عالمگیر کے حق میں بے اختیار نفرین

نکل جاتی ہے لیکن بالآخر عالم گیر متاثر ہو کر باپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے

نکلتا ہے تو یہی مورخ عاقل خاں لکھتا ہے :-

"دریں اثنا کہ آں حضرت (عالم گیر) سمع مبارک بہ سخنان ودد لئن بنگالاں داشتہ

متردد بودند ناگاں ناہر دل خاں برسید۔ فرمانے کہ بندگان اعلیٰ حضرت (شاہ جہاں)

بخط مبارک بدارا شکوہ نوشتہ از راہ اعتماد بہ کمال اہتمام احتیاط بدہ حوالہ نمودند

کہ اصلا احدے را بریں راز وقوف ندادہ۔ خود را بدارالخلافت شاہ جہاں آباد نزد

دارا شکوہ رساند و فرمان را بہ آں جناب رسانیدہ جواب بیارد و د بنظر انور حضرت

جہاں پناہی در آورد مضمون آں منشور ناطق بداں بود کہ دارا شکوہ خاطر خود را

جمع کردہ در شاہ جہاں آباد ثبات قدم ورزد واز آں جا بیشتر نہ گزرد کہ ما دریں جا

مہم را انفیصل می فرمائیم" (ص ۹۴-۹۲- اورنگ زیب پر ایک نظر)

ڈاکٹر برنیر عالم گیر کا پورا دشمن تھا اور ان تمام جھگڑوں میں موجود تھا وہ بھی

یہی کہتا ہے کہ یہ سارا جال جہاں آرا بیگم نے عالمگیر کیلئے بچھا یا تھا اور انتظام کر

رکھا تھا کہ جوں ہی عالم گیر قلعہ میں داخل ہو اُس پر اچانک حملہ کر کے گرفتار کر لیا جاتے

(ص ۱۱۴ ترجمہ جلد اول)

لین پول کہتا ہے کہ جو جال اورنگ زیب کیلئے تیار کیا گیا تھا اُسمیں شاہجہاں

خود پھنس گیا (ملاحظہ ہو صفحہ ۵۴ ترجمہ لین پول)

شاہ جہاں کی ان تمام سازشی اور مخالفانہ کاروائیوں کے ساتھ بھی عالم گیر نے

یہ واقعہ بھی قدرے طلب ہے۔ اس لئے میں واقعات کو مع تفصیل کے ساتھ نقل

کیئے دیتا ہوں تاکہ ناظرین کو رقعہ کے واقعات سمجھنے میں آسانی ہو۔

جس وقت عالمگیر مہاراجہ جسونت سنگھ اور داراشکوہ کو شکست دے چکا تو

عرضداشت کے ذریعے سے شاہ جہاں کو خبر دی اور پھر دریائے چنبل عبور کرنے

کے بعد دوسرا عریضہ لکھا۔

شاہ جہاں نے دست خاص سے جواب نامہ لکھ کر بھیجا۔ پھر انعام کے طور پر

ایک تلوار بھیجی جس پر عالمگیر منقوش تھا خافی خاں نے ان واقعات کو تفصیل

عالمگیر کی وفات کے دس سال بعد لکھا ہے۔

شبلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

"عالمگیر کا حامی صرف ایسے موقعہ پر کہہ سکتا ہے کہ عالمگیر نے اور جو کچھ کیا مخالفت

خود اختیاری کی وجہ سے کیا لیکن جب وہ جسونت سنگھ کو شکست دے کر آگرہ کے

قریب پہنچ گیا اور شاہ جہاں نے اس کو بار بار بلایا اور نہایت شفقت آمیز خط لکھے

تحفے اور انعام بھیجے اور سب سے بڑھ کر سلطنت کی تقسیم اس طرح کرنا چاہی x x x x x

اور عالمگیر کی ولی عہدی کا منصب اور پایہ تخت کی سلطنت دینا تجویز کیا تو اس

حالت میں باپ کی نافرمانی کرنا گستاخی سے پیش آنا اور بالآخر قلعہ میں نظر بند کر دینا

اخلاق کے مذہب میں کفر سے بدتر ہے۔ تمام مورخین میں عاقل خاں نے اس واقعہ کو

تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور عالمگیر کے نام شاہ جہاں کے درد انگیز خط جن سے تحیر

دل پانی ہوتا ہے بعینہ نقل کیے ہیں۔ عالمگیر کو جو امیر شاہ جہاں کی خدمت میں

نہ ہونا چاہیے جب اورنگ زیب نے اثر قبول نہ کیا تو اُن کو لکھا۔

بابا سلطان و فرزندانِ ایشاں را باید کہ بلند ہمت باشند و عالی فطرتی را کار فرمائید شنیدہ شد کہ شما با ہر کدام از نوکران سلوک می کنید کہ نہایت پستی را بخود راہ می دہند۔ اگر برائے عاقبت بینی ست کارہا والبتہ بتقدیر ست ازیں پست فطرتی بغیر از مذلت فائدہ نخواہ شد۔

(۵۲)

(عالمگیر کا جواب باپ کے حضور میں)

آنچہ از راہِ فضل و کرم در بابِ غلام مستہام مرقوم قلم عنایت رقم شدہ بود کالوحی من السماء نازل گردید۔ پیر و مرشد برحق سلامت تعزّ من تشاء و تذل من تشاء محض بہ تقدیر قادر عباد خالق ارض و بلا دست بندہ بموجب حدیث صحیح کہ راوی آں انس بن مالک رضی اللہ عنہ باشد من عز نفسہ اعز اللہ عمل می نماید۔ انکسار قلوب را اذنب ذنوب و اخش عیوب می شمارد و آنچہ بہ نشاں کرامت ترجمان صادر شدہ انکارے برآں ندارد لیکن بیقین می داند کہ موجب غرض وسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس مرقوم فرمودہ اند

زبانِ عرض ندارم بغیرِ عذرِ گناہ

بہ بخش جرمِ من روسیاہ و نامہ سیاہ

انصاف است نعوذ باللہ اگر بادشاہے جوہر مرتبہ خلافت فائز آید و وزرا و امرائے بے تدبیر را بمرتبۂ کار آورد، اختلال کلی در نظم و نسق بلاد روو دہد، پریشانی رعایا و بے سروسامانی برایا و شیقہ کم حاصلی و ویرانی شود۔ شاہ جہاں حیثہ للہ با فقرا و صلحا صحبت داشتہ بعد نماز پنجگانہ برائے دعا می خواستہ تا باشید کہ رونق سلطنت نکاہد و ہیچ کدام بلبھر زبان نیارد و بعد ما ہر کہ از پسران فرماں روا شود بہ توفیقات خیر موفق باشد ما را بعضے اوقات اندیشہ بخاطر راہ می یابد کہ ہمین پور عدد سے نیکو کاران واقع شدہ مراد بخش بکار شرب دل بستگی دارد و محمد شجاع جز سیر چشمی صفتے ندارد۔ مگر عزم و شعور اورنگ زیب اقتضامی کند کہ متحمل ایں امر خطیر می تواند شد۔ اما رکاکت سقم عظیم در نوع انسانی اوست۔ تا دوست کرا خواہد و میلش بکہ باشد

(احکام عالمگیری پروفیسر سرکار صفحہ)

(۲)

شاہزادہ[1] دارا شکوہ اور ایرانی تورانی امیروں کے تعلقات کشیدہ رہتے تھے۔ شاہزادہ اپنی خود پسندی کی وجہ سے اُن کو خاطر میں نہیں لاتا تھا مگر شاہزادہ اورنگ زیب ان امیروں کے ساتھ اُن کے درجہ کے موافق حسن اخلاق سے پیش آیا کرتا تھا۔ اس لئے اورنگ زیب کا اثر ان امیروں پر زیادہ تھا حضرت شاہ جہان کو اندیشہ پیدا ہو گیا مبادا آگے چل کر کوئی دقت پیدا ہو اس لئے ہمیں پور کو راہ راست پر لانا چاہا۔ لیکن ان کی عدم توجہی دیکھکر اورنگ زیب کیجانب مخاطب ہوا اور اُنکو سمجھانا شروع کیا کہ امیروں کے ساتھ مساویانہ سلوک

---

[1] شاہزادہ دارا شکوہ خلف شاہ جہاں ۱۲۔

نتم الاعلون ان کنتم مؤمنین ؏

# وقائع عالمگیر

یعنی

[سیر]ت اورنگ زیب سلطان ہند عالمگیر علیہ الرحمۃ کے وقائع زندگی
[جو ا]ن کے خود مکاتیب اور مستند مؤرخین کی روایات پر مبنی ہیں اور جن
[سے] ان کے حقیقی کیرکٹر۔ رواداری۔ عدل جوئی اور تشرع مذہبی کا کافی ثبوت
[ملتا] ہے۔ نہایت درایت اور تحقیق سے جمع کئے گئے ہیں ؁

مرتبہ

## چودہری نبی احمد سندیلوی

بفرمائش

## چودہری شہاب الدین احمد پبلشر

[پر]نٹر، عالمگیر الیکٹرک پریس، لاہور، باہتمام حافظ محمد عالم